وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مجالسِ معرفت

(TWENTY DISCOURSES ABOUT PURIFICATION OF SOUL)

(جلد سوم)

(بیس مجالس کے بیانات کا مجموعہ)

تالیف

ڈاکٹر سید محمود قادری

خلیفہ و مجاز حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَاءُ، وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ٥ (البقرۃ:١٠٥)

ترجمہ: اور اللہ تعالی اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ تعالی بڑے فضل والا ہے۔

مجالسِ معرفت (جلد سوُّم)

(بیس مجالس کے بیانات کا مجموعہ)

TWENTY DISCOURSES ABOUT PURIFICATION OF THE SOUL (Vol-III)

تالیف

ڈاکٹر سیّد محمود قادری

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی دامت بر

باسمہٖ تعالیٰ

کتاب سے متعلق ضروری معلومات

نامِ کتاب	:	مجالس معرفت (جلد سوّم)
نام مؤلف	:	ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب
سنِ اشاعت	:	۲۰۱۹ء مطابق ۱۴۴۰ھ
طباعت	:	
کمپوزنگ	:	محمد انس شیخ
		8147837988
باراوّل	:	1000 عدد
ناشر اور ملنے کا پتہ	:	خانقاہِ قادریہ، گوڈیہال کالونی،
		جامع مسجد روڈ، وجئے پور۔ کرناٹک۔
		فون نمبر: 7019429104

مفکراسلام حضرت مولاسیدابوالحسن علی میاں ندویؒ کے چندباکمال مریدین جودوسرے مشائخ کے مجاز بنے۔

۱) الحاج محی الدین منیری بھٹکل

خلیفہ حضرت شاہ محمد موسی مہاجر مدنی خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ

۲) موسیٰ مولانا معین اللہ ندوی اندوری

خلیفہ حضرت صوفی محمد اقبال ہوشیار پوری

۳) مولانا واضح رشید ندوی

خلیفہ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی

۴) مولانا سید حمزہ حسنی ندوی خلیفہ حضرت صوفی محمد انعام لکھنوی و

خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری

۵) حضرت مولانا سلمان حسنی ندوی

خلیفہ شاہ نفیس الحسینیؒ وحضرت مولانا رابع حسنی ندوی صاحب

۶) حضرت مولانا سید بلال حسنی ندوی

خلیفہ شاہ نفیس الحسینیؒ وحضرت مولانا رابع حسنی ندوی صاحب

۷) ڈاکٹر سید محمود قادری بیجاپوری

خلیفہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی مدظلہ العالی

رقم کردہ

محمود حسن حسنی ندوی۔ ۱۰ اشوال المکرم ۱۴۳۱ھ۔ بمقام: مکان ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب بیجاپور۔

باسمہٖ تعالیٰ

عرضِ مولف

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا اَنْتَ اَھْلَہٗ، وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا اَنْتَ اَھْلَہٗ وَافْعَلْ بِنَا کَمَا اَنْتَ اَھْلَہٗ فَاَنْتَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ۔

''خانقاہِ قادریہ'' میں ۲۰۰۵ء سے جو مجالس ہر سنیچر بعد نمازِ عشاء ہوتی ہیں ان کے بیس بیانات کے مجموعہ کی ایک جلد ''مجالسِ معرفت (جلد اول)'' کے نام سے مارچ ۲۰۱۸ء میں اور بیس بیانات کی دوسری جلد ''مجالسِ معرفت (جلد دوم)'' جنوری ۲۰۱۹ء میں پیش کی گئیں۔ وللہ الحمد والمنہ کہ تیسری جلد ''مجالسِ معرفت (جلد سوم)'' پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

یہ سب ''توفیقِ ایزدی'' ہے جو اس ناچیز سے کام لے رہی ہے ورنہ ''من آنم کہ من دانم''۔ افادۂ عام کے لئے ناچیز کے بیانات کو تحریری شکل میں پیش کرنے کے محرک حاضرینِ مجلس اور بالخصوص ناچیز کے عزیز و مخلص رفیق جناب محمد اقبال صاحب انعمدار (وظیفہ یاب وائس پرنسپل انجمن جونیئر کالج بیجاپور) ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔

ناچیز اپنے کرم فرما جناب ڈاکٹر ظہیر الدین قریشی صاحب (پرنسپل انجمن

ڈگری کالج بیجاپور) کا نہایت ممنون ومشکور ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے مصروفیات کے باوجود کتاب کے مسودہ کی تصحیح اور اس پر تبصرہ کا فریضہ نہایت خوبی سے انجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ اس ناچیز نے قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی ﷺ کا خود ترجمہ کرنے کے بجائے مستند تراجم سے نقل کر دیا ہے۔ لفظی ترجمہ کے بجائے مطلب خیز ترجمہ کو ترجیح دی ہے۔ قرآنی آیات کا ترجمہ اکثر سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ کی تفسیر ''کشف الرحمٰن'' اور حضرت تھانویؒ کی تفسیر ''بیان القرآن'' سے اور احادیثِ نبوی کا ترجمہ اور تشریح شرح مشکوٰۃ ''مظاہرِ حق'' اور ''توضیحات'' سے لیا گیا ہے۔ قارئین کے ذہن میں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ بیانات کو تحریری شکل دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان بیانات کو ناچیز کے لئے اجرِ آخرت کا ذریعہ اور قارئین کے لئے معرفتِ دین کا ذریعہ بنائے۔ نیز باری تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ دیگر بیانات کو بھی کتابی شکل میں پیش کرنے کی سہولتیں فراہم کرے۔ آمین ثم آمین۔

اعتذار:

کوئی بھی انسانی کام نقص سے خالی نہیں ہوتا۔ باوجود تصحیح کے ناچیز کی تالیفات میں پرنٹنگ کی غلطیاں پائی جاتی ہیں جس کے لئے تاسّف ہے اور معذرت خواہ

ہوں۔ دونوں آنکھوں کے آپریشن کے باوجود بینائی کی کمزوری باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ صحتِ کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔ قارئین سے درگذر کی گزارش ہے۔

الفقیر الی اللہ

ڈاکٹر سید محمود قادری

باسمہٖ تعالیٰ

اظہارِ حقیقت

از: جناب محمد اقبال انعمدار صاحب

(وظیفہ یاب وائس پرنسپل انجمن جونئیر کالج، بیجاپور)

اللہ کے فضل وکرم سے ڈاکٹر صاحب کے مجالس کا سلسلہ چل رہا ہے۔ مجالس کے حاضرین کے تقاضہ پر مجالسِ معرفت کی تیسری جلد پیش کی جارہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن وحدیث کے علم کو ایسا کردیا ہے جیسا کہ حضرت داودؑ کے لئے لوہے کو موم کی طرح نرم کردیا تھا۔

اس سے پہلے کی تالیفات میں ڈاکٹر صاحب اپنے تبحرِ علمی کا راز بیان کرچکے ہیں ورنہ وہ ہم سب کے لئے ایک معمہ ومعجزہ ہی رہتا۔ گذشتہ پینتالیس سال سے حضرت علیؓ سے مروی حفظِ قرآن کی نماز اور دعا کی پابندی، ہر تین روز میں ختمِ قرآن کے بعد ''حصنِ حصین'' کا ختم، رات میں اٹھ کر خصوصی دعا کا اہتمام جسے حدیث کے شارحین نے ''درہم الکیس'' کہا ہے، ہر اذان کے دوران اور بعد دعاؤں کا اہتمام، فرض نمازوں کے بعد امام بغویؒ سے مروی سورۂ فاتحہ، آیت الکرسی، سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸/۲۶/اور ۲۷ پڑھ کر دعا کرنا یہ سب آپ کے معمولات میں سے ہے۔ جہاں تک میرا مشاہدہ ہے آپ قبولیتِ دعا کے کسی

موقع کو جانے نہیں دیتے۔ دین کے علمِ نافع کے لئے ہر روز سینکڑوں مرتبہ آپ دعا کرتے ہیں۔ غالباً انہی دعاؤں کی تاثیر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے علمِ دین کے دروازے کھول دیئے ہیں جس سے آپ امت کو سیراب کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی دعائیں اپنی جگہ برحق ہیں لیکن سب سے اہم دعا، دعائے خیرالانعام نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا دی ''اللہ اس بندہ کو تروتازہ رکھے جس نے میری باتیں سنیں، یاد رکھا، اس کی حفاظت کی اور دوسروں تک پہنچایا''۔ بلاشبہ ڈاکٹر صاحب اس دعا کے مستحق ہیں۔ گذشتہ چالیس سال سے ہر روز احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عربی میں سنا کر اس کا ترجمہ وتشریح پیش کرنے کی آپ کو سعادت حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ امت کے لئے آپ کے فیض کو جاری رکھے اور آپ کو صحت اور عافیت کے ساتھ عمرِ دراز عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

تبصرہ

از: جناب محترم ڈاکٹر ظہیر الدین قریشی صاحب

(پرنسپل انجمن ڈگری کالج بیجاپور کرناٹک)

عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ جن مسائل کا شکار ہے اور روز بروز ان مسائل میں وسعت اور تنوع پیدا ہوتا جا رہا ہے۔اس کا بنیادی سبب قرآنی تعلیمات سے ہمارا اغماض ہے۔اس وقت ہمارے معاشرے میں جتنی فکری ونظری الجھنیں اور جذباتیت کے فتنے سر اٹھا رہے ہیں وہ بھی اسی وجہ سے ہیں کہ ہم بحیثیتِ قوم اپنے اصلی منشور ''قرآن'' سے رہنمائی حاصل نہیں کر رہے ہیں۔ان تمام چیزوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے بیجاپور کی عوام کے لئے خانقاہ میں اور مساجد میں اپنے بیانات کا سلسلہ جاری کیا جو تقریباً گذشتہ پینتالیس سال سے مسلسل چل رہا ہے۔اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کو جب بھی کسی جلسہ میں مدعو کیا جاتا ہے تو وہاں بھی ایسے چنندہ عنوانات کے ساتھ معاشرہ کی تہذیب واصلاح کی بات رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی بیشتر تحریریں بڑی آسان اور عام فہم زبان میں لکھی گئی ہیں ان سے نہ صرف مسلمانوں کی عاقبت سنورنے کا امکان ہے بلکہ ان کی تقدیریں بھی۔یہ

وہ تحریریں ہیں جن سے آپ کے ذہن میں روشنی کی کرنیں پھوٹ پڑیں گی۔

آپ کے مجالس کے مفصل اور مدلل بیانات کتاب ''مجالسِ معرفت (جلدسوم)'' کی شکل میں پیش کی جارہی ہے۔ یہ ایک کارِعظیم ہے اور طالبینِ حق اور مفکرین کے لئے انمول خزانہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں رسول اکرم ﷺ کے وسیلہ مقدسہ سے اور حضور ﷺ کی سیرتِ پاک کی روشنی میں قرآنِ کریم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فہرست مضامین

باسمہٖ تعالیٰ

(۱) جلسۂ اجراءِ کتب سے ڈاکٹر قادری صاحب کا خطاب

(مورخہ ۱۹ جنوری ۲۰۱۹ء بروزِ سنیچر، بمقام جامع مسجد بیجاپور)

الحمدللہ حمداً کثیراً طیباً ومبارکاً فیہ کما یُحب ربنا ویرضیٰ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی اٰل محمد صلوۃ دائمۃ مقبولۃ تؤدی بہا عنا حقہ العظیم

محترم حاضرینِ کرام! دوسال قبل ناچیز کی کتاب ''توفیقِ ایزدی'' کا اجراء عمل میں آیا تھا۔ گذشتہ مارچ ۲۰۱۸ء میں چار کتابیں منظرِ عام پر آکر خراجِ قبولیت حاصل کرچکی ہیں اور آج تین تالیفات: ۱) ہدایت اور گمراہی ۲) خطباتِ قادریہ (جلدِ اول) اور ۳) مجالسِ معرفت (جلدِ دوّم) آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ یہ سب توفیقِ ایزدی یعنی کہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ میرے بیان کی ابتداء میں نے جن الفاظ میں کی ہے ان کا ترجمہ یہ ہے: اے اللہ ساری حمد وثناء تیرے ہی لئے ہے ایسی حمد وثناء جو کثرت والی پاکیزہ اور ہمیشہ بڑھنے والی ہو اور ایسی حمد وثناء جس سے تو راضی اور خوش ہو۔ اس ناچیز پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم موسلا دھار بارش کی طرح برس رہا ہے۔ کسی شاعر نے میری اس حالت کی بہترین ترجمانی کی ہے:

جو ہم دل پہ اس کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جام جم دیکھتے ہیں

اے اللہ تیری حمد وشکر ادا کرنے کے لئے نہ میرے پاس الفاظ ہیں اور نہ جملے ہیں بس میں وہی کہتا ہوں جو تیرے نبی ﷺ نے تیری تعریف میں فرمایا ہے: اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِیَ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ (اے اللہ میں کماحقہ تیری حمد وثنا بیان نہیں کرسکتا تو ایسا ہی تعریف کا مستحق ہے جیسا کہ تو نے اپنی ذات کے بارے میں فرمایا ہے)

احسان مندی اور شکر گزاری کا تقاضہ:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس نے انسانوں کا شکر ادا نہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار نہیں ہوسکتا۔سب سے پہلے مجھے اپنے متوسلین اور محبین کا شکر ادا کرنا ہے جو بے لوث طریقہ سے میرا تعاون اور خدمت کرتے ہیں۔ایسے متوسلین شاید ہی کسی کو ملے ہوں جو بغیر فرمائش اور گزارش کے سارے کام انجام دیتے ہیں۔جن حضرات نے اس کام میں دامے درمے قدمے سخنے تعاون کیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں اس کی بہترین جزاءعطا فرمائے۔آمین۔

ناچیز کا درسِ حدیث گذشتہ چالیس سال سے روزانہ جامع مسجد میں ہورہا ہے اور تیس سال سے روزانہ درسِ قرآن کالی مسجد میں ہورہا ہے۔اس تعاون کے لئے میں جامع مسجد کی انتظامی کمیٹی (امامت کمیٹی) اور محترم امام صاحب کا نہایت مشکور ہوں۔اسی طرح کالی مسجد کی انتظامی کمیٹی اور وہاں کے امام صاحب کا شکر گزار ہوں جن کے تعاون واشتراک سے درسِ قرآن کا سلسلہ چل رہا ہے۔

ہمارے اس جلسہ کے مہمانِ خصوصی حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں، ناچیز کی دعوت پر زحمت اٹھا کر یہاں تشریف لائے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔ اجرائے کتب محض ایک بہانہ ہے اصل مقصد حضرت والا کو یہاں مدعو کرنا تھا۔ حضرتِ والا ہندوستان کے اکابر علمائے ربانیین میں سے ہیں اور ایک سو سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ لوگوں سے میری گزارش ہے کہ حضرتِ والا کے بیان کو غور سے سنیں۔ آخر میں میں تمام حاضرینِ جلسہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہماری دعوت قبول کر کے شرکت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قبولِ حق کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین۔

جوابِ استعجاب:

ناچیز کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے قارئین بالخصوص علمائے کرام تعجب سے پوچھتے ہیں کہ یہ آپ نے کیسے لکھا ہے؟ اتنے اچھوتے انداز میں ایسی قیمتی معلومات جمع کی ہیں! یہ سب الہامی علوم معلوم ہوتے ہیں! وغیرہ۔۔۔۔

اس توفیقِ الٰہی کے ''راز'' کے متعلق اگر اس کو راز کہا جائے تو اس ناچیز نے گذشتہ اجرائے کتب کے جلسہ میں اس کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اور باتیں یہاں بیان کی جائیں تا کہ کسی اللہ کے بندہ کو اس سے نفع ہو جائے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے صرف اشارات کئے دیتا ہوں۔

۱) حضرت علیؓ سے مروی حفظِ قرآن کی نماز اور دعا کا اہتمام اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی گئی فہمِ قرآن کی دعا کا اہتمام، {تفصیل کے لئے مجالسِ معرفت (جلدِ دوم) ملاحظہ ہو} الحمدللہ کہ گذشتہ ۴۵ سال سے یہ معمول ہے، ان شاء اللہ مرتے دم تک پابندی سے کرتے رہنے کا ارادہ ہے۔

۲) ختمِ قرآن کی دعا:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عِنْدَ کُلِّ خَتْمَۃٍ دَعْوَۃٌ مُسْتَجَابَۃٌ (اَلْحِلْیَۃُ الْاَوْلِیَآءِ، اِبْنِ عَسَاکِر)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ختمِ قرآن کے بعد کی دعا قبول ہوتی ہے۔

۱۹۸۹ء میں ناچیز کا تبادلہ گلبرگہ سے بیجاپور ہوا۔ اللہ کے فضل سے اس دن سے لے کر آج تک گذشتہ تیس سال سے ہر تین روز میں ایک ختمِ قرآن کا معمول ہے ان شاءاللہ دمِ آخر تک یہی ارادہ ہے۔ ختمِ قرآن کے بعد ''حصنِ حصین'' کی تمام جامع دعائیں پڑھ لیا کرتا ہوں۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ فرماتے ہیں کہ حصنِ حصین کا ورد کرنے والے کئی لوگ اولیاء اللہ بن گئے۔

۳) دراہم الکیس (جیب میں رکھے ہوئے پیسے):

عَـنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ تَعَارَّ مِنَ الَّیْلِ فَقَالَ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا الـلّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ

قَدِيْرٌ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ اَوْ قَالَ ثُمَّ دَعَا اسْتُجِيْبَ لَه' فَاِنْ تَوَضَّاَ وَصَلّٰى قُبِلَتْ صَلٰوتُه' (بخاری)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جوشخص رات میں نیند سے جاگے اور کہے کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ۔۔۔۔ اِلَّا بِاللّٰهِ (اللہ کے سوا کوئی معبودنہیں ہے اللہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی اسی کی ہے اور سب تعریف کا مستحق وہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ تعالیٰ پاک ہے ساری تعریف اللہ کے لئے ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی سب سے بڑا ہے گناہ سے پھیرنے کی اور عبادت کرنے کی طاقت سوائے اللہ کے کوئی اور نہیں بخشنے والانہیں) آپ ﷺ نے فرمایا ان الفاظ کے بعد جس نے مغفرت طلب کی اس کی مغفرت کردی جائے گی یا جس نے جوبھی دعامانگی اس کی دعا قبول کی جائے گی۔ اگر وہ وضوکرے اورنماز پڑھے تو اس کی نماز قبول کی جائے گی۔

اس دعا کی قبولیت کے متعلق شارحین فرماتے ہیں کہ یہ ایسی یقینی ہے کہ جیسے کوئی اپنے جیب میں رکھے ہوئے پیسے جب چاہے لے لے۔ اللہ یقین اور عمل کی توفیق دے۔

۴) قبولیت کی گھڑیاں:

شب وروز میں بے شمار گھڑیاں قبولیت کی آتی رہتی ہیں تفصیل بیان کرنے

کے لئے وقت نہیں ہے ’’حصنِ حصین‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔ شاید ہی قبولیت کی کوئی گھڑی ایسی ہو جس میں اس ناچیز کو دعا مانگنے کی توفیق نہ ہوتی ہو۔ میں کیا مانگتا ہوں وہ مانگنے لگواتے ہیں۔ صاحبِ دل شاعر جگرؔ مرادآبادی نے غالباً میرا ہی حال بیان کیا ہے۔

میری طلب بھی تیرے کرم کا صدقہ ہے
یہ قدم اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں

۵) دعائے سید المرسلین ﷺ:

ہم سب کی دعائیں ایک طرف اور سید المرسلین کی دعا اپنی جگہ جس کی قبولیت میں ذرا بھی شک نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا۔۔۔۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات سنی اس کو یاد رکھا محفوظ کیا اور ہو بہو لوگوں تک پہنچایا۔۔۔۔

تقریباً گذشتہ ۴۰ سال سے روزانہ اس مسجد میں اللہ تبارک وتعالیٰ یہ خدمت اس ناچیز سے لے رہے ہیں کہ اس کے محبوب کا کلام اس کے بندوں تک پہنچایا جائے۔ سوائے مرض یا سفر کے کبھی یہ درسِ حدیث ناغہ نہیں ہوا۔ اوسطاً روزانہ دو حدیث کا حساب کیا جائے تو تیس ہزار احادیثِ رسول ﷺ کو عربی زبان میں سنا کر

ان کا ترجمہ اور تشریح کرنے کی جو توفیق ہوئی ہے غالباً اسی خدمت نے مجھے اس ''دعا کا مصداق'' بنا دیا ہے۔ فللہ الحمد کما ینبغی لجلال وجہک وعظیم سلطانک۔

میرا پیغام:

دروسِ قرآن، دروسِ حدیث اور ان کتابوں کے ذریعہ سے میں کوئی نیا پیغام دینے نہیں جا رہا ہوں بلکہ میں وہی پیغام آپ کو دینے جا رہا ہوں جو ہمارے پیارے نبی ﷺ دے کر گئے ہیں۔ فتنوں کے اس دور میں اگر ہم آپ کی ہدایت کو مضبوطی سے پکڑیں گے تو صحیح راہ پر گامزن رہیں گے۔

۱) عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ (موطا)

ترجمہ: حضرت مالک بن انسؒ سے مرسلاً روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب دوسرے اس کے رسول کی سنت۔

ہم نے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کو چھوڑ رکھا ہے اسی کا خمیازہ ہم بھگت رہے ہیں۔

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

۲) اختلافات کے جنگل میں نجات کا راستہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیَاتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ کَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْھُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّہٗ عَلَانِیَۃً لَکَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَصْنَعُ ذٰلِکَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ (ترمذی)

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت پر ضرور وہ دور آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا تھا، جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی کے مشابہ ہوتی ہے۔ اگر ان (بنی اسرائیل) کا کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کے لئے آیا ہوگا تو میری امت میں بھی کوئی شخص ایسا ہوگا جو یہ کام کر گزرے گا۔ بے شک بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے۔ صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ وہ کونسا فرقہ ہے جو جنتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر ہوگا۔

فرقہ بندی ہے اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

وقت کی تنگی کے باعث میں نے صرف اشارات ہی کر دیئے ہیں ان شاء اللہ

اب آپ حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب سے مفصل بیان سماعت فرمائیں گے۔ والسلام۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲) عوام الناس کی اکثریت حق کا معیار نہیں ہے

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ o (الاعراف۔۱۷۹)

صدق اللّٰه العظيم وصدق رسوله الكريم ونحن علٰى ذٰلك من الشهدين والشكرين۔

ترجمہ: اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے۔ وہ ایسے ہیں کہ ان کے پاس دل تو ہیں مگر وہ اس سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے، اور ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر اس سے (حقیقت کو) دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں لیکن اس سے (حق بات کو) سنتے نہیں۔ یہ لوگ چوپایوں کے مانند ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بے راہ ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو بالکل غافل ہیں۔

عوام الناس میں یہ بات ایک کلیہ کے طور پر تسلیم کر لی گئی ہے کہ اکثریت جو طرزِ فکر و عمل اختیار کرتی ہے وہ عموماً صحیح اور برحق ہوتا ہے۔ گفتگو میں بارہا یہ کہہ کر دلیل پکڑی جاتی ہے کہ اکثر لوگ ایسا کرتے ہیں، کیا سب لوگ غلط ہو سکتے ہیں

وغیرہ؟ فلاں مجمع میں اتنے ہزار لوگ جمع تھے، فلاں جلسہ میں اتنے لاکھ لوگ شریک تھے اور فلاں اجتماع میں اتنے کروڑ لوگوں کی تعداد تھی! اس طرزِ فکر سے بے شمار فکری اور عملی گمراہیاں جنم لیتی ہیں اور معاشرے میں پنپنے لگتی ہیں۔ ان گمراہیوں پر کوئی اللہ کا بندہ متنبہ کرتا ہے تو فوراً اکثریت کے عمل پیرا ہونے کی دلیل پیش کرکے اپنے موقف کو صحیح ٹھہراتے ہیں اور اس سے باز نہیں آتے۔ اس بیان میں قرآنِ کریم کی آیات اور احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں اس فکر کا جائزہ لیا گیا ہے تاکہ اکثریت کی دلیل دینے والوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ گمراہی سے نکل کر حق کی روشنی میں آئیں۔ وباللہ التوفیق۔

ابلیس کا چیلنج:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کرکے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا جس میں ابلیس بھی شامل تھا۔ فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے تکبر کیا اور انکار پر اڑا رہا تو وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہوکر قیامت تک کے لئے مردود ہوگیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی اور چیلنج کیا کہ اگر تو مجھے موقع دے گا تو میں آدم کی تمام اولاد کو گمراہ کرکے رہوں گا۔ چنانچہ سورۂ ص میں فرمایا گیا:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۝ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

(ص۔۸۲-۸۵)

ترجمہ: (ابلیس نے کہا کہ) تیری عزت کی قسم میں تمام اولادِ آدم کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا سوائے تیرے چنیدہ بندوں کے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں حق ہوں اور میں ہمیشہ حق کی کہا کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو اولادِ آدم میں تیری پیروی کریں گے ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

ابلیس کے چالینج کا صحیح ثابت ہونا:

سورۂ سبا میں اللہ تعالیٰ ابلیس کے چالینج کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَلَقَدۡ صَدَّقَ عَلَيۡهِمۡ اِبۡلِيۡسُ ظَنَّه‘ فَاتَّبَعُوۡهُ اِلَّا فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ٥ (سبا۔۲۰)

ترجمہ: اور بلاشبہ اولادِ آدم کے بارہ میں ابلیس نے جو رائے قائم کی تھی وہ صحیح ثابت ہوئی کہ ایمان والوں کی تھوڑی سی جماعت کے سوا سب اس کے پیروکار بن گئے۔

عالمِ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی توبیخ:

اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطٰنَ اِنَّه‘ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ٥ وَّاَنِ اعۡبُدُوۡنِيۡ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ٥ وَلَقَدۡ اَضَلَّ مِنۡكُمۡ جِبِلًّا كَثِيۡرًا اَفَلَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡقِلُوۡنَ ٥ (یٰس۔۶۰۔۶۲)

ترجمہ: اے اولادِ آدم کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے اور یہ کہ تم میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے اور یقیناً شیطان تم میں سے ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا۔ کیا تم سمجھتے نہیں تھے؟

صفات کے درجات:

جس طرح انگریزی میں صفت کے تین درجہ ہیں جیسے ,Good Better and Best (بہ، بہتر، بہترین) اس طرح عربی میں بھی صفت کے تین درجے ہوتے ہیں: ۱) تفضیلِ نفسی (مثال: کثیر)، ۲) تفضیلِ بعض (مثال: اکثر)، ۳) تفضیلِ کل (مثال: اکثر الناس= بکثرت انسان)۔ اللہ تعالیٰ نے غلط افکار اور اعمال میں مبتلا لوگوں کے لئے کبھی کثیر اور کبھی اکثر الناس یعنی کل انسان کا درجہ استعمال کیا ہے۔ درج ذیل میں وہ آیتیں دی جارہی ہیں جو تعداد کے لحاظ سے ''تفضیل کل'' کی صفت کا درجہ رکھتی ہیں:

۱) اکثر لوگ سمجھتے نہیں اور جانتے نہیں:

اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ o (الاعراف۔۱۸۷)

ترجمہ: اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ دین کے حقائق اور دلائل کو واضح طور پر بیان کرنے کے بعد آیت کے اختتام پر فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ نہیں جانتے اور اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ پورے قرآن میں آیت کا یہ فقرہ ۲۴ مرتبہ آیا ہے۔

۲) اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے:

انبیائے کرام اللہ کی طرف سے معجزات اور کھلی نشانیاں لے کر اقوام کو دعوت دیتے رہے لیکن اکثر لوگوں نے انکار ہی کیا۔

اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ○ (ہود۔۱۷)

ترجمہ: اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

یہ آیت قرآن میں ۶ مقامات پر فعل کے صیغہ (یؤمنون) کے ساتھ آئی ہے اور ۸ مقامات پر فاعل کے صیغہ (مومنین) کے ساتھ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس طرح تنبیہ فرمائی ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ○ (الشعراء۔۱۲۱)

ترجمہ: بلاشبہ اس میں بڑی نشانی ہے باوجود اس کے اکثر لوگ ماننے والے نہیں ہیں۔

۳) اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے:

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں انسانوں پر دن رات برس رہی ہیں اس کے باوجود بھی اکثر لوگ ناشکری اور کفرانِ نعمت کرتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ○ (البقرہ۔۲۴۳)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ انسانوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

اس مضمون کی آیتیں قرآن مجید میں ۸ مقامات پر آئی ہیں۔

۴) اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے:

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ○ (العنکبوت۔۶۳)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اصل بات یہ ہے کہ اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔

جانوروں کے برخلاف انسانوں کو حق و باطل کی تمیز کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے۔اس مضمون کی آیتیں قرآن مجید میں ۳ مقامات پر آئی ہیں۔

۵) اکثر لوگ فاسق (نافرمان) ہیں:

مِنۡهُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَاَكۡثَرُهُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ○ (آل عمران۔۱۱۰)

ترجمہ: ان میں سے بعض ایمان والے ہیں اور اکثر ان میں سے نافرمان ہیں۔

شریعت کے احکام کی نافرمانی کرنا فسق کہلاتا ہے۔اس مضمون کی آیات قرآن کریم میں چار مقامات پر آئی ہیں۔سورۂ حدید کی آیت نمبر ۲۶ میں اللہ تعالیٰ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی ذریت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَمِنۡهُمۡ مُّهۡتَدٍ وَكَثِيۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ ○ (پھر ان میں سے کچھ راہِ راست پر ہیں اور بہت زیادہ نافرمان ہیں)

پھر آیت نمبر ۲۷ میں عیسیٰؑ کی امت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے رہبانیت ایجاد کی جو ہم نے ان پر فرض نہیں ٹھہرائی تھی مگر اللہ کی رضا ہی فرض کی تھی اور انہوں نے اس کا وہ حق ادا نہیں کیا جو کرنا چاہیئے تھا پھر جو لوگ ان میں سے ایمان لائے ہم نے ان کو ان کا اجر عطا فرمایا اور اکثر ان میں سے فاسق ہیں۔ اسی سورۃ کی آیت نمبر ۱۶ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِكۡرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ وَلَا یَكُوۡنُوۡا كَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلُ فَطَالَ عَلَیۡهِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَكَثِیۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ ؇

ترجمہ: کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت اور دینِ حق جو نازل ہوا ہے اس کے آگے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی، ان پر ایک طویل مدت گذر گئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور اب ان کی یہ حالت ہے کہ ان میں بہت سے لوگ فاسق ہیں۔

۶) اکثر لوگ حق کو پسند نہیں کرتے:

۱) اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلۡ جَآءَهُمۡ بِالۡحَقِّ وَاَكۡثَرُهُمۡ لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡنَ ؇

(المومنون۔۷۰)

ترجمہ: کیا یہ رسول کی شان میں یہ کہتے ہیں کہ ان کو جنون ہے؟ بات یہ نہیں ہے بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں اور اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ حق سے نفرت کرتے ہیں۔

۲) لَقَدۡ جِئۡنٰكُمۡ بِالۡحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَكُمۡ لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡنَ ؇ (الزخرف۔۷۸)

ترجمہ: بلاشبہ ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے ہیں لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق سے نفرت کرتے ہیں۔

۷) اکثر لوگ جاہل ہیں:

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ o (الانعام۔۱۱۱)

ترجمہ: اور اگر ان منکروں پر ہم فرشتے نازل کریں اور مردے بھی باتیں کرنے لگیں اور تمام چیزیں لا کر ان کے سامنے جمع کر دیں تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں مگر یہ کہ اللہ ہی چاہے۔اور دوسری بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ جاہل ہیں۔

خیر القرون کا استثناء(Exception):

عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ۔۔۔۔۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہترین امت میرا قرن (زمانہ) ہے یعنی صحابہ کرامؓ پھر اس کے بعد وہ لوگ ہیں جو ان سے متصل ہیں یعنی تابعین اور پھر وہ لوگ ہیں جو ان سے متصل ہیں یعنی تبع تابعین۔

قرن کے متعلق کوئی متعین عدد نہیں ہے، چالیس سال سے لے کر سو سال تک کہ زمانہ کو قرن کہتے ہیں۔خیر القرون صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا زمانہ زیادہ سے زیادہ دوسو یا ڈھائی سو سال کا ہوسکتا ہے۔اس محدود عرصہ اور محدود علاقہ (جہاں اسلام کی روشنی پہنچی تھی) میں اہلِ حق کی اکثریت تھی۔ یہاں بھی صحابہ کرامؓ کے

آخری دور میں فرقوں کی بنیاد پڑ چکی تھی۔حضرت عثمانؓ کا قتل تو عبداللہ بن سبا کی سازش ہی کا نتیجہ تھی۔شیعہ اور خارجی فرقوں کی کشمکش میں حضرت علیؓ کے قتل کا واقعہ پیش آیا جو بالآخر کربلا میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت پر منتج ہوا۔ابتداءً فرقوں کا رنگ سیاسی تھا پھراس کو دینی بنیادیں فراہم کی گئیں اور باقائدہ ۷۳ فرقے بن گئے جس کی پیش گوئی اور تنبیہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمائی کہ بہتر فرقے جہنمی ہوں گے صرف ایک ہی فرقہ اہلِ حق کا ناجی اور جنتی ہوگا:

۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِیْ كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَالنَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّه' عَلَانِيَةً لَكَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِیَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ (ترمذی)

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشادفرمایا کہ میری امت پرضرور وہ دور آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا تھا،جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی کے مشابہ ہوتی ہے۔اگران (بنی اسرائیل) کا کوئی شخص اپنی ماں سے علانیہ بدکاری کے لئے آیا ہوگا تو میری امت میں بھی کوئی شخص ایسا ہوگا جو یہ کام کرگزرے گا۔بے شک بنی اسرائیل بہتّر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوگئے اور میری امت تہتّر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی۔سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے۔

صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کونسا فرقہ ہے جو جنتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر ہوگا۔

اجماع اور سوادِ اعظم:

۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ اَوْ قَالَ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ عَلٰی ضَلَالَۃٍ وَیَدُاللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو یا امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے جو جماعت سے الگ ہوگا الگ کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا۔

۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بڑی جماعت کی پیروی کرو اس لئے کہ جو شخص جماعت سے الگ ہوگا وہ تنہا ہی آگ میں ڈالا جائے گا۔

احادیث کا صحیح مفہوم:

اجماع (Consensus) سے علماء اور فقہاء کا اجماع مراد ہے، عوام کے اجماع کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اجماع ادلۂ اربعہ (شریعت کے اصول) میں سے ایک اہم دلیل ہے۔ اجماعِ امت کی حجیت قرآن کریم سے بھی

ثابت ہے۔سوادِاعظم سے ایک زمانہ کے لوگ مرادنہیں بلکہ حضرت آدمؑ سے کرآج تک جتنے لوگ حق پر قائم چلے آئے ہیں وہ اہلِ حق سوادِاعظم ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بڑی جماعت ہے اور ہر زمانہ کے اہلِ باطل سے زیادہ ہے۔اہلِ بدعت سوادِاعظم نہیں کیونکہ ان کی جماعت کا تسلسل نہیں کیونکہ ہر زمانہ اور ہر علاقہ کے مطابق بدعت کی الگ الگ صورتیں سامنے آتی رہتی ہیں مگر اہلِ حق تو حق سے وابستہ ہیں ان کا ایسا تسلسل ہے جو سب سے زیادہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ پہاڑ کی چوٹی پر بھی ایک شخص بھی اہلِ حق سے وابستہ ہے تو وہ اکیلا شخص سوادِاعظم ہے۔سوادِاعظم کی پیروی کا مطلب اصول وقواعد میں ان اعتقادات اور نظریات کی پیروی کرنی چاہیئے جو اکثر علماء کے نزدیک حق ہوں۔اسی طرح ان اقوال وافعال کو قبول کرنا چاہیئے جو جمہور علمائے امت سے ثابت ہیں۔فروعات میں تو اختلاف جائز ہے لیکن اصول میں نہیں۔ (توضیحات جلداول۔ص:۴۰۴)

عالمِ آخرت میں اکثریت جہنم میں جائے گی:

عام طور پر دنیا کے اندر اہلِ حق کا غلبہ نہیں رہتا بلکہ اہلِ باطل ہی چھائے رہتے ہیں لیکن عالمِ آخرت جو حقیقی زندگی ہے وہاں اکثریت جہنم میں جائے گی اور قلیل تعداد ہی جنت کی مستحق بنے گی۔تا آں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جنت کے لئے ایک نئی مخلوق کو پیدا کریں گے۔

۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ۔۔۔۔۔ ثُمَّ يُنْفَخُ فِي

الصُّوْرِ فَلَا يَسْمَعُه اَحَدٌ اِلَّا اَصْغٰى لِيْتًا وَرَفَعَ لِيْتًا قَالَ فَاَوَّلُ مَنْ يَّسْمَعُه رَجُلٌ يَّلُوْطُ حَوْضَ اِبِلِهٖ فَيَصْعَقُ وَيَصْعَقُ النَّاسُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا كَاَنَّهُ الطَّلُّ فَيَنْبُتُ مِنْهُ اَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَاهُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ثُمَّ يُقَالُ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ فَيُقَالُ اَخْرِجُوْا بَعْثَ النَّارِ فَيُقَالُ مِنْ كَمْ كَمْ فَيُقَالُ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعُ مِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَّتِسْعِيْنَ قَالَ فَذٰلِكَ يَوْمٌ يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا وَذٰلِكَ يَوْمٌ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ (مسلم)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ۔۔۔۔۔(طویل حدیث کا آخری حصہ) پھر جب صور پھونکا جائے گا جو شخص بھی اس کی آواز سنے گا وہ شخص اپنی گردن کو ایک جانب سے جھکائے گا اور دوسری جانب سے بلند کرے گا۔ اس صور کی آواز کو سب سے پہلے سننے والا وہ شخص ہوگا جو اپنے اونٹ کے حوض کو لیپ پوت کررہا ہوگا اور وہ اسی حالت میں مرجائے گا اور دوسرے تمام لوگ بھی اسی طرح اپنے اپنے کام میں مشغولیت کے دوران ہی مرجائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش بھیجیں گے جو شبنم کی طرح ہوگی اور اس بارش سے لوگوں کے بدن اگ آئیں گے پھر (چالیس سال کے بعد) دوسرا صور پھونکا جائے گا جس کو سن کر تمام لوگ یکبارگی اٹھ کھڑے ہوں گے اور قیامت کے ہولناک منظر کو دیکھیں گے پھر ان سب سے کہا جائے گا کہ لوگوں اپنے پروردگار کی طرف آؤ اور فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ ان سب کو روکے رکھو، ان کے اعمال کے بارے میں

پوچھا جائے گا اور ان سے حساب لیا جائے گا پھر فرشتوں کی طرف سے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا جائے گا کہ کتنے لوگوں میں سے کس مقدار کے حساب سے الگ کیا جائے؟ فرشتوں میں سے کہا جائے کہ ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے لوگوں کو جہنم میں بھیجنے کے لئے الگ کرلو۔ یہ کہہ کر اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور یہ وہ دن ہے جس میں امرِ عظیم کو ظاہر کر دیا جائے گا۔

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لَا تَزَالُ جَھَنَّمُ یُلْقٰی فِیْھَا وَتَقُوْلُ ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ حَتّٰی یَضَعَ رَبُّ الْعِزَّۃِ فِیْھَا قَدَمَہٗ فَیَنْزَوِیْ بَعْضُھَا اِلٰی بَعْضٍ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ وَلَا یَزَالُ فِی الْجَنَّۃِ فَضْلٌ حَتّٰی یُنْشِئَ اللّٰہُ لَھَا خَلْقًا فَیُسْکِنُھُمْ فَضْلَ الْجَنَّۃِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم میں برابر لوگوں کو ڈالا جاتا رہے گا اور وہ کہتی رہے گی کچھ اور بھی ہے؟ آخر کار رب العزۃ اس میں اپنا پیر رکھ دیں گے اور جہنم کے حصے ایک دوسرے سے قریب آجائیں گے اور تب وہ کہے گی کہ بس بس تیری عزت اور کرم کی قسم میں بھر گئی۔ جنت کے اندر وسعت رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جنت کے لئے نئے لوگ پیدا کریں گے جنہیں اس میں بسا دیں گے۔

ان تمام مباحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عوام الناس کی اکثریت بلا تفریق امتِ دعوت ہو یا امتِ اجابت ہو حق بات کو نہ سنتی ہے، نہ حق سمجھتی ہے اور نہ حق کو

قبول کرتی ہے بلکہ حق سے نفرت کرنے اور اس کی مخالفت کرنے کی وجہ سے جہنم کا شکار ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اِجْتِنَابَہ‘ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ۔ اٰمِیْنَ یَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۳) جلسہ تعمیرِ مسجد سے خطاب (بمقام انڈی)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ○ (التوبہ-۱۸)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ ادا کریں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں پس انہیں لوگوں کے تعلق سے یہ امید ہے کہ یہ لوگ صحیح راہ پانے والوں میں سے ہوں۔

شرعی اصطلاح میں مسجد وہ جگہ ہے جو کسی شخص یا جماعت نے عبادت کے لئے وقف کردی ہو۔

حاضرینِ کرام مجھ سے قبل آپ نے تمام مقررین سے مسجد کے فضائل اور تعمیرِ مسجد کے فضائل سن لئے، اس موضوع پر میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ ہمارے حضرت شاہ ابرارالحق صاحب نور اللہ مرقدہ جو حضرت تھانویؒ کے آخری خلیفہ تھے

ان کا پیغام آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ ''مجالسِ ابرار'' جو آپ کے ملفوظات کا قیمتی مجموعہ ہے اس سے چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ حضرتؒ کی ایک مجلس کا عنوان ہے ''انحطاطِ امت (زوالِ امت) اور اس کا علاج''۔ اس میں حضرت والا فرماتے ہیں: امابعد! ہماری زبوں حالی (بدحالی) کے اہم وجوہ واسباب میں سے دو کو اس وقت عرض کیا جاتا ہے۔ ۱) عموماً مساجد کا انتظام صحیح نہ ہونا، ۲) اکثر (دینی) مدارس کا مناسب (انتظام) نہ ہونا۔

حضرت محی السنہؒ کو مساجد اور مدارس کی اصلاح کی بڑی فکر تھی، آخری عمر تک ان کی اصلاح کی سعی فرماتے رہے۔ بابری مسجد کے انہدام کے بعد سینکڑوں مساجد تعمیر ہوئیں اور آباد ہوئیں۔ مساجد اور دینی مدارس دین کے مراکز ہیں، دوسری اقوام کے برخلاف مسلمان اللہ کی امانت یعنی دین کی دولت رکھنے والی امت ہیں۔ ان کی ذمہ داری خود بھی اس پر عمل کرنے اور تمام انسانوں تک پہنچانے کی ہے۔ مساجد اور دینی مدارس دین کے علم وعمل کے مراکز ہیں بشرطیکہ وہ صحیح طور پر اپنے فرائض انجام دیں۔ مساجد میں سنت کے مطابق اذان اور نماز ہو۔ حضرت محی السنہؒ اپنے ملفوظات میں مساجد کی اصلاح کے سلسلہ میں درج ذیل باتیں ارشاد فرماتے ہیں:

۱) عموماً اذان واقامت کا صحیح نہ ہونا بالخصوص اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ میں الف میں مد کا پیدا کرنا، مدِ لام کو حد سے زیادہ طویل کرنا۔

۲) اذان واقامت کو معمولی اور حقیر خدمت سمجھنا۔

۳) ائمۂ مساجد کا مسنون طریقہ پر نماز ادا نہ کرنا۔

۴) قرأۃ قرآن کا صحیح نہ ہونا۔

۵) قرأۃ میں سنت کی رعایت نہ کرنا۔

۶) فجر کی نماز میں وقتِ مسنونہ کی پابندی نہ کرنا۔

۷) مبتلائے فسق وفجور کا موذّن وامام بنایا جانا۔

۸) غیر مسافر اور غیر معتکف کو مسجد میں سونے دینا۔

۹) تزین مسجد میں ناجائز امور سے نہ بچنا مثلاً بدبودار تیل جلانا یا بدبودار پینٹ کرنا۔

۱۰) مسجد کے آداب واحکام کا اہتمام نہ کرنا۔

مسجد، اذان اور نماز ''شعائر اللہ'' یعنی اللہ کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اذان نماز کے لئے اعلان بھی ہے، ساتھ ہی دین کی تعلیم کا خلاصہ اور دعوت بھی ہے۔ لاؤڈ اسپیکر لگ جانے سے دور دور تک اذان کی آوازیں آتی رہتی ہیں۔ ۱۰۰ (سو) میں سے بمشکل ایک یا دو اذانیں صحیح ہوتی ہیں باقی سب غلط! تلفظ اور طرزِ ادا دونوں لحاظ سے غلط ہوتی ہیں، افسوس کہ بہت کم موذن وامام اللہ اکبر کا صحیح تلفظ کرپاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کی اہمیت سے واقف نہیں ہیں، نہ صحیح سیکھنے کی کوشش کی اور نہ مشق کی۔ عمر بھر اسی طریقہ پر اذان دیتے رہے اور نماز پڑھاتے رہے!

حضرت مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی شریف میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک

بادشاہ کی لڑکی اسلام سے متاثر ہوگئی اور اس نے قبولِ اسلام کا عزم ہی کرلیا۔ بادشاہ کو بڑی فکر لاحق ہوئی۔ بادشاہ اور درباری امراء کی بڑی کوششوں کے بعد بھی وہ اپنے قبولِ اسلام کے ارادہ سے باز آنے تیار نہیں تھی۔ اچانک حج کو جانے والا ایک قافلہ بادشاہ کے محل کے قریب ہی پڑاؤ ڈالا۔ قافلہ میں ایک بھدی اور کرخت آواز والا موذن تھا، نماز کا وقت ہوتے ہی اس نے اذان دی بادشاہ نے فوراً ہی اپنی لڑکی کو بلایا کہ بیٹی ذرا سن تو سہی جس مذہب کو تو قبول کرنا چاہتی ہے اس میں عبادت کو بلانے کا طریقہ اس طرح ہے۔ شہزادی نے جب بھدی اور بری آواز میں اذان سنی تو اسلام سے سخت متنفر ہوگئی۔ یہ موذن صاحب جس علاقہ میں اذان دیا کرتے تھے ان کی اذان سے بیزار آ کر ہی وہاں کے لوگوں نے چندہ جمع کرکے ان کو حج کے لئے روانہ کردیا تھا!

میری ڈاکٹری کی ملازمت گلبرگہ میں تھی، جس کالونی میں مکان ملا تھا وہ گورنمنٹ کارٹرس تھے۔ ملازمین آتے اور تبادلہ ہوجانے پر چھوڑ کر چلے جاتے۔ کوئی صاحب نہایت عمدہ طریقہ پر اذان دیا کرتے تھے۔ مسجد کے پہلو میں ایک عیسائی خاندان رہتا تھا جو اذان سے بے حد متاثر ہوگیا تھا۔ بیچارے اذان دینے والے صاحب تبادلہ ہوکر چلے گئے، کوئی اور صاحب بے ڈھنگے طریقہ سے اذان دینے لگے تو وہ عیسائی خاندان کے لوگ مسجد کے ذمہ داروں سے پوچھنے لگے کہ وہ صاحب کہاں گئے جو بہترین اذان دیا کرتے تھے، موجودہ موذن کی اذان سے ہم

بیزار آ گئے ہیں!

اکثر لوگ لفظ اللہ کا تلفظ بھی صحیح نہیں کرسکتے! اللہ سے پہلے جو الف ہے وہ ہمزہ کہلاتا ہے، جس الف پر حرکت آجائے وہ ہمزہ ہے اور الف حرکت سے خالی ہوتا ہے۔ اللہ سے پہلے جو زبر والا ہمزہ ہے اگر ذرا بھی کھینچا جائے تو آاللہ اکبر ۔۔۔۔جس کے معنی کیا اللہ سب سے بڑا ہے ہوتے ہیں تو گویا معنی ہی غلط ہوگئے، کہنا تو یہ چاہ رہے ہیں کہ اللہ سب سے بڑا ہے مگر کہہ رہے ہیں کہ کیا اللہ سب سے بڑا ہے؟! اگر نماز میں اس طرح سے پڑھا جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی، نماز کو دوہرانا پڑے گا۔ ایک صاحب اپنی امامت کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے ان کی مسجد جانا ہوا۔ سنا تو ہر حرکت پر آاللہ اکبر کہہ رہے ہیں۔ نماز کے بعد میں نے صاف کہہ دیا کہ آاللہ اکبر کہنے سے نماز فاسد ہوگئی ہے نماز دوہرا لیجئے۔ تکبیرِ تحریمہ (نماز کے شروع میں جو اللہ اکبر کہا جاتا ہے) کے جو آٹھ شرائط ہیں مقتدیوں کو تو کیا کسی امام کو بھی معلوم نہیں ہوں گے۔ ایک صاحب بڑے فخریہ انداز سے کہتے ہیں کہ میں نے ۔۔۔۔۔مسجد کی پچیس سال امامت کی۔ افسوس کہ ایک نماز بھی سنت کے مطابق نہیں ہوئی۔

مؤذن اللہ کے گھر کا خادمِ خاص ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا منادی ہے۔ وزیرِ اعظم کے گھر کے ملازم اور خادم کا تو بڑا احترام کیا جاتا ہے شاید اس سے کوئی سفارش اور دنیا کا کام چل جائے گا۔ اگر اس سے کوئی کام بھی نہیں تو اس کے ساتھ

اہانت اوراذیت کا معاملہ تو نہیں کریں گے اس لئے کہ وزیرِ اعظم کا آدمی ہے۔ اگر حق تعالیٰ شانہ کی عظمت دل میں آجائے تو اس کے گھر کے خادم کا بھی یہی احترام اور محبت پیدا ہوگی۔ مجنون تو لیلیٰ کے کتے کا بھی احترام کرتا تھا۔

آں سگےکو گشت در کویش مقیم   خاکپایش بہ زشیران عظیم

(وہ کتا جو لیلیٰ کی گلی میں رہتا ہے میں اس کی خاک پاک کو شیرانِ عظیم سے بہتر سمجھتا ہوں)

اذان دینے کے بے شمار فضائل احادیث شریف میں وارد ہوئے ہیں۔ اگر اذان دینے کا ثواب لوگوں کو معلوم ہو جائے تو لڑ پڑیں گے اور بغیر قرعہ اندازی کے اذان دینے کا موقع نہیں ملے گا۔ مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے جن وانس اور ہر شئے قیامت کے دن اس کے لئے گواہی دیں گے۔ میدانِ حشر میں مؤذنین حضرات تمام لوگوں سے لمبی گردن والے ہوں گے۔ مؤذنین کو جو مرتبہ آخرت میں ملے گا اس پر اولین اور آخرین رشک کریں گے۔

حضرت علیؓ افسوس کیا کرتے تھے کہ کاش میں اللہ کے رسول ﷺ سے سفارش کر کے حسنؓ اور حسینؓ کو مسجدِ نبوی کا مؤذن مقرر کیا ہوتا تو کیا اچھا ہوتا۔ افسوس کہ ایک جاہل شخص جو ہر طرح کے جمال وکمال سے عاری ہے مؤذن مقرر کیا جاتا ہے! مؤذنینِ مساجد سے افسوس ناک صورتحال ائمۂ مساجد کی ہے جو نہ نماز کے مسائل سے واقف ہوتے ہیں اور نہ ظاہری طور پر صالح اور متقی ہوتے ہیں۔

حضرت محی السنہؒ حاضرینِ مجلس کے حلقے بنا کر نماز کی مشق کروایا کرتے

تھے۔ ہر ایک کو نماز کی اکاون سنتیں زبانی سنانی پڑتی تھیں۔ یہ نا چیز تو یہ کہتا ہے کاش کہ ہمارے ائمہ نماز کے فرائض، واجبات اور مفسداتِ نماز سے ہی اچھی طرح واقف ہوں تو غنیمت ہے۔ کئی سال حفظ، تجوید پڑھنے اور عالمیت کی سند حاصل کرنے کے باوجود بھی صحیح تلاوت کرنے والے بہت کم ہیں! قرأت مسنونہ سے واقفیت رکھنے والے تو عنقا ہیں۔ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی جہری دعا اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے۔ صحابہ کرامؓ کا اور ائمہ کرامؒ کا اس پر عمل نہیں تھا۔ مگر اکثر ائمۂ مساجد نے اس بدعت کو اپنا معمول بنالیا ہے جس سے مسبوقین کی نمازوں میں کافی خلل ہوتا ہے بلکہ بعض مساجد میں ائمہ دعا میں الفاتحہ پڑھتے ہیں! بعض مساجد میں ائمہ سنن ونوافل کے بعد دعائے ثانی کا فریضہ (بدعت) بھی انجام دیتے ہیں! بعض مساجد میں نمازوں کے بعد کھڑے ہوکر زور زور سے لاؤڈ اسپیکر میں صلوۃ وسلام پڑھا جاتا ہے جس سے اطراف کے رہنے والوں کو ایذا اور خلل واقع ہوتی ہے۔ فضلیت کی راتوں شبِ معراج، شب برات اور شب قدر میں (شب معراج میں جاگنے کی کوئی فضیلت تو حدیث میں ہے ہی نہیں) مساجد کے ائمہ کے زیرِ سرپرستی ہی اجتماعی طور پر شب گزاری کی جاتی ہیں۔ مساجد اللہ کے رسول ﷺ کے لائے ہوئے دین کے مطابق امور انجام پانے کے بجائے بدعتوں اور خرافات کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ ان چیزوں کی ذمہ داری ائمہ کے ساتھ مساجد کے ذمہ دار کمیٹیوں، چیرمن اور سیکریٹری پر بھی ہے۔

متولیانِ مسجد اور انتظامی کمیٹی کے صدر، سیکریٹری اور ارکان کی شرعی ذمہ داری:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّجُلَ یَتَعَاھَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْھَدُوْا لَہٗ بِالْاِیْمَانِ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو مسجد کی خبر گیری کرتے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ ارشادِ ربانی ہے کہ (اِنَّمَا یَعْمُرُ ۔۔۔۔۔) مسجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔

لفظ یتعاھد کے معنی خدمت و نگرانی کرنا، خبر گیری کرنا، حفاظت کرنا، مرمت کرنا، صفائی اور خوشبو کا خیال رکھنا، روشنی کا انتظام کرنا، اس میں جھاڑو دینا، ذکراللہ میں مشغول رہنا، تعلیم اور تعلم میں لگے رہنا، اگر تم کسی شخص کو ان امور میں مشغول دیکھو تو اس کے ایمان دار ہونے کی گواہی دو۔ (توضیحات۔ جلد دوم)

ہمارے شہر میں مسجد کے انتظامات کے لئے کمیٹیاں منتخب کی جاتی ہیں جس کے ذمہ دار کمیٹی کے ارکان، صدر اور سیکریٹری ہوتے ہیں۔ یہی لوگ متولی کے قائم مقام ہوتے ہیں۔

ارکانِ کمیٹی، صدر اور سیکریٹری کے اوصاف:

ان لوگوں کے انتخاب میں اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ وہ امانت دار، معتمد، دیانت دار اور متقی ہوں، خائن، چور اور مسرف نہ ہوں۔ پھر یہ کہ وہ عاقل اور بالغ ہوں۔ ان کے فرائض شریعت نے بیان کردیئے ہیں جن کی پابندی ان کے لئے ضروری ہے۔ مساجد شعائرِ اسلامی میں سے ہیں جو آدمی اسلامی شعائر کا محافظ، شریعت کا پابند ہو، جس کے دل میں خدا کے خوف اور محبت نے گھر کرلیا ہو وہی اس کا محافظ اور متولی بن سکتا ہے۔ جو شعائرِ اسلامی کا محافظ نہ ہو، شریعت کا پابند نہ ہو، نماز باجماعت کا پابند نہ ہو، فاسق ہو یعنی گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو یا صغائر (چھوٹے گناہ) پر مصر ہو، شراب پینے کا عادی ہو، سود خوار ہو، وہ اللہ کے گھر کا متولی نہیں بن سکتا۔ فاسق اور بے دین کو اللہ تعالیٰ کے گھر کا محافظ بنانے میں مسجد شعائرِ دین امام اور موذن کی نیز نمازیوں کی بھی توہین وتحقیر لازم آتی ہے۔ کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں اور جو نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ ادا کریں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔

فتاویٰ ابنِ تیمیہ میں ہے کہ نیک، دیندار اور پرہیزگار متولی ملنے کے باوجود

فاسق (غیر پابندِ شریعت) کومتولی بنانا درست نہیں ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ جوشخص کسی جماعت میں کسی اہم کام کی ذمہ داری کسی ایسے شخص کے حوالہ کرے جب کہ جماعت میں ایسا آدمی موجود ہو جواس سے زیادہ خدا کی رضامندی چاہنے والا اور خدا کے احکام کی زیادہ پابندی کرنے والا ہوتو منتخب کرنے والے نے خدا کی خیانت کی، اس کے رسول ﷺ کی خیانت کی اورتمام مسلمانوں کی خیانت کی۔

درمختار، شامی وغیرہ میں ہے کہ جب متولی میں شرعی اعذار اور قباحتیں پیدا ہوجائیں تو اسے عہدہ سے برطرف کردیا جائے۔ نیز متولی اس شخص کو مقرر کیا جائے جوعہدہ کا خواہاں (خواہشمند) نہ ہو۔متولی بنانے میں ان باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ سب سے اہم وصف یہ کہ وہ دینی علم رکھتا ہو، وقف کے احکام سے واقف ہو، امانت دار ہو، متقی و پرہیزگار ہو یعنی اس کی زندگی پیغمبرِ اسلام رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہو مگر افسوس اس زمانہ میں صرف مالداری دیکھی جاتی ہے اگرچہ وہ شخص بے علم وعمل ہو، نماز و جماعت کا پابند نہ ہو، فاسق ہو، حالانکہ مسجد کا متولی حقیقت میں نائبِ خدا شمار ہوگا تو ایسے عظیم الشان منصب کے لئے اس کے شایانِ شان متولی ہونا چاہئے ۔حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ بڑے بڑے عہدے نا اہلوں کے سپرد کئے جائیں گے اور قوم کا سردار فاسق بنے گا۔مسجد کی انتظامی کمیٹی کی ذمہ داری مسجد کی آبادکاری اور تمام ضروریاتِ مسجد کا انتظام کرنا، حساب صاف رکھنا، مسجد میں غلط کام نہ ہونے

دینا، نمازیوں اور امام کا حسبِ حیثیت مسجد سے متعلق تکالیف کا رفع کرنا، ہر ایک کا اس کی شان کے موافق اکرام کرنا، اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر دوسروں کو حقیر نہ سمجھنا، عہدہ کا طالب نہ ہونا، احکامِ شرع کے تحت اپنی اصلاح میں لگے رہنا ہے۔

(مسائلِ مساجد۔ص:۲۳۴-۲۴۱)

مسجد کی تعمیر پر مبارکبادی:

چند سال قبل مسجد کی تعمیر کے لئے جو جگہ خریدی گئی تھی الحمدللہ کہ حضرت مولانا سعدالدین صاحب قاسمی مدظلہ (ناظمِ مدرسہ دارالقرآن، انڈی) کی جدوجہد سے ایک شاندار مسجد تعمیر ہوگئی ہے جس کے لئے وہ مبارکبادی کے مستحق ہیں۔ چونکہ یہ مسجد مدرسہ کے ماتحت ہے اس لئے جن خرابیوں اور بدعات وخرافات کا ناچیز نے ذکر کیا ہے امید ہے کہ یہ مسجد ان سب سے پاک رہے گی۔ ناچیز کو اس جلسہ میں صدارتی کلمات کہنے کے لئے جو موقع دیا گیا ہے اس کے لئے مشکور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی خدمات کو قبول فرمائے اور اپنے شایانِ شان جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۴) قرآن کی نظر میں علماء کون ہیں؟

(بغیر کسی تبصرہ وتشریح کے قرآنی آیات کی تفسیر صرف معارف القرآن کے الفاظ میں پیش کی گئی ہے)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِہٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُھَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِیْضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُھَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ○ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ کَذٰلِکَ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ○
(فاطر۔۲۸،۲۷)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر اس پانی سے ہم نے گونا گوں رنگ کے پھل نکالے اور اسی طرح پہاڑوں کے بھی مختلف رنگ ہیں بعض سفید، بعض سرخ طرح طرح کے ان کے رنگ اور بعض گہرے سیاہ اور آدمیوں میں اور جانوروں میں اور چوپایوں میں بھی ایسے ہیں کہ ان کے رنگ مختلف ہیں۔ اللہ سے بس اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں (اس کی قدرت

اور عظمت کا علم رکھنے والے) بے شک اللہ تعالیٰ بہت زبردست اور بڑا معاف کرنے والا ہے۔

عالم وہ ہے جو خشیتِ الٰہی رکھنے والا ہے:

سابقہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ (اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ) جس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دینے کے لئے فرمایا تھا کہ آپ ﷺ کے انذار و تبلیغ کا فائدہ تو صرف وہ لوگ اٹھاتے ہیں جو غائبانہ اللہ تعالیٰ سے خوف و خشیت رکھتے ہیں۔ اس کی مناسبت سے آیت اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی خشیت حاصل ہے اور جیسا پہلے کفار و منکرین کا اور ان کے احوال کا ذکر آیا ہے، اس میں خاص اولیاء اللہ کا ذکر ہے۔ لفظ اِنَّمَا عربی زبان میں حصر بیان کرنے کے لئے آتا ہے، اس لئے اس جملے کے معنی بظاہر یہ ہیں کہ صرف علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں مگر ابنِ عطیہ وغیرہ ائمۂ تفسیر نے فرمایا کہ حرف اِنَّمَا جیسے حصر کے لئے آتا ہے ایسے ہی کسی کی خصوصیت کے بیان کرنے کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے کہ خشیت اللہ علماء کا وصفِ خاص اور لازم ہے، یہ ضرور نہیں کہ غیر عالم میں خشیت نہ ہو۔ (بحر محیط، ابو حیان)

اور آیت میں لفظ علماء سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات وصفات کا کما حقہ علم رکھتے ہیں اور مخلوقاتِ عالم میں اس کی تصرفات پر اور اس کے احسانات و انعامات پر نظر رکھتے ہیں، صرف عربی زبان یا اس کے صرف و نحو اور فنونِ

بلاغت جاننے والوں کو قرآن کی اصطلاح میں عالم نہیں کہا جاتا جب تک اس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت مذکورہ طریق پر حاصل نہ ہو۔

حسن بصریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ عالم وہ شخص ہے جو خلوت وجلوت میں اللہ سے ڈرے اور جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے وہ اس کو مرغوب ہو اور جو چیز اللہ کے نزدیک مبغوض ہے اس کو اس سے نفرت ہو۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ الْحَدِيْثِ وَلٰكِنَّ الْعِلْمَ عَنْ كَثْرَةِ الْخَشْيَةِ

ترجمہ: بہت سی احادیث یاد کرلینا یا بہت باتیں کرنا کوئی علم نہیں بلکہ علم وہ ہے جس کے ساتھ اللہ کا خوف ہو۔

حاصل یہ ہے کہ جس قدر کسی میں خدائے تعالیٰ کا خوف ہے وہ اسی درجہ کا عالم ہے اور احمد بن صالح مصری نے فرمایا کہ خشیت اللہ کو کثرتِ روایت اور کثرتِ معلومات سے نہیں پہچانا جاسکتا بلکہ اس کو کتاب وسنت کے اتباع سے پہچانا جاتا ہے۔ (ابنِ کثیر)

شیخ شہابُ الدین سہروردیؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ جس شخص میں خشیت نہ ہو وہ عالم نہیں (مظہری) اس کی تصدیق اکابر سلف کے اقوال سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت ربیع بن انسؒ نے فرمایا: مَنْ لَّمْ يَخْشَ فَلَيْسَ بِعَالِمٍ یعنی جو اللہ

سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں۔

حضرت مجاہدؒ نے فرمایا: اِنَّمَا الْعَالِمَ مَنْ خَشِیَ اللّٰہَ یعنی عالم تو صرف وہی ہے جو اللہ سے ڈرے۔

سعد بن ابراہیم سے کسی نے ۔۔۔۔۔ پوچھا کہ مدینہ میں سب سے زیادہ اَفْقَہْ کون ہے؟ تو فرمایا: اَتْقَاھُمْ لِرَبِّہٖ یعنی جو اپنے رب سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔

اور حضرت علی مرتضیٰؓ نے فقیہ کی تعریف اس طرح فرمائی: اِنَّ الْفَقِیْہَ حَقُّ الْفَقِیْہِ مَنْ لَّمْ یقنط النَّاسَ مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ وَلَمْ یرخص لَھُمْ فِیْ مَعَاصِی اللّٰہِ تَعَالٰی وَلَمْ یومِنُھُمْ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلَمْ یَدَعِ الْقُرْاٰنَ رَغْبَۃ عَنْہُ اِلٰی غَیْرِہٖ اِنَّہ' لَا خَیْرَ فِیْ عِبَادَۃٍ لَا فِقْہَ فِیْہِ وَلَا قِرَاءَ ۃٍ لَا تُدَبَّرَ فِیْہِ (قرطبی)

ترجمہ: فقیہ مکمل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ کرے اور ان کو گناہوں کی رخصت بھی نہ دے اور ان کو اللہ کے عذاب سے مطمئن بھی نہ کرے اور قرآن کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز کی طرف رغبت نہ کرے (اور فرمایا) اس عبارت میں کوئی خیر نہیں جو بے علم کے ہو اور اس علم میں کوئی خیر نہیں جو بے فقہ یعنی بے سمجھ بوجھ کے ہو اور اس قرأت میں کوئی خیر نہیں جو بغیر تدبر کے ہو۔

مذکورہ تصریحات سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ بہت سے علماء کو دیکھا جاتا ہے کہ ان میں خدا کا خوف وخشیت نہیں، کیونکہ تصریحاتِ بالا سے معلوم ہوا کہ اللہ کے

نزدیک صرف عربی جاننے کا نام علم اور جاننے والے کا نام عالم نہیں ہے، جس میں خشیت نہ ہو وہ قرآن کی اصطلاح میں عالم ہی نہیں۔ البتہ خشیت کبھی صرف اعتقادی اور عقلی ہوتی ہے جس کی وجہ سے آدمی بہ تکلف احکامِ شرعیہ کا پابند ہوتا ہے اور کبھی یہ خشیت حالی اور کیفیتِ راسخہ کے درجہ میں ہوجاتی ہے جس میں اتباعِ شریعت ایک تقاضائے طبیعت بن جاتا ہے۔ خشیت کا پہلا درجہ مامور بہ اور عالم کے لئے ضروری ہے، دوسرا درجہ افضل واعلیٰ ہے ضروری نہیں۔ (معارف القرآن۔ جلد ہفتم)

علماء کی فضیلت:

۲) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○ (آل عمران۔۱۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کی گواہی دی ہے کہ بجز اس کے کوئی معبود نہیں ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ کارخانۂ عالم کا انتظام کرنے والا ہے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی اسی بات کی گواہی دی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی زبردست ہے اور ساری حکمتوں کا جاننے والا ہے۔

سابقہ آیات میں توحید کا بیان ہوا ہے، مذکورہ آیتوں میں سے پہلی آیت میں بھی توحید کا مضمون ایک خاص انداز سے بیان فرمایا گیا ہے کہ اس پر تین شہادتوں کا ذکر ہے، ایک خود اللہ جل شانہ کی شہادت، دوسرے اس کے فرشتوں کی، تیسرے اہلِ علم کی۔

تیسری شہادت اہلِ علم کی ہے کہ اہلِ علم سے مراد انبیائے کرامؑ اور عام علمائے اسلام ہیں۔اسی لئے امام غزالیؒ اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس میں علماء کی بڑی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کو اپنی اور اپنے فرشتوں کی شہادت کے ساتھ ذکر فرمایا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اہلِ علم سے مطلق وہ لوگ مراد ہوں جو علمی اصول پر صحیح نظر کر کے یا کائناتِ عالم میں غور وفکر کر کے حق جل وعلا شانہ کی وحدانیت کا علم حاصل کرسکیں، اگرچہ وہ ضابطہ کے عالم نہ ہوں۔ (معارف القرآن بلفظہ۔جلد دوم)

۳) وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ٥ (العنکبوت۔۴۳)

ترجمہ: اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کیا کرتے ہیں مگر ان مثالوں کو اہلِ علم ہی سمجھا کرتے ہیں۔

مشرکین کے خداؤں کی کمزوری کی مثال مکڑی کے جالے سے دینے کے بعد یہ اشارہ فرمایا کہ ہم ایسی ایسی واضح مثالوں سے توحید کی حقیت کا بیان کرتے ہیں، مگر ان مثالوں سے بھی سمجھ بوجھ علمائے دین ہی حاصل کرتے ہیں، دوسرے لوگ تدبر اور غور وفکر ہی نہیں کرتے کہ حق ان پر واضح ہوجائے۔

اللہ کے نزدیک عالم کون ہے؟

امام بغویؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس آیت (وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ۔۔۔۔) کی تلاوت فرما کر فرمایا کہ عالم وہی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام میں غور وفکر کرے اور اس کی اطاعت پر عمل کرے اور

اس کو ناراض کرنے والے کاموں سے بچے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کے محض الفاظ سمجھ لینے سے اللہ کے نزدیک کوئی شخص عالم نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن میں تدبر اور غور وفکر کی عادت نہ ڈالے اور جب تک کہ اپنے علم کو قرآن کے مطابق نہ بنائے۔

مسندِ احمد میں حضرت عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار امثال سیکھی ہیں۔ ابنِ کثیرؒ اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ حضرت عمرو بن عاص ؓ کی بہت بڑی فضیلت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مذکورہ میں عالم انہی کو فرمایا ہے جو اللہ اور رسول کی بیان کردہ امثال کو سمجھیں اور حضرت عمرو بن مرہؓ نے فرمایا کہ جب میں قرآن کی کسی آیت پر پہنچتا ہوں جو میری سمجھ میں نہ آئے تو مجھے بڑا غم ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ٥ (معارف القرآن بلفظہ۔ جلد ششم)

اہلِ علم متاعِ دنیا کو مقصودِ زندگی نہیں بناتے:

۴) وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ٥ (القصص۔۸۰)

ترجمہ: اور جن لوگوں کو صحیح علم وفہم عطا کیا گیا تھا انہوں نے فرمایا کہ اے دنیا کے طالبو تم پر افسوس ہے اللہ تعالیٰ کا وہ ثواب بدرجہا بہتر ہے جو اس کی بارگاہ سے ایسے شخص کو ملتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتا رہے اور یہ مرتبہ سوائے ثابت قدم

رہنے والوں کے کسی اور کو میسر نہیں ہوا کرتا۔

(مندرجہ بالا آیت قارون کی دولت کو دیکھ کر حسرت کرنے والوں کے بارے میں اہلِ علم کی زبانی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہے)

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ الآية، اس آیت میں الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ، یعنی علماء کا مقابلہ الّـذین یریدون الحیٰوۃ الدّنیا (جو لوگ دنیاوی زندگی کی دولت چاہتے ہیں) سے کیا گیا ہے۔ جس میں واضح اشارہ اس طرف ہے کہ متاعِ دنیا کا ارادہ اور اس کو مقصود بنانا اہلِ علم کا کام نہیں، اہلِ علم کی نظر ہمیشہ آخرت کے دائمی فائدہ پر رہتی ہے، متاعِ دنیا کو بقدرِ ضرورت حاصل کرتے ہیں اور اسی پر قناعت کرتے ہیں۔ (معارف القرآن بلفظہ۔ جلد ششم)

جو علم خدا کے خوف سے نہ رلائے وہ غیر نافع ہے:

۵) قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْلَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا o وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا o وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا o (بنی اسرائیل۔۱۰۹-۱۰۷)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ تم اس قرآن پر خواہ ایمان لاؤ یا نہ لاؤ جن لوگوں کو قرآن سے پہلے آسمانی کتابوں کا علم دیا گیا تھا ان کا حال یہ ہے کہ جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر ہی رہتا ہے اور وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے

ہوئے گرتے ہیں اور قرآن کا سننا ان میں خشوع اور عاجزی کو بڑھا دیتا ہے۔

آج سب سے بڑی مصیبت جو مسلمانوں پر پڑی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں خدا کے خوف سے رونے والے بہت کم رہ گئے ہیں۔صاحبِ روح المعانی اس موقع پر خدا کے خوف سے رونے کے فضائل کی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وينبغي ان يكون ذٰلك حال العلماء یعنی علمائے دین کا یہی حال ہونا چاہیئے کیونکہ ابن جریر ابن منذر وغیرہ نے عبدالاعلیٰ تیمیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: ''جس شخص کو صرف ایسا علم ملا ہو جو اس کو رلاتا نہیں تو سمجھ لو کہ اس کو علمِ نافع نہیں ملا''۔ (معارف القرآن بلفظہ۔جلد پنجم)

ایمان والوں میں جو صاحبِ علم ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرے گا:

٦) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قِيۡلَ لَـكُمۡ تَفَسَّحُوۡا فِى الۡمَجٰلِسِ فَافۡسَحُوۡا يَفۡسَحِ اللّٰهُ لَـكُمۡ‌ۚ وَاِذَا قِيۡلَ انْشُزُوۡا فَانْشُزُوۡا يَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ۙ وَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ‌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ‏ ○ (المجادلہ۔۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں جگہ کشادہ کردو تو جگہ کھول دیا کرو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی کردے گا اور جب تم سے کہا جائے کہ کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو اللہ تعالیٰ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے اور ان لوگوں کے جن کو علم عطا کیا گیا ہے درجے بلند کردے گا اور جو کچھ تم

کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جاوے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں یا اولی الامر یا واجب الاطاعت لوگوں میں سے کوئی کہے) کہ مجلس میں جگہ کھول دو (جس میں آنے والے کو بھی جگہ مل جائے) تو تم جگہ کھول دیا کرو (اور آنے والے کو جگہ دے دیا کرو) اللہ تعالیٰ تم کو (جنت میں) کھلی جگہ دے گا۔ اور جب (کسی ضرورت سے) یہ کہا جاوے کہ (مجلس سے) اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو (خواہ اٹھنے کے لئے اس غرض سے کہا جاوے کہ آنے والے کے لئے جگہ کھل جائے اور خواہ اس وجہ سے کہا جاوے کہ صدر مجلس کو اس وقت کسی مصلحت، مشورۂ خاص یا کسی ضرورتِ آرام یا عبادت وغیرہ سے تنہائی کی ضرورت ہو جو بغیر تنہائی کے مطلقاً حاصل نہ ہو سکیں یا کامل نہ ہو سکیں، بس صدر مجلس کے کھڑے ہونے کے حکم سے اٹھ جانا چاہئیے اور یہ حکم غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی عام ہے۔ کذا فی الروح، پس صاحب مجلس کو ضرورت کے وقت اس کی اجازت ہے کہ کسی شخص کو اٹھ جانے کے لئے کہہ دے۔ البتہ آنے والے کو نہ چاہئیے کہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھ جائے جیسا کہ حدیث میں ہے (رواہ الشیخان) غرض حکم یہ دیا گیا کہ صدر مجلس کے کہنے سے اٹھ جایا کرو۔ اللہ تعالیٰ (اس حکم کی اطاعت سے) تم میں ایمان والوں کے اور (ایمان والوں میں) ان لوگوں کے (اور زیادہ) جن کو علم (دین) عطا ہوا ہے (اخروی) درجے بلند کرے گا۔ (معارف القرآن بلفظہ۔ جلد ہشتم)

ایمان والوں کو یہود ونصاریٰ کے علماء کے طرزِ عمل سے تنبیہ:

۷) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍۙ (التوبہ۔۳۴)

ترجمہ: اے ایمان والو بے شک اہلِ کتاب کے اکثر علماء اور مشائخ لوگوں کے مال ناحق طریقہ سے کھاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس سونے چاندی کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اے پیغمبر آپ انہیں ایک دردناک عذاب کی خبر دیجئے۔

اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ یہود ونصاریٰ کے بہت سے علماء ومشائخ کا یہ حال ہے کہ باطل طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور اللہ کے سیدھے راستہ سے ان کو روکتے ہیں۔ یہود ونصاریٰ کے اکثر علماء ومشائخ کا یہی حال تھا اور ایسے حالات میں عام طور پر کہنے والے سبھی کو برا کہا کرتے ہیں لیکن قرآن کریم نے اس جگہ لفظ كَثِیْرًا کا اضافہ کر کے مسلمانوں کو دشمنوں کے معاملہ میں بھی احتیاطِ کلام کی تلقین فرمادی کہ یہ حال سب لوگوں کی طرف منسوب نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ ان میں بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں۔ ان کی گمراہی یہ بتلائی گئی کہ وہ لوگوں کے اموال باطل طریقہ سے کھاتے ہیں، باطل طریقہ سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ بعض اوقات ان لوگوں سے پیسے لے کر حکمِ تورات کے خلاف فتویٰ دے دیتے تھے اور بعض اوقات

احکامِ الٰہی میں اخفاء اور تلبیس سے کام لیتے تھے۔اس پر مزید ان کی یہ گمراہی بتلائی گئی کہ یہ کم بخت صرف خود ہی گمراہ نہیں بلکہ دوسرے طالبانِ رشد و ہدایت کو اللہ کے راستہ سے روکنے کا سبب بھی ہیں، کیونکہ جب لوگ اپنے مقتداؤں کو ایسے کام کرتے دیکھیں تو ان میں بھی جذبۂ حق پرستی مرجاتا ہے۔اس کے علاوہ ان کے غلط فتووں کی بنیاد پر وہ گمراہی اور غلطی ہی کو صواب وصحیح سمجھنے لگتے ہیں۔

یہود ونصاریٰ کے علماء ومشائخ کی یہ بیماری کہ پیسوں کے لالچ میں غلط فتویٰ دے دیں چونکہ حبِ مال اور حرصِ دنیا کی وجہ سے پیدا ہوتی تھی۔اس لئے آیت مذکورہ میں حب مال کے اندر غلو کے نتائج بد اور عذابِ الیم کا بیان اور اس بیماری سے حاصل کرنے کا طریقہ ذکر کیا گیا ہے، ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ یعنی جولوگ سونے چاندی کو جمع کرتے رہتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو عذابِ دردناک کی خوش خبری سنا دیجئے۔ (معارف القرآن بلفظہ۔جلد چہارم)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کو نفع بخش علم عطا فرمائے اور علم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۵) حرام کردہ اشیاء کے استعمال کے حدود

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ٥ (البقرہ۔۱۷۳)

صدق اللّٰه العظيم وصدق رسوله الكريم ونحن علٰى ذٰلك من الشهدين والشكرين۔

ترجمہ: اللہ نے تم پر حرام کیا ہے مردار جانور، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جو غیر اللہ کے نامزد کیا گیا ہو اس پر بھی اگر کوئی شخص بے بس ہو جائے نہ تو وہ طالبِ لذت ہو، نہ حد سے بڑھنے والا ہو اگر کچھ استعمال کر لے تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حرام کردہ چیزوں کی کسی قدر تفصیل سورۂ مائدہ کی آیت نمبر تین میں بیان کی گئی ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

دِیۡنِکُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡھُمۡ وَاخۡشَوۡنِ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا فَمَنِ اضۡطُرَّ فِیۡ مَخۡمَصَۃٍ غَیۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ○ (المائدہ۔۳)

ترجمہ: حرام کردیا گیا ہے تم پر مردار جانور، بہتا ہوا خون،سور کا گوشت اور غیر اللہ کے نامزد کیا ہوا جانور اور جو گلا گھٹنے سے مرجائے، چوٹ سے مرجائے یا بلندی سے گر کر مرجائے جو کوئی کسی جانور کے سینگ مارنے سے مرجائے یا جو کسی درندے کے کھانے سے مرجائے مگر یہ کہ تم نے اس کو زندہ پکڑ کر ذبح کیا ہو اور وہ جانور جو بتوں کے تھان پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ بھی حرام ہے کہ تم فال کے تیروں سے تقسیم کرو یہ سب گناہ کے کام ہیں۔ آج کافر تمہارے دین سے بالکل مایوس ہو چکے ہیں لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور میں نے اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور میں نے اسلام کو تمہارے لئے دین کی حیثیت سے پسند کرلیا پھر جو کوئی بھوک سے مجبور ہو جائے بشرطیکہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو (اگر حرام کھالے) تو بے شک اللہ بڑا بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے وہ یا تو انسان کے جسم کے لئے مضر ہیں یا اس کے اخلاق اور روح کے لئے مضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ چونکہ انسانوں کا خالق اور مالک ہے اور انسان کو پیش آنے والی ناگہانی ضرورتوں سے بھی واقف ہے

لہٰذا اس نے چند شرائط کے ساتھ ان حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت دی ہے۔

۱) اضطرار و مجبوری: شریعت میں مضطر اس کو کہا جائے گا جس کی جان خطرہ میں ہو، معمولی تکلیف یا ضرورت کے باعث مضطر نہیں کہا جا سکتا۔ جو شخص ایسی حالت میں پہنچ چکا ہے کہ اگر نہ کھائے گا تو جان جاتی رہے گی۔

۲) دوسری شرط یہ ہے کہ لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔

۳) تیسری شرط یہ ہے کہ عادٍ یعنی اتنی مقدار میں استعمال کرے جو جان بچانے کے لئے کافی ہو، پیٹ بھر کھانا یا قدرِ ضرورت سے بڑھ کر کھانا اس وقت بھی حرام ہے۔

اہم نکتہ:

اضطرار کی حالت میں حرام چیزوں کے کھانے کو حلال نہیں فرمایا گیا ہے بلکہ لَا اِثْمَ عَلَیْہِ فرمایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں تو اب بھی اپنی جگہ حرام ہی ہیں مگر اس کھانے والے سے بوجہ اضطرار کے استعمالِ حرام کا گناہ معاف کر دیا گیا۔ حلال ہو جانے اور گناہ معاف کر دینے میں بڑا فرق ہے۔ اگر اضطراری حالت میں ان چیزوں کو حلال کر دینا مقصود ہوتا تو حرمت سے صرف استثناء کر دینا کافی ہوتا مگر یہاں صرف استثناء پر اکتفاء کر دینے کے بجائے لَا اِثْمَ عَلَیْہِ کا اضافہ فرما کر اس نکتہ کی طرف اشارہ کر دیا کہ حرام تو اپنی جگہ حرام ہی ہے اور اس کا استعمال گناہ ہی ہے مگر مضطر سے یہ گناہ معاف کر دیا گیا۔

حالتِ اضطرار کو سمجھنے کا آسان کلیہ مریض کو خون دینا ہے۔

عام طور پر حادثات میں اور آپریشن کے وقت مریضوں کو خون دینے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔اس کے لئے ''خون کا عطیہ دے کر انسانی جانوں کو بچاؤ'' کے کیمپ عوام میں اور مختلف اداروں میں منعقد کئے جاتے رہتے ہیں اور ہر کس وناکس کو خون دینے کی ترغیب دی جاتی ہے۔انسان کے جسم میں پانچ لیٹر خون گردش کرتا رہتا ہے جو جسم کے ہر عضو کو غذا اور آکسیجن پہنچانے کا کام کرتا رہتا ہے۔جس عضو کو متعد بہ وقت خون نہ پہنچے وہ مردہ ہوجاتا ہے۔اگر خدانخواستہ جسم کا ایک تہائی خون کسی حادثہ میں بہہ جائے تو فوراً خون کی تلافی کرنی پڑے گی ورنہ آدمی کی جان خطرہ میں پڑ جائے گی۔اس طرح کسی آپریشن کے وقت بدن میں خون کی کمی ہونے یا خون بہہ جانے کی وجہ سے ایک تہائی کم ہوجائے تو اس وقت بھی خون دینے کی ضرورت پڑتی ہے۔

کسی بیماری کی وجہ سے یا غذا کی کمی کی وجہ سے اگر خون کم ہوگیا ہے تو مختلف دواؤں کی مدد سے جسم میں خون پیدا کیا جاسکتا ہے۔ عام طور پر خون دینے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اِلَّا یہ کہ جسم میں صرف ایک تہائی خون رہ جائے۔

حادثہ کے وقت یا آپریشن کے موقع پر اتنا خون دیا جاتا ہے جو پانچ لیٹر سے زیادہ نہ ہونے پائے ورنہ خون کی زیادتی آدمی کے دل پر بوجھ بن کر دل کی ناکامی (Heart Failure) کا سبب بن سکتی ہے۔ان سب حقائق کو پیشِ نظر رکھ کر ہی

مریض کو خون دیا جاتا ہے۔

خون کا عطیہ دینے اور مریض کو خون چڑھانے کے واقعات اکثر و بیشتر پیش آتے ہیں جس سے عام لوگ واقف ہیں۔ اس مثال کو سامنے رکھ کر دیگر حرام اشیاء کے استعمال کے لئے ایک کلیہ بنایا جاسکتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں حرام اشیاء کے استعمال کے لئے پانچ شرائط بیان کئے ہیں:

۱) حالت اضطرار کی ہو یعنی جان کا خطرہ ہو۔

۲) دوسری کوئی حلال دوا کارگر نہ ہو یا موجود نہ ہو۔

۳) اس دوا سے مرض کا ازالہ عادۃً یقینی ہو۔

۴) اس کے استعمال سے لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔

۵) قدر ضرورت سے زائد اس کو استعمال نہ کیا جائے۔

اسلام چونکہ اللہ کا دائمی دین ہے اس میں قیامت تک کے لئے زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے دین کو کامل اور مکمل کر دیا اور شریعت کی نعمت تمام کر دی اور اسی اسلامی طرزِ زندگی کو اس کی رضا حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ علیم و خبیر ہے، سائنس اور تمدن کی ترقی کی وجہ سے زندگی کے جو مسائل پیش آنے والے ہیں اس کا حل بھی اس دین میں رکھ دیا ہے۔

حرام چیزوں کے استعمال کے لئے کسی متقی عالم سے دریافت کرلینا بہتر ہے۔

۱) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کرلیا اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوگیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوع چراگاہ کے گرد اپنے جانور چراتا ہے اور ہر وقت اس بات کا امکان ہے کہ اس کے جانور اس ممنوع چراگاہ میں گھس جائیں۔ جان لو کہ ہر بادشاہ کی ایک ممنوع چراگاہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ممنوع چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں جان لو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہوجاتا ہے تو سارا جسم درست ہوجاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم

بگڑ جاتا ہے۔خوب سن لو کہ وہ انسان کا دل ہے۔

اگر نفس کا تزکیہ اور قلب کا تصفیہ ہوا ہو تو اختلافات کی الجھنوں میں یہ بہترین رہنما ثابت ہو سکتے ہیں جیسا کہ درج ذیل حدیث سے اشارہ ملتا ہے۔

۲) عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ یَا وَابِصَةُ جِئْتَ تَسْئَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَجَمَعَ اَصَابِعَه' فَضَرَبَ بِهَا صَدْرَہ' وَقَالَ اسْتَفْتِ نَفْسَكَ وَاسْتَفْتِ قَلْبَكَ ثَلَاثًا اَلْبِرُّ مَااطْمَاَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَاَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِی النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِی الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ (مشکوۃ)

ترجمہ: حضرت وابصہ بن معبدؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے یہ فرمایا کہ اے وابصہ تم یہ پوچھنے آئے ہو کہ نیکی کیا ہے اور گناہ کیا ہے تو میں نے کہا جی ہاں پھر آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں اکھٹا کر کے میرے سینے پر مار کر فرمایا کہ فتویٰ اپنے نفس سے پوچھو اور فتویٰ اپنے دل سے پوچھو تین مرتبہ آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی۔نیکی وہ چیز ہے جس سے تمہارا نفس قرار پکڑے اور دل کو اطمینان ہو اور گناہ وہ ہے جو نفس میں چبھے اور دل میں تردد کرے چاہے لوگ اس کے جائز ہونے کا فتویٰ کیوں نہ دیں۔

جگر مرادابادی نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:۔

کامل رہبر قاتل رہزن　　دل سا دوست نہ دل سا دشمن

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حرام اور حلال میں تمیز کرنے اور حلال

چیزوں پر اکتفاء کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر طرح کی حرام چیزوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۶) تزکیۂ نفس کی اہمیت (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسہ میں شولا پور کا بیان)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ وَذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ○ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ○ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ○

(الاعلیٰ۔۱۹-۱۴)

صدق اللّٰه العظيم وصدق رسوله الكريم ونحن علٰى ذٰلك من الشهدين والشكرين۔

ترجمہ: یقیناً وہ شخص فلاح پا گیا جو پاک ہوا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا بلکہ (اے انکار کرنے والو) تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ بلاشبہ یہی مضامین پہلے صحیفوں میں موجود ہیں، ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔

۲) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ○ (الشمس۔۱۰،۹)

ترجمہ: بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کرایا اور وہ شخص نامراد ہوا جس نے اپنے نفس کو گناہوں میں دبا دیا۔

تزکیۂ نفس کے تعلق سے آپ نے سورۂ اعلیٰ اور سورۂ شمس کی آیتیں سنیں، دونوں مقام کی آیتوں میں یہی بات کہی جارہی ہے کہ جو نفس کو پاک کرائے گا اور جس کا نفس پاک ہوجائے گا وہ فلاح سے ہم کنار ہوگا اور جو نفس کو برائیوں میں دبا دے گا وہ ناکام ونامراد ہوگا۔ محترم سامعین کون فلاح اور کامیابی نہیں چاہتا؟ کون ناکام ونامراد ہونا چاہتا ہے؟ اس لحاظ سے یہ مضمون بہت اہم ہے اور ہر ایک کو یہ جاننا ضروری ہے کہ فلاح کیا ہے اور کس طرح حاصل ہوتی ہے اور ناکامی کیا ہے اور آدمی کس طرح غلفت کی وجہ سے اس کا شکار ہوجاتا ہے۔ افسوس کہ ایسے اہم مضمون کے لئے جو وقت دیا گیا ہے وہ صرف ایک گھنٹہ ہے۔ مفصل گفتگو کے بجائے میں صرف اشارات ہی پر اکتفاء کروں گا۔ ہمارے حضرت مولانا ابوالکلام قاسمی صاحب، امامِ مسجدِ ھٰذا اس مضمون کی وقتاً فوقتاً تشریح فرماتے رہیں گے۔

تزکیہ کا لفظ زَکَوَ (ن) زَکَا سے نکلا ہے جس کے معنی بڑھنے اور نیک ہونے کے ہیں۔ لفظ تزَکّٰی فعلِ لازم ہے جس کے معنی پاک ہونے کے ہیں اور لفظ زَکّٰی فعلِ متعدی ہے جس کے معنی پاک کرنے کے ہیں۔ سورۂ اعلیٰ کی آیتوں میں جو مضمون بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص عقائدِ باطلہ سے اور اخلاقِ رذیلہ سے اپنے آپ کو پاک کرے گا اور اپنے رب کا نام لیتا رہے گا اور نماز پڑھتا رہے گا وہ فلاح سے ہم کنار ہوگا۔ سورۂ شمس میں سات مختلف چیزوں کی سورج اور اس کی دھوپ، چاند جو سورج کے پیچھے آئے، دن جو اس کو روشن کرے، رات جو اس کو

ڈھانپ لے، آسمان جیسے کہ اس کو بنایا ہے، زمین جیسا کہ اس کو پھیلایا ہے، نفسِ انسانی جیسا کہ اس کو ٹھیک بنایا ہے پھر اس کو نیکی اور بدی الہام کی ہے قسمیں کھا کر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ فلاح پا گیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاک کرایا اور نا کام ہوا وہ جس نے اپنے نفس کو برائیوں میں دھنسا دیا۔ سورۂ اعلیٰ میں اور سورۂ شمس دونوں میں تزکیہ پر جو فلاح کا وعدہ کیا گیا ہے وہ زمانۂ ماضی کے صیغہ میں ہے جو بالکل یقینی ہے۔

ایمان لانے والوں کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کے فرائض:

قرآن کریم میں چار مقامات پر یہ فریضہ بیان کیا گیا ہے۔

۱) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ O (آل عمران۔۱۶۴)

ترجمہ: درحقیقت اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر بہت بڑا احسان کیا کہ انہی میں سے ایک ایسا رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات تلاوت کرکے سناتا ہے اور ان کے نفس کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بلاشبہ اس رسول کی آمد سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

۲) كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ O (البقرہ۔۱۵۱)

ترجمہ: اس طرح ہم نے تم پر احسان کیا کہ تم لوگوں میں تمہارے اندر سے ایک رسول کو بھیجا جو ہماری آیات تم کو پڑھ کر سناتا ہے تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تم کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تم کو وہ چیزیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

۳) هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍo (الجمعہ۔۲)

ترجمہ: وہی ہے جس نے امیوں میں ایک رسول کو بھیجا جو ان پر (اللہ تعالیٰ کی) آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے اور حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

حضرت ابراہیمؑ نے تعمیرِ کعبہ کے وقت درج ذیل دعا کی:

۴) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُo (البقرہ۔۱۲۹)

ترجمہ: اے ہمارے رب ان میں سے ایک ایسا رسول مبعوث کیجئے جو انہیں میں سے ہو جو ان پر تیری آیات تلاوت کرے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے بے شک تو بہت زبردست ہے اور سب حکمتوں کا جاننے والا ہے۔

ان چار آیات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار فرائضِ رسالت بیان کئے گئے ہیں:

۱) تلاوت آیات، ۲) کتاب کی تعلیم، ۳) حکمت کی تعلیم اور ۴) نفوس کا تزکیہ

اگر پہلے تین فرائض کو تزکیۂ نفس کے مقصد سے انجام نہ دیا جائے تو وہ بے معنی اور عبث رہ جائیں گے۔ آدمی اچھا حافظ بنے گا، اچھا قاری بنے گا، جید عالم بنے گا، ماہر مفتی بنے گا، اگر اس کے نفس کا تزکیہ نہیں ہوا ہے تو وہی سب سے بُرا رہے گا جیسا کہ مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فریضۂ رسالت میں اہم فریضہ انسانی نفوس کا تزکیہ ہی تھا۔ دین کی ذمہ داریوں کو وہی لوگ صحیح معنوں میں انجام دے سکتے ہیں جن کے نفوس کا تزکیہ ہوا ہے۔

فلاح اور خسران سے کیا مراد ہے؟

فلاح سے مراد کامیابی اور خسران سے مراد ناکامی ہے۔ قرآنِ حکیم تزکیۂ نفس پر جس فلاح کی ضمانت دیتا ہے وہ دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح اور کامرانی ہے اور تدسیۂ نفس پر (نفس کو برائی میں دھنسا دینے سے) جس خسران کی وعید سناتا ہے وہ دنیا اور آخرت دونوں کی ناکامی اور نامرادی ہے۔ چنانچہ سورۂ مومنون میں فرمایا گیا:

۱) قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ○ الَّذِیۡنَ هُمۡ فِیۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ ○ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ ○ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوۡنَ ○ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ ○ اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَیۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ ○ فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ ○ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رٰعُوۡنَ ○ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ عَلٰی صَلَوٰتِهِمۡ یُحَافِظُوۡنَ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡوٰرِثُوۡنَ ○ الَّذِیۡنَ یَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ○ (المومنون۔۱۱-۱)

ترجمہ: یقیناً ان ایمان والوں نے فلاح پائی ہے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور جو لغو (باتوں اور کاموں) سے دور رہتے ہیں۔ اور جو زکوۃ کے طریقہ پر عمل کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں لیکن اپنی بیویوں یا شرعی باندیوں سے تعلق رکھنے میں ان پر کوئی الزام نہیں۔ ہاں جو اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ شہوت پورا کرنے کا تلاش کریں گے وہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی نگہداشت کرنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ایسے ہی لوگ وارث ہوں گے جو میراث میں جنت الفردوس کو پائیں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

۲) وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ o تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ o (المومنون۔۱۰۴،۱۰۳)

ترجمہ: جن کے اعمال کا پلہ ہلکا ہوگا (کافر اور مشرک) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کرلیا اور یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ جہنم کی آگ ان کے چہروں کو جھلستی ہوگی اور اس میں ان کی شکلیں بگڑ جائیں گی۔

قرآن کی نظر میں حقیقی کامیابی تو یہ ہے کہ آدمی کو جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کردیا جائے اور اللہ کی مغفرت اور رضا کا مستحق بنے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان لوگوں کو دنیا کی کامیابی سے محروم رکھا جاتا ہے۔ بعض وقت ایمان والوں کو دنیاوی مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر اللہ پر ایمان اور رضائے الٰہی پر یقین کی وجہ

سے ان کے لئے ہر مصیبت آسان ہو جاتی ہے جیسے کہ کہا گیا ہے:۔

اے دل آن بہ کہ خراب از مئی گلگون باشی

بے زر و گنج بصد حشمت قارون باشی

(ائے دل یہ بہتر ہے کہ (محبت کی) شراب سے مست ہو جائے بغیر سونے اور خزانے کے قارون سے زیادہ بارعب ہو جائے)

اصل مُزکی اللہ تبارک وتعالیٰ ہیں:

۱) اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُزَکُّوْنَ اَنْفُسَھُمْ بَلِ اللّٰہُ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًاo (النساء۔۴۹)

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاکیزہ ٹھہراتے ہیں بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور ان پر تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

۲) وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ مَازَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَشَآءُ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌo (النور۔۲۱)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی کبھی پاک نہ ہوتا لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

جس طرح کسی بندہ کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مشیت ضروری ہے اسی طرح اللہ کی توفیق اور مشیت کے بغیر کوئی شخص اپنے نفس کا تزکیہ نہیں کرسکتا۔

اصل ہادی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس نے نبی اور کتاب کو ہدایت کا ذریعہ بنایا ہے اسی طرح اصل مزکی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس نے نبی ﷺ کو اور نائبینِ نبی ﷺ کو تزکیہ کا ذریعہ بنایا ہے۔

بغیر تزکیہ کے کوئی شخص جنت میں نہیں جائے گا۔

۱) اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ الۡکِتٰبِ وَیَشۡتَرُوۡنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا اُولٰٓئِکَ مَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیۡہِمۡ وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۝ (البقرہ۔۱۷۴)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اس چھپانے پر حقیر معاوضہ حاصل کرتے ہیں ایسے لوگ بس اور کچھ نہیں اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھرتے ہیں ایسے لوگوں سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ کلام کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو دردناک سزا ہوگی۔

۲) اِنَّ الَّذِیۡنَ یَشۡتَرُوۡنَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ وَاَیۡمَانِہِمۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ وَلَا یَنۡظُرُ اِلَیۡہِمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیۡہِمۡ وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۝ (آل عمران۔۷۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ سے عہد کر کے اس عہد کو اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر فروخت کر ڈالتے ہیں تو ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ نہ اس سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کو نگاہِ کرم سے دیکھے گا اور

نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہے۔

تزکیہ کے تین ارکان:

۱) عقائدوافکار کا تزکیہ ۲) اعمال کا تزکیہ ۳) اخلاق کا تزکیہ

تزکیہ میں سب سے اہم ترین رکن عقائدوافکار کا تزکیہ ہے۔ کفروشرک کے عقائد والا بندہ چاہے اس کے ساتھ کتنے ہی نیک اعمال واخلاق ہوں وہ جنت کا مستحق نہیں بنے گا بلکہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اوپر جو بات کہی گئی ہے کہ بغیر تزکیہ کے کوئی جنت میں نہیں جائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے اس دنیا کی زندگی میں اپنے عقائدوافکار کی اصلاح نہیں کی ہے عالمِ آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کو پاک قرار نہیں دیں گے، نہ اس کی طرف نگاہِ کرم کریں گے اور نہ اس سے کلام کریں گے، اس کے لئے ہمیشہ کا دردناک عذاب ہوگا۔ جن لوگوں نے عقائد کا تزکیہ کرلیا ہے مگر ساتھ ہی اعمال واخلاق کی کوتاہیاں ہیں، چاہے تو اللہ تعالیٰ معاف کرے گا یا اللہ کے رسول ﷺ کی شفاعت ہوگی یا چندروز جہنم میں بھیج کر انہیں پاک کرایا جائے گا گویا جہنم ان کے لئے غسل خانہ کی طرح ہے۔ یہ صرف انہی لوگوں کیلئے ہے جن کے عقائد صحیح ہیں۔ افسوس کہ مسلمان کہلانے والے مختلف گروہ ہیں جن کے عقائد کفروشرک سے داغدار ہوگئے ہیں۔ اہلِ تصوف نے وحدۃ الوجود کے عقیدہ کو اپنے طریق میں لاگھسایا جو دراصل ایک فلسفہ ہے۔ اس کو صحیح نہ سمجھنے کی وجہ سے ہزاروں لوگ گمراہی کا شکار ہوگئے۔ صحابہ کرامؓ کے دور میں خلافت کے مسئلہ میں اختلاف

ہوکر بہت سے گروہ ہو گئے بعدازاں ان گروہوں نے جو ابتداءً سیاسی فکر کے تھے اپنے موقف کے لئے دینی بنیادیں فراہم کیں اور اللہ کے رسول ﷺ کی پیش گوئی کہ اہلِ کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی پوری ہوئی۔ مزید آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں ایک ہی فرقہ ناجی ہے اور جنت میں جائے گا اور باقی سب جہنم میں جائیں گے! صحابہ کرامؓ کے دریافت کرنے پر کہ وہ کونسا فرقہ ہے جو ناجی اور جنتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔ یہ ہمارے اعظم ابوحنیفہؒ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے ایمان کی تعریف (Definition) پیش کی اور ایمان کے حدود اور اس کا دائرہ پیش کیا۔ جو ان حدود کے اندر ہے وہ دائرۂ اسلام میں ہے جو اس سے تجاوز کر گیا ہے وہ گمراہ فرقوں میں شامل ہوگیا ہے۔ ہمارا عقیدہ وہی ہونا چاہئیے جو اہل السنّت والجماعت کا ہے۔

اعمال کے تزکیہ میں سب سے اہم ترین بات یہ ہے کہ ہمارا ہر عمل شریعت اور سنت کے مطابق ہو اور وہ اللہ کو راضی اور خوش کرنے کے لئے ہو۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ اعمال میں لوگوں نے بہت سی نئی چیزیں ۔۔۔۔۔ محدثات اور بدعات داخل کر دیئے ہیں جس کی وجہ سے دین کی اصل شکل ہی بگڑ گئی ہے۔ ایک اذان ہی کو لیجئے کیا اللہ کے رسول ﷺ کے زمانہ میں اذان نہیں ہوئی؟ کیا اذان سے پہلے درودوسلام پڑھا جاتا تھا؟ اذان کے بعد بھی جو چیز پڑھنے کی ہے وہ سِرّی

طور پر پڑھنے کی ہے نہ کہ لاؤڈ اسپیکر میں ! اکثر مساجد میں نمازوں کے بعد جہری اور اجتماعی دعا کا جو معمول بنا ہوا ہے اس کا ثبوت اللہ کے رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ اور ائمۂ کرامؒ سے نہیں ہے۔ایصالِ ثواب کے جو طریقے فاتحہ کے نام سے نکالے گئے ہیں وہ تو بدترین قسم کی بدعات ہیں۔کسی کے انتقال پر جو رسوم منائی جاتی ہیں اس کا کوئی ثبوت شریعت سے نہیں ہے۔ بزرگوں کے مزارات پر صندل، عرس، غسالۂ شریف وغیرہ سب ایجادِ بندہ ہیں! جب تک ہمارا عمل سنت کے مطابق نہیں ہوگا قبول ہی نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر کوئی ثواب ملے گا۔اعمال کا تزکیہ یہ ہے کہ ہر عمل کو اللہ کو راضی کرنے کے لئے سنت کے مطابق انجام دیا جائے، نہ بڑھایا جائے اور نہ گھٹایا جائے۔

اخلاق میں اچھے صفات بھی ہیں اور برے صفات بھی ہیں۔کسی بزرگ نے درج ذیل دو رباعیوں میں اچھے اور برے اخلاق کی تفصیل جمع کی ہے:۔

(۱

خواہی کہ شوی بمنزلِ قربِ عظیم — نہ چیز بنفسِ خویش فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت و علم و یقین — تفویض و توکل و رضا و تسلیم

(اگر تو چاہے کہ قربِ الٰہی کی منزل پر مقیم ہو تو نو (۹) چیزوں کو اپنے دل میں تعلیم دے یعنی اپنے دل کو ان صفات سے آراستہ کر۔۱) صبر،۲) شکر،۳) قناعت، ۴) علم،۵) یقین،۶) تفویض،۷) توکل،۸) رضا اور ۹) تسلیم)

(۲

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ   وہ چیز بروں کن از درونِ سینہ

حرصِ امل و غضب و دروغ و غیبت   بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ

(اگر تو چاہے کہ تیرا دل آئینہ کی طرح صاف ہو جائے تو دس (۱۰) چیزوں کو اپنے دل سے نکال دے: ۱) حرص، ۲) امل، ۳) غضب، ۴) دروغ، ۵) غیبت، ۶) بخل، ۷) حسد، ۸) ریا، ۹) کبر، ۱۰) کینہ)

اللہ کے رسول ﷺ کے بعد نائبینِ رسول ﷺ کی طرف تزکیہ کے لئے رجوع کرنا چاہیئے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُو اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ٥ (التوبہ۔۱۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور مخلصین کی صحبت میں رہو۔

۲) وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥ (لقمٰن۔۱۵)

ترجمہ: اور اس شخص کی راہ چل جو میری طرف رجوع کیا ہوا ہے پھر تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے میں تم کو آگاہ کروں گا کہ تم کیا اعمال کیا کرتے تھے۔

تزکیہ فعلِ متعدی ہے اس کے لئے کسی مزکی (تزکیہ کرنے والے) سے تعلق رکھنا ضروری ہے۔ تزکیہ خود بخود نہیں ہوتا بلکہ تزکیہ کروانا پڑتا ہے۔ اللہ تبارک

وتعالیٰ نے آسمانی کتابیں تو چار نازل فرمائیں مگر انبیائے کرامؑ ایک لاکھ چوبیس ہزار مبعوث فرمائے۔ پہلے نبی کو مبعوث کیا پھر اس پر کتاب نازل کی۔

کورس تو صرف الفاظ ہی سکھاتے ہیں آدمی ہی آدمی کو بناتے ہیں

چونکہ تقریر کا وقت ختم ہو چکا ہے اب میں دعا پر اپنی بات کا اختتام کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں تزکیۂ نفس کی اہمیت کو سمجھنے اور نائبینِ رسول ﷺ سے اپنا تزکیہ کروانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۷) جلسۂ تقریبِ نکاح سے خطاب (بمقام باگل کوٹ)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ا وَّاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا o (النساء۔۱)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: اے انسانو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد اور عورتوں کو پھیلا دیا اور اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر ایک دوسرے سے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو اور قرابت کے تعلقات کو قطع کرنے سے پرہیز کرو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔

۲) یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ o (آل عمران۔۱۰۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

۳) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا o یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًاo

(الاحزاب۔۷۰،۷۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سیدھی اور سچی بات کہا کرو۔ اللہ تمہارے اعمال کو سنوار دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا اور جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی تو وہ بڑی کامیابی سے ہم کنار ہو گیا۔

محترم حاضرین جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ نکاح کی مبارک مجلس ہے اور اس ناچیز سے کچھ کہنے کی گزارش کی جارہی ہے تو میں نے خطبۂ نکاح میں پڑھی جانے والی چار آیتوں کی تلاوت کی ہے اور ان کا ترجمہ بھی آپ کو سنا دیا ہے۔ ان چار آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے چار مرتبہ تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ تقویٰ کے معنی بچنا اور پرہیز کرنا ہے، کسی ایک لفظ میں اگر دین کا خلاصہ اور مغز بیان کیا جاسکتا ہے تو وہ لفظ تقویٰ ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں اللہ سے ڈر کر اس کی نافرمانی سے بچنا اور اس کے احکام بجالانا تقویٰ ہے۔ ملا علی قاریؒ نے تقویٰ کے تین مراتب لکھے ہیں:

۱) تقویٰ کا سب سے پہلا درجہ شرک وکفر سے اجتناب کرنا ہے جیسے فرمایا {والزمھم کلمة التقوی} یعنی اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو شرک سے بچالیا توحید پر ڈال دیا۔

۲) تقویٰ کا دوسرا درجہ تمام کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنا ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک تقویٰ کے اس مرتبہ کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ صغائر سے بھی اجتناب کرے۔

۳) تقویٰ کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی ہر اس چیز کو ترک کردے جو توجہ الی اللہ سے رکاوٹ بنتی ہو، بلکہ یہ شخص اس درجہ میں ہو کہ دل کی پوری توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اس کے قلبی احساسات رحجانات اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز میں مشغول نہ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ سے تقویٰ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے یہ تعریف کی کہ تقویٰ کی حقیقت ایسی ہے کہ مثلاً ایک شخص ایسے راستہ سے گذر رہا ہے کہ جس کے دونوں طرف کانٹے دار جھاڑی ہے اور وہ اپنے جسم اور کپڑوں کو کانٹوں سے مسلسل بچا رہا ہے۔ اس طرح تقویٰ یہ ہے کہ زندگی کے معاملات میں حرام، ناجائز اور مشتبہ چیزوں سے بچ کر چلے۔ بعض احادیث سے تقویٰ کی تعریف اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ ''ان لا یراك مولاك حیث نهاك'' یعنی ظاہراً اور باطناً اپنا معاملہ اپنے رب کے ساتھ صاف رکھنے کا نام تقویٰ ہے۔ (توضیحات۔ شرح مشکوۃ)

تقویٰ کی اس سے بڑھ کر اور کیا اہمیت ہو سکتی ہے کہ ہدایت کا دارومدار ہی تقویٰ پر ہے۔ قرآنِ حکیم جو اللہ کی طرف سے ہدایت نامہ ہے اس سے ہدایت حاصل کرنے کی شرط ہی یہ رکھی گئی ہے کہ هدی للمتقین (ہدایت ہے متقی لوگوں کے لئے)۔ نتیجۃً جو لوگ تقویٰ اختیار نہیں کریں گے ہدایت سے محروم رہیں گے۔

قرآنِ کریم میں پچانوے (۹۵) مقامات پر اللہ سے ڈرنے کا حکم ہے اور لفظ متقین پینسٹھ (٦۵) مرتبہ آیا ہے۔قرآنِ کریم کی آیتیں شروع ہوتی ہیں تقویٰ کے حکم سے پھر درمیان میں تقویٰ کی تاکید کی جاتی ہے اور بعض آیتوں کا اختتام بھی تقویٰ کی وصیت پر ہی ہوتا ہے۔اس نکاح کے موقع پر خطبۂ نکاح سنا کر ہم سب لوگوں کو اور بالخصوص ہونے والے دلہا اور دلہن کو تقویٰ کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے۔خطبۂ نکاح تو سنت ہے لیکن سننا واجب ہے۔ اگر زوجین اللہ سے ڈرتے ہوئے شریعت کے احکام پر عمل کریں گے تو ان کے تعلقات خوش گوار ہوں گے اور زندگی پرسکون ہوگی ورنہ دنیا کی زندگی ہی میں جہنم کا مزہ چکھنا پڑے گا۔زوجین میں ناچاقیاں، طلاق، خلع ،تفریق ،آپس کے جھگڑے جو کورٹ کچہریوں تک پہنچ جاتے ہیں یہ سب تقویٰ اختیار نہ کرنے کی وجہ سے ہیں۔خطبۂ نکاح پڑھنے کو ہم نے صرف ایک رسم سمجھ لیا ہے کبھی کوشش ہی نہیں کی اس خطبہ کے ذریعہ ہم سے کس بات کا مطالبہ کیا جارہا ہے!

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ (مشکوۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہترین ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم میں سب سے بہترین ہوں۔

۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِیْمَ لَكَ عَلٰی طَرِیْقَةٍ فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ وَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورت (کی اصل اور بنیاد یعنی اس کی ماں حوّا) چونکہ (حضرت آدمؑ کی) پسلی سے پیدا کی گئی ہے (اس لئے وہ تمہارے لئے کسی ایک راہ پر ہرگز سیدھی نہ ہوگی) لہٰذا اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہو گے تو اس سے ٹیڑھے پن ہی کی حالت میں اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو (اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوگا کہ) تم اس سے توڑ ڈالو گے اس کا توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔

۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ مِنْ اَكْمَلِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومنین میں کامل ترین ایمان والا وہ شخص ہے جو خوش اخلاق ہے اور اپنے اہل وعیال پر مہربان ہے۔

۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ كُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ اَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

۵) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

شوہر کا اور بیوی کا مرتبہ اور مقام کیا ہے تفصیل میں جاننے کا موقع نہیں ہے۔ اس موقع پر میں ایک اہم بات کی طرف آپ لوگوں کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

نکاح کا بندھن کس طرح ٹوٹتا ہے؟

شریعت میں نکاح بالغ زوجین کے دو گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے۔ نکاح کے ٹوٹنے کی پانچ صورتیں ہیں۔

۱) طلاق ۲) خلع ۳) تفریق ۴) زوجین میں سے کسی ایک کی موت ۵) ارتداد۔

شریعت نے طلاق کا اختیار مرد کو دیا ہے، عورت شوہر سے خلع طلب کرسکتی ہے۔ دارالقضاء یا امارتِ شرعیہ اگر ہے تو انہیں زوجین میں تفریق کا اختیار رہے۔ زوجین میں کسی ایک کے انتقال کے بعد بھی نکاح کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ دونوں میں

سے کوئی ایک اگر دین سے پھر جاتا ہے تب بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔شاید یہ بات بہت کم لوگوں کے علم میں ہے۔

مسلمان مرد کا نکاح مسلمان عورت ہی سے ہوسکتا ہے، کسی غیر مذہب کی عورت سے نہیں ہوسکتا۔ شریعت میں اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے مگر چونکہ وہ حقیقی معنوں میں اہلِ کتاب نہیں ہیں اس لئے صحابہ کرامؓ نے اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح کو پسند نہیں کیا اور بعد کے علماء نے بھی اس کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا۔ اسلام میں نکاح کی بنیاد دین و ایمان ہے۔کبھی ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ غیر مسلم عورت مسلمان مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو پہلے اسے مسلمان بنایا جاتا ہے پھر اسے نکاح میں لایا جاتا ہے۔ ہماری خانقاہ میں دو تین واقعات اس طرح کے پیش آئے۔ یا اس کے برعکس غیر مذہب کا مرد مسلمان عورت سے نکاح کا خواہشمند ہے تو پہلے اس سے اسلام قبول کرایا جاتا ہے پھر نکاح کی کاروائی کی جاتی ہے۔مسلمان مرد کا نکاح غیر مسلم عورت سے یا مسلمان عورت کا غیر مسلم مرد سے نکاح حرام ہے۔کوئی مسلمان شخص کسی غیر مسلم عورت سے بغیر قبولِ اسلام کے نکاح کرتا ہے تو وہ تعلقات ناجائز ہیں، زنا کاری ہوتی ہے اور ہونے والی اولاد حرامی ہے۔ ایسے واقعات موجود ہیں کہ مرد اپنے مذہب پر چل رہا ہے اور عورت اپنے مذہب پر چل رہی ہے اور دونوں کی زندگی اسی طرح بسر ہو رہی ہے!

خدانخواستہ کوئی مسلمان مرد یا عورت اپنی زبان سے کفر کا کلمہ نکال دے تو

مرتد ہوجائیں گے اوران کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ ارتداد کے معنی دین سے پھر جانے کے ہیں۔ ارتداد کی ایک قسم وہ ہے کہ کوئی شخص علی الاعلان اسلام کوترک کرکے دوسرا مذہب قبول کرلیتا ہے۔ یہ صورت بہت کم پیش آتی ہے۔ اکثر پیش آنے والی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مسلمان معاشرے میں رہتے ہوئے اپنی جہالت اور بے دینی کی وجہ سے کفر کے کلمات نکالتا ہے۔ یہ صورتحال بہت عام ہے۔ کفر کے کلمات چاہے شوہر نکالے یا بیوی نکالے نکاح ٹوٹ جائے گا۔ قرآن اور احادیث میں جو باتیں ''قطعی الثبوت'' اور ''قطعی الدلالت'' ہیں ان کا انکارکرنے سے آدمی مرتد ہوجاتا ہے۔ ان قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت امور میں بعض وہ امور جن کا جاننا ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے ضروری ہے۔ جنہیں ''ضروریاتِ دین'' کہا جاتا ہے۔ جیسے دن میں پانچ وقت کی نمازیں، رمضان کے روزے، صاحبِ نصاب پر سال میں ایک مرتبہ زکوٰۃ، صاحبِ استطاعت پر زندگی میں ایک مرتبہ حج کا فرض ہونا اور چوری، زنا، شراب وغیرہ کا حرام ہونا۔ ہمارے نبی ﷺ کا آخری نبی ہونا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اگر ان باتوں میں کسی ایک بات کا بھی انکار کرے گا اگرچہ دوسری باتیں مانتا ہوتو بھی مرتد ہوجائے گا۔ ناواقفیت اور بے علمی ضروریاتِ دین کے معاملہ میں عذر نہیں بن سکتی۔ ضرویاتِ دین کے علاوہ جو قطعیات ہیں ان کے انکار پر فوری ارتداد کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ ایسے شخص کو سمجھایا جائے گا کہ دین میں ان چیزوں کا یہ مقام ہے اگر وہ مان لیا تو ٹھیک ہے اور اگر انکار کرے گا

تو کافر قرار دیا جائے گا۔ قطعی الثبوت اور قطع الدلالت امور میں صریح انکار کے علاوہ ان امور میں شک کرنا، استہزاء (مذاق) کرنا، توہین کرنے یا غلط تاویل کرنے سے بھی آدمی مرتد ہو جاتا ہے کیونکہ یہ سب کفر کے شعبے ہیں۔

شوہر اور بیوی کے تعلقات خواہ کتنے ہی خوش گوار کیوں نہ ہوں اور آپس میں کتنی ہی پیار و محبت سے زندگی گذار رہے ہوں اگر ان میں سے کسی ایک سے بھی کلمۂ کفر نکلے گا تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔ مثلاً بیوی نے شوہر کے ڈاڑھی رکھنے پر یہ کہا کہ مجھے ڈاڑھی پسند نہیں، تم ڈاڑھی منڈ وادو تو وہ مرتدہ ہوگئی اور نکاح ٹوٹ گیا۔ کسی بات میں جھگڑا ہو رہا تھا، شوہر سے کہا گیا کہ شریعت کا حکم تو اس طرح ہے تو اس نے کہہ دیا کہ میں شریعت کے حکم کو نہیں مانتا تو مرتد ہو گیا اور نکاح ٹوٹ گیا۔ کوئی ناگوار واقعہ پیش آ گیا یا کسی کا انتقال ہو گیا تو یہ کہنا کہ اللہ کو ایسا نہیں کرنا چاہئیے تھا، اللہ نے اچھا نہیں کیا، اللہ کے پاس رحم نہیں ہے تو ایسا کہنے والا مرتد ہو گیا۔ مبتلائے مصیبت شخص یہ کہے کہ اے اللہ یہ تیرا کیسا انصاف ہے، مجھ پر ظلم نہ کر تو مرتد ہو گیا۔ ایک نوجوان کا انتقال ہو گیا تو ایک بوڑھے حضرت جو قریب المرگ تھے تشریف لائے اور پسماندگان سے کہنے لگے کہ ہم سمجھے تھے کہ اللہ کے پاس رحم ہے آج معلوم ہوا کہ اس کے پاس بھی رحم نہیں ہے (نعوذ باللہ)۔ معاشرے میں پھیلے ہوئے ظلم و جور کو دیکھ کر ایک شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ کے پاس انصاف ہوتا تو یہ سب کیوں ہوتا تھا تو مرتد ہو گیا۔ کسی نبی یا رسول یا فرشتہ کی توہین کرنے پر بھی مرتد ہو جائے گا۔ جھگڑوں میں

عام طور پر قرآنِ کریم کی قسم کھانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے ایسا ہی مطالبہ کسی سے کیا گیا تو اس نے جھٹ سے کہا کہ قرآن کیا ہے ایک چھاپا خانہ کی کتاب ہے۔ یہ کہنے پر وہ شخص مرتد ہو گیا۔ نماز کے متعلق کسی نے کہا کہ یہ اٹھک بیٹھک ہم سے نہیں ہوتی، رمضان کا مہینہ آنے پر کہا کہ بھاری مہمان آ گیا، گھر میں اناج رکھ کر کون بھوکا رہے گا، زکوٰۃ کے متعلق کہے کہ یہ بھی تو ایک ٹیکس ہی ہے، ایسی باتیں کہنے والا شخص مرتد ہو جائے گا۔ بغیر کسی شرعی سبب کے عالم سے بغض رکھنا بھی کفر کی بات ہے۔ تفصیل میں جانے کا موقع نہیں ہے عام طور پر پائی جانے والی چند باتوں کا میں نے ذکر کیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری (جس کو حضرت اورنگ زیب عالمگیریؒ نے تین سو علماء کی نگرانی میں لکھوایا تھا) کی ایک پوری جلد ارتداد کے متعلق ہے ہم سب کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ناچیز نے اپنی کتاب ''ایمان اور کفر'' میں اس کا خلاصہ لکھ دیا ہے۔ ضرور مطالعہ کریں۔ ازدواجی تعلقات کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں اپنا ایمان سنبھال کر رکھیں کسی ایک نے بھی کفر کا کلمہ نکال دیا تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔ نکاح کی شرعی حیثیت باقی رکھنے کے لئے خطبۂ نکاح میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو)

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

کفر اور ارتداد کے تعلق سے جب بیان کیا جاتا ہے تو اکثر لوگوں کو تعجب ہوتا ہے اور یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ یہ لوگ مسلمانوں کو کافر بنارہے ہیں۔ مسلمان کسی قوم یا خاندان میں پیدا ہونے سے نہیں ہوتا بلکہ صحیح عقیدہ رکھنے سے مسلمان ہوتا ہے۔ علمائے حق کفر وارتداد کے مسائل سے آگاہ کر کے مسلمانوں کو کافر بناتے نہیں بلکہ بتاتے ہیں اور کفر سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ارتداد کی وجہ سے نکاح ٹوٹ جائے تو کیا کرنا چاہئیے ؟

۱) تجدیدِ ایمان: کلمۂ طیبہ، ایمان مجمل اور مفصل سمجھ کر پڑھے اور اپنے ایمان کی تجدید کرے۔

۲) تجدیدِ نکاح: دو گواہوں کی موجودگی میں شوہر اور بیوی کم سے کم مہر تیس گرام (30 grams) چاندی (چاہے نقد ہو یا ادھار) پر ایجاب قبول کریں۔

لطیفہ:

ایک مجلس میں تجدیدِ نکاح کی بات سن کر ایک صاحب پریشان ہوئے اور دریافت کرنے لگے کہ کہاں سے شادی ہال بک کیا جائے، کہاں دعوت نامے پرنٹ کرائیں جائیں اور شہر بھر میں دعوتی پھرایا جائے! بھائیو! یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نکاح کی حقیقت دو گواہوں کی موجودگی میں مرد وعورت کا ایجاب قبول کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس نکاح کو خیر وبرکت والا اور دائمی رشتے والا

بنائے اور ہم سب کو مرتے دم تک ایمان واسلام پر قائم رکھے اور ہر طرح کے ارتداد
سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۸) دین کے مزاج کو سمجھنے کی ضرورت

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا o

(النساء۔۵۹)

صدق اللّٰه العظیم وصدق رسوله الکریم ونحن علٰی ذٰلك من الشٰھدین والشکرین۔

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں صاحبِ امر ہیں اگر تم کسی بات میں باہمی جھگڑنے لگو تو اس بات کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر واقعی تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو یہی طریقہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بہت اچھا ہے۔

گذشتہ سنیچر ہماری کتابوں کے اجراء کا جلسہ ہوا، اس کے بعد آج خانقاہ کی پہلی مجلس ہے۔ شاید آپ تمام لوگ شریک رہے ہوں گے۔ مقررینِ جلسہ سے آپ نے اس ناچیز کی ڈھیروں سی تعریف وتوصیف سنی۔ تعریف وتوصیف کی مستحق تو صرف ایک ذات اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے۔

جانور منہ کے راستہ سے موٹا ہوتا ہے اور انسان کان کے راستہ سے:

عارفِ رومیؒ نے اپنی مثنوی معنوی میں بڑی پتہ کی بات کہی ہے ؎

آدمی فربہ شود از رہ گوش   جانور فربہ شود از نا و نوش

جانور تو منہ کے راستہ سے یعنی خوب کھا پی کر موٹا ہوتا ہے اور انسان کان کے راستہ سے یعنی اپنی تعریف اور توصیف سن کر پھول جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اس ناچیز کو اس حالت سے محفوظ رکھا ہے۔ میں صرف ایک حق کا طالب اور دین کا طالبِ علم ہوں، اس سے بڑھ کر میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ع

من آنم کہ من دانم (میں کیا ہوں میں خوب جانتا ہوں)

اپنی تعریف سے آدمی خوش فہمی یا غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے۔ شاید وہ واقعہ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی موجودگی میں ایک شخص نے ایک صحابی کی ان کے سامنے تعریف کی تو اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں کیا فرمایا:

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ اَثْنٰی رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ وَیْلَکَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِیْکَ ثَلَاثًا مَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَۃَ فَلْیَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰہُ حَسِیْبُہٗ اِنْ کَانَ یُرٰی اَنَّہٗ کَذَالِکَ وَلَا یُزَکِّیْ عَلَی اللّٰہِ اَحَدًا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ کے موجودگی میں ایک آدمی نے ایک صحابی کے روبرو ان کی تعریف کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ افسوس ہے تم پر کہ تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی تین مرتبہ آپ ﷺ نے یہ

بات فرمائی۔ پھر فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص کسی کی تعریف کرنا ضروری سمجھے تو اس کو یوں کہنا چاہیئے کہ میں فلاں شخص کے بارہ میں یہ گمان رکھتا ہوں۔۔۔۔۔ جب کہ اس کی حقیقی حالت سے اللہ ہی واقف ہے اور وہی اس کے اعمال کا حساب لینے والا ہے۔ نیز تعریف کرنے والا یہ گمان رکھتا ہے کہ اس نے جس شخص کی تعریف کی ہے وہ واقعۃً ایسا ہی ہے تو اس صورت میں وہ خدا کی طرف سے کسی شخص پر جزم ویقین کے ساتھ حکم نہ لگائے۔

اپنی تعریف سن کر عموماً آدمی تکبر، خود پسندی اور عُجب میں مبتلا ہو جاتا ہے جو نفسِ انسانی کے خطرناک امراض ہیں اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کی گردن کاٹ دی۔ خود پسندی اور اعجابِ نفس کے متعلق اللہ کے رسول ﷺ نے جو تنبیہ فرمائی ہے ہر ایک کیلئے اس کا جاننا ضروری ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ثَلٰثٌ مُنْجِيَاتٌ وَثَلٰثٌ مُهْلِكَاتٌ فَاَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَتَوَى اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِی الرِّضٰى وَاسَّخَطِ وَالْقَصْدُ فِی الْغِنَا وَالْفَقْرِ وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًى مُتَّبَعٌ شُحٌّ مُتَاعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِیَ اَشَدُّهُنَّ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں (آخرت میں) نجات دلانے والی ہیں اور تین چیزیں (آخرت میں) ہلاک کرنے والی ہیں۔ نجات دلانے والی چیزوں میں سے ۱) ظاہر وباطن میں اللہ

سے ڈرنا، ۲) رضامندی ہو یا ناراضگی ہو ہر حال میں حق بات کہنا اور ۳) دولت مندی اور فقر دونوں حالتوں میں میانہ روی اختیار کرنا۔ اور تین چیزیں جو ہلاک کرنے والی ہیں ۱) خواہشِ نفس جس کی پیروی کی گئی، ۲) بخل وحرص جس کی فرمانبرداری کی گئی اور ۳) آدمی کا اپنے آپ کو نیک سمجھنا اور تینوں خصلتوں میں یہ بدترین خصلت ہے۔

جب کوئی شخص اپنے آپ کو اچھا سمجھنے لگتا ہے تو پھر اس کی اصلاح ہی رک گئی۔ خود پسندی کی وجہ سے اس کو اپنی کوئی برائی نظر ہی نہیں آتی تو اصلاح کیسے ہوگی؟ ادھر موصوف کے معتقدین اور متوسلین ان کے قول وفعل کو آخری حجت سمجھنے لگتے ہیں۔ جو آیت میں نے شروع میں تلاوت کی ہے آپ لوگوں کو متنبہ کرنے کے لئے کی ہے کہ اصل اطاعت تو اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ امیر کی اطاعت اسی حد تک ہے جب وہ کسی خلافِ شرع بات کا حکم نہ دے۔ علامہ ابنِ کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک واقعہ لکھا ہے: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو دشمنوں کی طرف روانہ کیا اور انصار کے ایک شخص کو ان پر امیر مقرر کیا، جب وہ لوگ سریہ میں گئے تو جس شخص کو امیر بنایا گیا تھا انہیں اپنے ساتھیوں پر کسی بات پر غصہ آگیا اور انہوں نے ان سے پوچھا کہ کیا اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں کیوں نہیں۔ اس امیر نے لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا پھر کہا آگ لے کر آؤ اور اس میں

آگ لگائی پھر ساتھیوں سے کہا کہ تم سب لوگ اس میں کود پڑو۔ایک نوجوان ساتھی نے ان سے کہا کہ تم لوگ تو دوزخ کی آگ سے بچنے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لائے ہو عجلت مت کرو جب تک اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھ نہ لو یہ کام مت کرو۔ پھر وہ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں آئے اور سارا واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ آگ میں داخل ہوتے تو تمہیں کبھی بھی نکلنا نصیب نہ ہوتا۔اطاعت صرف معروف باتوں میں کرنی ہے نہ کہ منکرات میں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِیْ مَا اَحَبَّ وَ کَرِہَ مَالَمْ یُؤْمَرْ بِمَعْصِیَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِیَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان مرد پر امیر کی بات سننا اور عمل کرنا فرض ہے چاہے وہ بات اس کی پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ، جب تک کسی معصیت (شریعت کی خلاف ورزی) کا حکم نہ دیا جائے۔ اگر معصیت کا حکم دیا جائے تو وہ بات ہرگز نہ سنی جائے گی اور نہ اس کی اطاعت کی جائے گی۔

دین کے علماء ہوں یا مشائخ یا سیاسی وسماجی معاملات کے امراء، ان کی بات اگر قرآن وسنتِ رسول ﷺ سے ٹکراتی ہے تو ہرگز ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔اس لئے آیت میں فرمایا گیا ہے کہ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی

اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (اگر تمہارے اور امراء کے درمیان تنازع ہو تو اس مسئلہ کو اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کی طرف لوٹا دو)۔ یہی ایمان کا تقاضہ ہے اور یہی صحیح طریقہ ہے اور اسی کا انجام بخیر ہوگا۔ جب سے امت میں شخصیتوں کے بارے میں غلو پیدا ہوگیا تو بے شمار گمراہیاں پھیل گئیں، ہمارے حضرت اس طرح فرماتے ہیں، ہمارے شیخ کا یہ کہنا ہے، فلاں بزرگ کا یہ قول ہے، فلاں مفتی صاحب کا یہ فتویٰ ہے، ان سب باتوں کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ پر پرکھ کر دیکھنا چاہیئے، اگر قرآن وسنت کے خلاف ہے تو اسے پتھر پر دے مارنا چاہیئے۔ شاید آپ لوگ حضرت عمرؓ کے مشہور واقعہ سے واقف ہوں گے کہ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ عورتوں کے بہت زیادہ مہر مت باندھو ورنہ میں بیت المال میں جمع کردوں گا۔ زیادہ مہر کوئی عزت اور بزرگی کی علامت نہیں ہے۔ ایک خاتون کھڑی ہوگئی اور کہا کہ اے عمر! آپ کو مہر پر پابندی لگانے کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا (اور اگر تم کسی بیوی کو ڈھیروں سامال بھی دے چکے ہو تو واپس مت لو)۔ حضرت عمرؓ کو تنبہ ہوا، فرمایا کہ ایک عورت نے عمر سے بحث کی اور مغلوب کردیا بے شک عورت کی بات صحیح نکلی اور عمر سے خطا ہوگئی۔

حضرت عمرؓ کا یہ واقعہ بھی مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے خطبہ کے دوران پوچھا کہ اگر میں راہِ راست سے ہٹ جاؤں گا تو تم کیا کروگے؟ ایک صحابی تلوار لے کر اٹھے اور کہا کہ ہم اس تلوار سے آپ کو سیدھا کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ

اللہ کا شکر ہے کہ میرے ساتھیوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو میری کجی کو درست کر سکتے ہیں اور میں اب ان شاء اللہ حق سے نہیں ہٹوں گا۔

امام الفقہاء حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مشہور مقولہ ہے کہ ہماری بات کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول پر پرکھ کر دیکھو، اگر اس کے مطابق نہ نکلے تو پتھر پر دے مارو۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی ذات معصوم عن الخطاء نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل ہمارے لئے حجت ہے۔ ہمارے ایک دوست جو ہمارے حضرت کے خلفاء میں سے ہیں یہ کہنے لگے کہ حضرت گنگوہیؒ سے غلطی ہی نہیں ہو سکتی! یہ مزعومہ ہی غلط ہے۔ کسی سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ دیوبند سے غلطی ہو سکتی ہے، ندوۃ العلماء سے غلطی ہو سکتی ہے، مظاہر العلوم سے غلطی ہو سکتی ہے۔ اہلِ کتاب جب اپنے احبار اور رہبان کے تعلق سے غلو میں مبتلا ہو گئے تو ساری گمراہیاں ان کے اندر پیدا ہو گئیں۔

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَفِيْ عُنُقِيْ صَلِيْبٌ مِنْ ذَهَبٍ وَقَالَ يَاعَدِي اِطْرَحْ عَنْكَ هٰذَا الْوَثْنَ قَالَ وَسَمِعْتُه‘ يَقْرَأُ سُوْرَةَ بَرَاءَةٍ (اِتَّخِذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبٰنَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ) فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلَيْسَ يُرِّمُوْنَ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ تَعَالٰى فَيُهَرِّمُوْنَهٗ وَيُحِلُّوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيَسْتَحِلُّوْنَ؟ فَقُلْتُ بَلٰى قَالَ فَذٰلِكَ عِبَادَتُهُمْ

(صفوۃ التفاسیر۔ جلد اول)

ترجمہ: عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میرے گلے میں سونے کی صلیب تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اےئ عدی اس بت کو نکال کر پھینک دے۔ پھر میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ براءت کی آیت اِتَّخَذُوٓا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ (انہوں (اہلِ کتاب) نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوا رب بنالیا ہے) تلاوت کررہے تھے۔ میں نے پوچھا اےئ اللہ کے رسول اہلِ کتاب نے اپنے علماء اور مشائخ کی عبادت تو نہیں کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا جس چیز کو اللہ نے حلال ٹھہرایا تھا ان کے علماء اور مشائخ نے اسے حرام قرار دیا تو اہلِ کتاب نے اسے حرام مان لیا اور جس چیز کو اللہ نے حرام ٹھہرایا تھا ان کے علماء اور مشائخ نے اسے حلال قرار دیا تو اہلِ کتاب نے اس کو حلال کرلیا؟ تو میں نے کہا کہ بے شک ایسا تو ہوا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی ان کی عبادت کرنا اور ان کو رب بنالینا ہے۔

ہمارے ایک رفیق ہیں جو تبلیغ کے سرگرم رکن ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تبلیغ کے اکابر قرآن وحدیث سے اوپر ہیں! کیا کوئی قرآن اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اوپر ہوسکتا ہے؟ دیکھا آپ نے غلو فی الدین (دین میں حدود سے آگے بڑھ جانا) نے کیا گل کھلائے ہیں۔ ہم نے حضرت مولانا الیاسؒ کے جملے دارالافتاء ڈابھیل کو یہ دریافت کرنے کے لئے روانہ کئے تھے کہ وہ کہاں تک قرآن واحادیث پر پورا اترتے ہیں۔ دارالافتاء سے جو جواب آیا ہے اس سے بالکل ثابت ہوتا ہے کہ انہوں

نے مولانا الیاسؒ کو ارباب من دون الله (اللہ کے سوا رب) بنا رکھا ہے۔

یہی ''دین کی مزاج شناسی'' ہے جو میں آپ لوگوں کو اس موقع پر سمجھانا چاہتا ہوں۔ لوگ تصوف کے مسائل کو ابنِ عربیؒ کی کتابیں ''فتوحاتِ مکیہ'' اور ''فصوص الحکم'' سے بیان کر کے ان سے دلیلیں پکڑتے تھے جو قرآن وسنت کے خلاف ہوتی تھیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں صاف لکھ دیا کہ ''فتوحاتِ مدینہ'' (احادیثِ رسول ﷺ) نے ''فتوحاتِ مکیہ'' سے اور نصوصِ شریعت (قرآن وسنت) نے فصوص الحکم سے ہم کو بے نیاز کر دیا ہے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ سے جب اکابر علماء (مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحی صاحبؒ وغیرہ) بیعت ہو گئے تو آپ نے ان سے کہا کہ یہ آپ کی ذمہ داری ہے مجھ سے جو بھی غلطی ہو فوراً بتلا دیا کریں۔ سید احمد شہیدؒ اصطلاحی عالم نہیں تھے۔ حضرت گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ شریعت کے مسائل میں حاجی امداد اللہ صاحب کو ہم سے پوچھنا چاہئیے اور مسائلِ طریقت میں ہم ان سے اپنی اصلاح کے محتاج ہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ملفوظات ''ترجیح الراجح'' بھی اسی نوعیت کے ہیں کہ جب آپ کو بہتر چیز کی طرف توجہ دلائی گئی تو آپ نے اپنا طرزِ عمل بدل دیا۔

علامہ ابنِ تیمیہؒ جو ساتویں صدی ہجری کے مجددین میں شمار ہوتے ہیں، بہت بڑے محدث اور متکلم ہی نہیں بلکہ بہت بڑے صوفی بھی تھے۔ ان کے مخالفین بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ما لی شیء ولا منی شیء

ولا فی شیء (نہ میں کچھ ہوں، نہ میرے پاس کچھ ہے اور نہ میرے اندر کچھ ہے)۔ اس ناچیز کا بھی یہی احساس ہے کہ نہ میں کچھ ہوں، نہ میرے پاس کچھ ہے اور نہ میرے اندر کچھ ہے۔ حضرت کبیر احمد رفاعیؒ کے سلام پر مزارِ نبوی ﷺ سے دستِ نبی ﷺ باہر آ گیا تو اس وقت حرم میں چھ لاکھ لوگ موجود تھے سب نے ملاحظہ کیا۔ حضرت کبیر احمد رفاعیؒ پر ایسی تواضع اور انکساری طاری ہوگئی کہ آپ مسجدِ نبوی ﷺ کے دروازہ پر لیٹ گئے اور کہا کہ سب لوگ مجھے پیر لگا کر جائیں۔ ان کتابوں کے اجراء پر یہی خیال میرے دل میں آیا تھا پھر کہیں تماشہ نہ ہو جائے اس لئے اس خیال کو ترک کر دیا۔ جو کچھ لکھا گیا ہے بس توفیقِ ایزدی ہے جو ہر لمحہ اور ہر گام پر اس ناچیز کی رہنمائی اور دست گیری کر رہی ہے۔ ہاں ایک بات یہ ضرور ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے علماء سے اس کی تصدیق وتصویب کرائی ہے اور ہر بات مع حوالہ کے لکھی ہے۔ جن علماء نے ہماری کتابیں پڑھی ہیں کھلے دل سے انہوں نے ان کتابوں کی تقریظ فرمائی ہے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک یہ بات متفق علیہ ہے کہ سب سے اعلیٰ مقام اور حال ذکر اللہ ہے۔ ''تحدیثِ نعمت'' کے طور پر یہ ذکر کر رہا ہوں کہ روزانہ دس بارہ گھنٹے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ذکر اور اپنے حبیب ﷺ کے ذکر میں لگا رکھا ہے۔ شاید ہی کسی کے دن میں دس بارہ گھنٹے قرآن واحادیث کے مطالعہ میں صرف ہوتے ہوں! امت اختلافات اور فتنوں کے دور سے گذر رہی ہے جیسا کہ آپ سب لوگ واقف ہیں، میں آپ تمام حاضرینِ مجلس سے گذارش کرتا ہوں کہ

دین کا صحیح تصور حاصل کرنے کے لئے میری ان کتابوں کا ضرور مطالعہ کریں۔ وللہ الحمد حمداً کثیر اًطیباً وبارکاً فیہ کما یحب ربنا ویرضیٰ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے، صحیح عقیدہ پر قائم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ کرے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۹) علم کا افلاس

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ٥ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ٥ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ٥ اَلَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ٥ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ٥ (النساء۔۵۹)

صدق اللّٰه العظيم وصدق رسوله الكريم ونحن علٰى ذٰلك من الشهدين والشكرين۔

ترجمہ: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے ساری کائنات پیدا کی، انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھو تمہارا رب بڑا اکرم کرنے والا ہے، جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا، انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

نبیٔ اُمی ﷺ پر سب سے پہلے وحی جو نازل ہوئی وہ پڑھنے کے تعلق سے ہے اور علم وقلم کے تعلق سے ہے۔ نبی اُمی ہیں پوری قوم بھی اُمی کہلاتی ہے اور بے شمار برائیاں معاشرہ میں موجود ہیں اور وحی آرہی ہے تو علم اور پڑھنے کے بارے میں آرہی ہے تو معلوم ہوا کہ علم کی روشنی کے ذریعہ سے ہی ساری برائیاں دور کی جاسکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۂ زمر میں فرماتے ہیں:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ٥

ترجمہ: آپ پوچھیئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

چونکہ جواب ظاہر ہے اس لئے نہیں دیا گیا ہے۔ یقیناً علم والے اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے۔ ایک آنکھوں والے کی طرح ہے اور دوسرا اندھا ہے۔ نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل سے صحیح کام لینے والے ہوتے ہیں۔

آپ نے روپئے پیسے کا افلاس اور مختلف چیزوں کا افلاس تو سنا ہوگا، میں آپ کو علم کے افلاس کا حال سناتا ہوں!

واقعہ۱) چندروز قبل ہمارے محترم۔۔۔۔۔ کے گاؤں ایک تقریب میں جانا ہوا۔ ٹھیک ظہر کی نماز کے وقت ہم وہاں کی مسجد پہنچے۔ وہاں کے امام صاحب کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ افسوس کہ امام صاحب جو دینی مدرسہ کے فارغ بھی ہیں۔ تکبیرِ تحریمہ اور ہر تکبیر کا تلفظ آاَللہ اکبر کر رہے تھے۔ اَللہ اکبر کے معنی اللہ سب سے بڑا ہے، اگر اس کو ذرا سا کھینچ کر آاَللہ اکبر کہا جائے تو یہ سوال ہو جائے گا اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ کیا اللہ بڑا ہے؟!! اس طرح سے اگر ایک مرتبہ بھی نماز میں پڑھا جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اکثر ائمہ اور مؤذنین کا یہی حال ہے۔

علمائے ربانی ہی صحیح علم وعمل کے حاملین ہوتے ہیں اور امت کی صحیح رہنمائی کرتے ہیں:

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے وصال کے بعد ناچیز نے بمبئی میں

بمقام سہاگ پیالس حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحبؒ سے بیعت کی۔ حضرت کی مجالس میں شرکت کی تو معلوم ہوا کہ صحیح نماز پڑھنا کیا ہے۔ نماز کی عملی تربیت کے ساتھ نماز کے اذکار کو صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرنے کی ہر ایک سے مشق کرائی جاتی تھی۔ یہ علمائے ربانی ہی ہیں جو صحیح عقائد، صحیح اعمال اور تزکیۂ نفس کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ دیگر لوگوں سے ان سب باتوں کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ یہ ناچیز انہی حضرات کا خوشہ چیں ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ تکبیرِ تحریمہ کسے کہتے ہیں اور اس کے شرائط کیا ہیں؟ نماز جس تکبیر سے شروع ہوتی ہے اس کو تکبیرِ تحریمہ کہتے ہیں جس کے بعد ساری چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ مقتدی حضرات کا تو کیا کہنا شاید ہی کوئی امام تکبیرِ تحریمہ کے آٹھ شرائط سے واقف ہو۔

تکبیرِ تحریمہ کے آٹھ شرائط:

۱) تکبیرِ تحریمہ کا نیت کے ساتھ ملا ہوا ہونا۔ نیت اور تکبیرِ تحریمہ کے دوران کوئی ایسی چیز فاصل نہ ہو جو نماز کے منافی ہو۔

۲) جن نمازوں میں کھڑا ہونا فرض ہے اس کی تکبیرِ تحریمہ کھڑے ہو کر کہے۔ اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ تکبیرِ تحریمہ رکوع کی حالت میں یا رکوع کے قریب جھک کر نہ کہی جائے۔

۳) تکبیرِ تحریمہ کا نیت سے پہلے نہ ہونا۔

۴) اپنی زبان سے اتنی آواز سے کہے کہ خود سن لے۔ دل ہی میں کہہ لیا تو تکبیرِ تحریمہ

نہیں ہوئی۔

۵) تکبیرِ تحریمہ کا ایسے الفاظ میں ادا کرنا جس سے اللہ کی عظمت اور بزرگی سمجھی جاتی ہو۔

۶) اللہ اکبر کے ہمزہ یا با کو نہ بڑھانا۔

۷) اللہ میں لام کے بعد الف کہنا۔کوئی شخص نہ کہے تو اس کی تکبیرِ تحریمہ صحیح نہ ہوگی۔

۸) تکبیرِ تحریمہ بسم اللہ وغیرہ سے ادا نہ کرنا۔ (مکمل ومدلل مسائلِ نماز۔ص:۳۹)

واقعہ۲) ابھی ہماری مجلس سے پہلے ایک موقّر دینی جماعت کے جلسہ میں تھوڑی سی دیر شرکت کر کے آرہا ہوں۔جلسہ کے صدر حضرت علامہ مولانا۔۔۔۔۔نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب کے مَجاز ہیں۔یہ تحفہ (عطر) میری طرف سے لیجئے۔میں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا اور کچھ دیر جلسہ میں شرکت کے بعد ہماری مجلس کے لئے آگیا۔مَجاز کے معنی حقیقت کی ضد کے ہیں اور مُجاز وہ شخص کہلاتا ہے جسے کسی شیخ کی طرف سے بیعت وارشاد کی اجازت دی گئی ہو۔

واقعہ۳) ہمارے ایک عزیز نے سنایا کہ انہوں نے فلاں۔۔۔۔۔مسجد میں نماز پڑھی،امام صاحب کا پاجامہ زمین جھاڑ رہا تھا۔انہوں نے توجہ دلائی کہ پاجامہ ٹخنوں سے اوپر ہونا چاہیئے تو امام صاحب نے خم ٹھوک کر کہا کہ کہاں ہے مجھے دکھایئے،ایسا ہے ہی نہیں! خیر سے یہ امام صاحب بھی کسی مدرسہ کے فاضل ہیں۔رابطہ کے لئے انہوں نے اپنا نام اور فون نمبر بھی دے دیا ہے۔جہالت کی حد ہوگئی!

جب توقع ہی اٹھ گئی غالبؔ کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ میں ہی دس بارہ حدیثیں کپڑوں کو ٹخنوں سے اوپر اٹھانے کے تعلق سے ہیں۔ چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ٹخنوں سے نیچے جو ازار کا حصہ ہے وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔

۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ بَطَرًا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تکبر سے اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ کرم نہیں کرے گا۔

کچھ لوگ یہ بہانہ کرتے ہیں کہ ہم تو تکبر کی وجہ سے نہیں لٹکاتے۔ احادیث میں یہ بات آئی ہے کہ لٹکانا ہی تکبر ہے۔

۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ سُلَیْمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ۔۔۔۔۔ وَارْفَعْ اِزَارَکَ اِلٰی نِصْفِ السَّاقِ فَاِنْ اَبَیْتَ فَاِلَی الْکَعْبَیْنِ وَاِیَّاکَ وَاِسْبَالَ الْاِزَارِ فَاِنَّھَا مِنَ الْمَخِیْلَۃِ وَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمَخِیْلَۃَ (ابوداود، ترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر بن سلیمؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ۔۔۔۔۔اپنی ازار کو نصف ساق (پنڈلی) تک اٹھاؤ اگر ایسا نہ چاہو تو ٹخنوں تک رکھو اور بچو تم ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے اس لئے کہ ازار کا لٹکانا تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔

عالم کون ہے؟

۱) عَنْ سُفْيَانَ اَنَّ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لِكَعْبٍ مَنْ اَرْبَابُ الْعِلْمِ قَالَ اَلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ بِمَا يَعْلَمُوْنَ قَالَ فَمَا اَخْرَجَ الْعِلْمَ مِنْ قُلُوْبِ الْعُلَمَاءِ قَالَ الطَّمَعُ (دارمی)

ترجمہ: حضرت سفیانؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت کعبؓ سے پوچھا کہ تمہارے نزدیک صاحبِ علم کون ہے؟ حضرت کعبؓ نے جواب دیا کہ وہ لوگ جو اپنے علم کے موافق عمل کریں پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کونسی چیز عالموں کے دل سے علم کو نکال دیتی ہے؟ حضرت کعبؓ نے جواب دیا الطمع (لالچ) یعنی مال وجاہ کی طمع۔

۲) عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِیْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَلَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ (ترمذی، دارمی)

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیئے اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں وہ بکریوں کے لئے

اتنے خطرناک نہیں ہوتے جتنا آدمی کی مال اور جاہ کے لئے حرص اس کے دین کو تباہ کرنے والی ہوتی ہے۔

۳) عَنِ الْاَحْوَصِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنِ الشَّرِّ وَسَلُوْنِیْ عَنِ الْخَیْرِ یَقُوْلُھَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَاِنَّ خَیْرَ الْخَیْرِ خِیَارُ الْعُلَمَاءِ (دارمی)

ترجمہ: حضرت احوص بن حکیمؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کے متعلق (برائی اور برے لوگوں کے بارے میں) سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے شر کے متعلق مت پوچھو بلکہ خیر کے متعلق پوچھو، تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات دوہرائی۔ پھر فرمایا خبردار! برے لوگوں میں بدترین لوگ برے علماء ہیں اور اچھے لوگوں میں بہترین لوگ اچھے علماء ہیں۔

معلوم ہوا کہ علماء کی دو قسمیں ہیں۔ علمائے خیر اور علمائے شر۔ علمائے شر دنیا کو مقصود بنا کر کام کرتے ہیں اور علمائے خیر انبیائے کرامؑ کے وارثین بن کر آخرت کے لئے کام کرتے ہیں۔ عربی مدارس اور دینی جماعتوں کا جو اختلاف اور انتشار چلا ہوا ہے اس سے ہر کوئی واقف ہے۔ ایک بڑے مدرسہ کے ذمہ دار صاحب کی زبانی میں نے خود سنا کہ مدرسہ کا اصل جھگڑا یہ ہے کہ ایڈمنسٹریٹر (administrator) یعنی مدرسہ کا بڑا کون بنے؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ دین کا کوئی مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ ان کے نفس کا مسئلہ ہے۔ نفس حبِ مال اور حبِ جاہ چاہتا ہے۔ بڑا بننے کے لئے سارے

جھگڑے ہیں۔ جو مدرسہ کے احاطہ سے نکل کر کورٹ اور کچہریوں تک پہنچے ہوئے ہیں۔کیا فرمایا تھا اللہ کے رسول ﷺ نے بڑائی طلب کرنے کے تعلق سے؟!!

۱) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِیُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَسْاَلَ الْاِمَارَةَ فَاِنَّكَ اِنْ اُعْطِيْتَهَا عَنْ مَسْئَلَةٍ وُكِلْتَ اِلَيْهَا وَاِنْ اُعْطِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ کبھی سرداری کو مت طلب کرو بے شک اگر تمہارے طلب کرنے پر تمہیں دی جائے تو تم اس کے حوالے کئے جاؤ گے اور بغیر تمہارے طلب کرنے پر تمہیں مل جائے تو اللہ کی طرف سے تمہاری مدد کی جائے گی۔

۲) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ اَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِیْ عَمِّیْ فَقَالَ اَحَدُهُمَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَمِّرْنَا عَلٰی بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللّٰهُ وَقَالَ الْاٰخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّا وَاللّٰهِ نَا نُوَلِّیْ عَلٰی هٰذَا الْعَمَلِ اَحَدًا سَاَلَهٗ وَلَا اَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلٰی عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَهٗ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو چچازاد بھائی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ اے اللہ کے رسول اللہ نے آپ کو اتنا ملک دیا ہے ہمیں کسی جگہ امیر (والی) مقرر کر دیجئے دوسرے نے بھی یہی گزارش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہم کسی کو امیر

(والی) مقرر نہیں کرتے جو اس کا مانگنے والا ہوتا ہے یا اس کا حریص ہوتا ہے دوسری روایت میں ہے کہ ہم ہمارا کام اس کو نہیں سونپتے جو اس کا ارادہ کرے۔

بڑے اداروں اور جماعتوں میں اختلاف اور جھگڑے جو چلے ہوئے ہیں اسی پر چلے ہوئے ہیں کہ کون بنے بڑا؟ بڑا بننے کی مذمت میں جو بے شمار احادیث ہیں ان میں سے دو حدیثیں میں نے آپ کو سنائی ہیں۔یہی دو حدیثیں بڑائی طلب کرنے والوں کے لئے شرم سے ڈوب مرنے کے لئے کافی ہیں۔

علم کا اٹھالیا جانا:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ وَيَكْثُرَ الزِّنَا وَيَكْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ اِمْرَاَةٍ اَلْقَيِّمُ الْوَاحِدُ وَفِىْ رِوَايَةٍ يَقِلَّ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انسؓ نے روایت کی کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور جہل کی کثرت ہوگی اور زنا کی کثرت ہوگی اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گی اور مرد کم ہوں گے عورتیں زیادہ ہوں گی یہاں تک کہ پچاس عورتوں کے لئے ایک مرد خبر گیری کرنے والا ہوگا۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ علم کم ہو جائے گا اور جہل عام ہو جائے گا۔

عبداللہ بن مبارکؒ کا انتباہ:

عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا: وَهَلْ اَفْسَدَ الدِّيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ وَاَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا (ملت میں بگاڑ تین طبقوں کے بگڑنے سے آتا ہے، بگڑے ہوئے امراء، برے علماء اور جھوٹے مشائخ)

اللہ کے رسول ﷺ کی پیش گوئی:

۱) اللہ کے رسول ﷺ نے تقریباً پندرہ سوسال (۱۵۰۰) پہلے جس بات کی پیش گوئی فرمائی تھی حرف بہ حرف پوری ہوتی ہوئی نظر آرہی ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰى عُلَمَاؤُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا، قرآن کے صرف نقوش باقی رہ جائیں گے، ان کی مسجدیں بظاہر تو آباد ہوں گی لیکن ہدایت کے لحاظ سے خراب ہوں گی، ان کے علماء آسمان کے نیچے مخلوق میں بدترین ہوں گے انہی سے دین میں فتنہ پیدا ہوگا اور انہی میں لوٹ کر آئے گا۔

۲) مایوس اور دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر زمانہ میں ایک جماعت برابر حق پر قائم رہے گی۔

عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعُذْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عُدُوْلُهٗ یَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاْوِیْلَ الْجَاهِلِیْنَ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن عذریؒ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر آنے والی جماعت میں اس کے ثقہ اور معتمد لوگ اس علم (کتاب وسنت) کو حاصل کریں گے اور وہی لوگ (قرآن وحدیث) میں حد سے گزرنے والوں کی تحریف کو، باطل پرستوں کی افتراء پردازی کو اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے۔

اس حدیث میں اس بات کی بشارت ہے کہ علمائے ربانی کا ایک گروہ افراط وتفریط سے پاک ہوکر تحریفات، غلط تاویلات اور باطل انتحالات سے دینِ حق کی سرحدوں کی حفاظت کے لئے موجود رہے گا۔ علمائے ربانی ہی دینِ حق کی اصل روح اور صحیح تصورِ دین پیش کرتے رہیں گے۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے ایسے علماء کو ''کبریتِ احمر'' فرمایا ہے۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں میں ایک دو ہی ایسے رہیں گے۔ آدمی کو اگر حق کی تلاش وطلب ہے تو ان شاء اللہ وہ ضرور ایسے لوگوں کو پالے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو علمائے سو سے بچا کر علمائے ربانی کی صحبت نصیب فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۰) احسن القصص (بہترین واقعہ)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o الٓرٰ تِلْكَ الْاٰيٰتُ الْكِتٰبُ الْمُبِيْنِ o اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ o نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ o (یوسف۔۳-۱)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: الر۔ یہ آیات ایک واضح کتاب کی ہیں۔ بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم اس کو سمجھ سکو۔ ہم نے جو قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ ہم آپ سے ایک بہترین قصہ بیان کرتے ہیں اور یقیناً اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے آپ اس سے بالکل بے خبر تھے۔

قرآنی علوم کو عموماً تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱) عقائد، ۲) احکام اور ۳) قِصص۔

قصص قرآنی کو تاریخ نویسی کے انداز کے بجائے عبرت پذیری کے انداز میں بیان کیا گیا ہے تاکہ سننے والوں کو عبرت اور سبق حاصل ہو۔ واقعاتی انداز میں

احکام اور عقائد کی دلیلیں بھی فراہم کی گئی ہیں۔ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ صلوۃ السلام کے قصہ کو خدا نے احسن القصص (بہترین واقعہ) قرار دیا ہے اور سورہ کے اختتام پر فرمایا گیا کہ اس میں عقل سے صحیح کام لینے والوں کے لئے بڑی عبرت ہے، اس سورۃ میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ تراشی ہوئی باتیں نہیں ہیں، بلکہ پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی، ہر چیز کو تفصیل سے بیان کرنے والی اور یقین کرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہیں۔ تمام انبیائے کرام کے قصے قرآن کی مختلف سورتوں میں ضرورت کے مطابق مختصر بیان کئے گئے ہیں لیکن سورۂ یوسف ہی ایک ایسی سورۃ ہے جس میں یوسفؑ کا واقعہ شروع سے آخر تک بیان کیا گیا ہے کسی اور سورۃ میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

قصوں اور واقعات کے نفسیاتی اثرات:

ناچیز کی ابتدائی دینی تعلیم جس مکتب میں ہوئی اس کے استاد کوئی عالمِ دین نہیں تھے صرف حروف شناس تھے اور مجہول طریقہ پر قرآن پڑھاتے تھے مگر قصہ گو تھے۔ وقتاً فوقتاً انبیاء اور اولیاء کے قصے سناتے تھے جس سے طلباء بہت اثر لیتے تھے۔ چونکہ بچپن میں اثر پذیری کی صلاحیت بہت ہوتی ہے، اگر اچھے واقعات سنائے جائیں تو اصلاح کا بہت بڑا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ ان کی قصہ گوئی نے ناچیز کے حواس اور مشاعر پر گہرا اثر چھوڑا اور مزاج کو دین سے رغبت پیدا ہوئی۔

سورۂ یوسف کے قصہ کے جو مختلف کردار ہیں ان سے ان حقائق کا اظہار ہوا

جو عالمگیر صداقتیں ہیں۔ مثلاً حضرت یوسفؑ کی زبانی جب ان کی براءت ظاہر ہوگئی تو واشگاف طریقہ پر فرمایا وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○ (میں اپنے نفس کو پاکیزہ نہیں ٹھہراتا بے شک نفس تو برائی کا ہی حکم دینے والا ہوتا ہے سوائے اس نفس کے جس پر میرا رب رحم فرمائے بے شک میرا رب بہت معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے)۔ ایسے کئی فقرے اور جملے اس سورت میں آئے ہیں انہیں کو بیان کرنا مقصود ہے۔ ان حقائق سے لبریز جملوں کو سمجھنے کے لئے پہلے اس واقعہ کو مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

مختصر واقعہ:

حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے دو (۲) فرزند تھے۔ ایک اسماعیلؑ اور دوسرے اسحاقؑ۔ حضرت اسحاقؑ کے فرزند حضرت یعقوبؑ ہیں جن کا لقب اسرائیل ہے۔ عبرانی زبان میں اسرا کے معنی بندہ اور ئیل کے معنی اللہ کے ہیں تو اس طرح اسرائیل کے معنی عبداللہ کے ہوئے۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے انہی کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ حضرت یوسفؑ حضرت یعقوبؑ کے فرزندِ دل بند ہیں۔ ان کے دس بھائی ایک بیوی سے تھے اور یوسفؑ اور ان کے چھوٹے بھائی بنیامین دوسری بیوی سے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے جب سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے باعزت کون ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے باعزت یوسف نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ اَبْرٰهِيْمَ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم یوسفؑ بن یعقوبؑ بن اسحٰقؑ بن ابراہیمؑ۔

حضرت یوسفؑ جن کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ انہیں شطر الحُسن (حسن کا بڑا حصہ) دیا گیا ہے۔ نہ صرف صورت کے لحاظ سے حسین تھے بلکہ سیرت کے لحاظ سے بھی حسین تھے۔ جس کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ اپنے بارہ بیٹوں میں حضرت یوسفؑ کو سب سے زیادہ چاہتے تھے اور انہوں نے اپنے نورِ نبوت سے یہ اندازہ کرلیا تھا کہ یہی آپ کی وراثتِ نبوت کے وارث بنیں گے۔ والد کا حضرت یوسفؑ کو بے انتہاء چاہنا دیگر بھائیوں میں حسد و بغض پیدا کرنے کا سبب بن گیا۔ بچپن میں حضرت یوسفؑ نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے، چاند اور سورج انہیں سجدہ کررہے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ نے اس خواب کو سن کر یہ اندازہ لگالیا کہ یوسف کی بڑی شان ہوگی پھر انہیں خبردار کیا کہ اس خواب کا اپنے بھائیوں سے ذکر نہ کریں۔ برادرانِ یوسف کے سینوں میں جو حسد کی آگ بھڑک رہی تھی سب نے مشورہ کیا کہ انہیں قتل کردو یا اسے کسی گم نام کنویں میں پھینک دو۔ باپ سے خواہش ظاہر کی کہ یوسف کو ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیج دیں وہاں خوب کھائے اور کھیلے۔ باپ نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تمہاری بے خبری میں کوئی بھیڑیا اس کو لقمہ نہ

بنالے۔ کہنے لگے کہ ہم جیسے زورآواروں کے ہوتے ہوئے ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی بھیڑیا اس کو لے جاسکے۔ والد کو خوب منا سمجھا کر یوسفؑ کو لے کر گئے اور ایک کنویں میں ڈال دیا۔ شام کے وقت یوسف کا خون آلودہ پیرہن لے کر گریہ وزاری کرتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ ہم باہم دوڑ کا مقابلہ کرنے لگے تھے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا تو ایک بھیڑیا آکر اسے کھا گیا۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا نہیں! یہ تمہارا گھڑا ہوا جھوٹ ہے، اب میں صبر کے سوا کیا کرسکتا ہوں، میں صبرِ جمیل کروں گا۔ ادھر مدیانیوں کا ایک قافلہ مصر جارہا تھا، انہوں نے پانی کے لئے کنویں میں ڈول ڈالا تو یوسفؑ ڈول میں بیٹھ کر آگئے۔ انہوں نے ایک خوبصورت لڑکا دیکھا تو مسرت سے پکار اٹھے کہ کتنی خوش نصیبی کی بات ہے کہ دُرِّ یکتا ہاتھ لگا! قافلہ والوں نے مصر جاکر وہاں کے عزیزِ مصر (وزیرِ اعظم) کے ہاتھ یوسفؑ کو فروخت کرڈالا۔ یوسفؑ بڑی راحت اور اعزاز واکرام کے ساتھ عزیزِ مصر کے گھر میں پرورش پانے لگے۔ آپ کے بے مثال حسن کو دیکھ کر عزیزِ مصر کی بیوی آپ پر عاشق ہوگئی اور آپ پر ڈورے ڈالنے لگی۔ ایک دن تمام دروازے بند کرکے آپ کو مجبور کیا، آپ بے تحاشہ دروازہ کی طرف دوڑے تو دروازہ کھل گیا۔

گرچہ رخنہ نیست عالم راپدید خیر یوسف وارمی باید دوید

(اگرچہ جانے کے لئے راستہ نہیں ہے لیکن یوسفؑ کی طرح بے تحاشہ دوڑنا اپنا کام ہے)

دروازہ پر عزیزِ مصر موجود تھا۔ عزیزِ مصر کی بیوی نے یوسفؑ پر الزام لگایا کہ یہ

مجھ سے بدفعلی کا ارادہ کر رہا تھا۔عزیزِ مصر نے قرائن سے اندازہ لگایا کہ یوسفؑ کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے نہ کہ سامنے سے اور عورت کے لوگوں میں سے ایک شیر خوار بچے نے گواہی دی کہ یہ حرکت عزیزِ مصر کی بیوی کی ہے نہ کہ یوسفؑ کی۔اس بات کا چرچہ وزراء کی بیویوں میں ہونے لگا کہ عزیزِ مصر کی بیوی اپنے غلام پر عاشق ہوگئی ہے۔اپنی خفت کو مٹانے کے لئے اس نے ان کی دعوت کی اور ان کے سامنے مختلف پھل اور چھریاں رکھ دیں۔یوسف سے کہا کہ ذرا سامنے سے گذر جائیں۔وزراء کی عورتوں نے یوسفؑ کے حسن سے مسحور ہوکر بجائے پھل کے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔وزراء کی بیویاں بھی عزیزِ مصر کی بیوی کا ساتھ دینے لگیں۔عزیزِ مصر کی بیوی نے کہا کہ اگر یہ میری بات نہیں مانے گا تو اس کو جیل جانا پڑے گا۔یوسفؑ نے عیش وعشرت کی زندگی کی بجائے جیل جانے کو ترجیح دی۔آپ کے جیل جانے سے قید خانہ خانقاہ میں تبدیل ہوگیا۔آپ نے قیدیوں کی اصلاح کی طرف توجہ کی۔ایک روز دو قیدی اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے۔ایک بادشاہ کا ساقی تھا اس نے یہ خواب دیکھا تھا کہ وہ شراب نچوڑ رہا ہے اور دوسرا جو بادشاہ کا نانبائی تھا اس نے دیکھا کہ اس کے سر پر روٹیوں کے ٹوکرے ہیں اور اس میں سے پرندے نوچ کر کھا رہے ہیں۔یوسفؑ نے پہلے انہیں دینِ حق کی تبلیغ کی اور پھر انہیں خواب کی تعبیر بتائی کہ بادشاہ کا ساقی رہا کر دیا جائے گا اور بدستور بادشاہ کو شراب پلاتا رہے گا اور بادشاہ کے نان بائی کو زہر دینے کے الزام میں سولی پر چڑھایا جائے گا اور پرندے

اس کا سر نوچ کر کھائیں گے۔ یوسفؑ نے بادشاہ کے ساقی سے اپنا حال کہا کہ وہ رہا ہونے کے بعد بادشاہ سے ان کا ذکر کرے کہ ایک بے گناہ شخص قید میں محبوس ہے۔

چند سال بعد شاہِ مصر نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھائے جاتی ہیں اور سات تر وتازہ بالیاں ہیں جن پر سات خشک بالیاں لپٹی ہوئی ہیں۔ اس خواب سے بادشاہ فکرمند ہوا اور امرائے دربار سے پوچھا کہ اس کی کیا تعبیر ہوسکتی ہے؟ تو انہوں نے اس کو صرف پریشان خیالیاں بتایا۔ اب ساقی کو فوراً یوسفؑ کی یاد آئی اور کہا کہ بادشاہ سلامت ایک بہت ہی نیک اور دانشمند شخص جیل میں ہے مجھے جیل جانے کی اجازت دیجئے میں اس سے آپ کے خواب کی تعبیر دریافت کروں گا۔ ساقی کے دریافت کرنے پر یوسفؑ نے خواب کی یہ تعبیر بتائی کہ سات موٹی گائیں اور سات تر وتازہ بالیاں یہ خوشحالی کے سات سال ہیں اس کے بعد سات سال تک سخت قحط رہے گا جس کی تعبیر سات دبلی گائیں اور سات خشک بالیاں ہیں۔ بادشاہ کے دل کو یہ تعبیر بہت پسند آگئی۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ ان کو جیل سے رہا کر کے میرے پاس لے آؤ۔ کوئی اور ہوتا تو فوراً ہی جیل سے نکل کر باہر آتا مگر حضرت یوسفؑ نے کہا کہ پہلے اس بات کی تحقیق کی جائے کہ مجھے کس جرم میں جیل بھیجا گیا تھا اور ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے؟ بادشاہ نے جب تحقیقات کی تو سب نے بیک زبان کہا کہ ہمارے علم میں یوسفؑ کے دامنِ پاک پر برائی کا کوئی دھبہ نہیں۔ اب عزیزِ مصر کی بیوی نے

بھی اظہار کر دیا کہ سچی بات آشکار ہوگئی میں نے ہی یوسف کو پھسلایا تھا بے شک وہ پاک دامن اور راست باز ہے۔ جب حضرت یوسفؑ کی براءت اور صداقت کھل کر سامنے آ گئی تو بادشاہ نے حضرت یوسفؑ کو حکم دیا کہ اب تو تشریف لے آئیں۔ آپ کے تشریف لانے پر بادشاہ نے آپ کے علم و دانشمندی، امانت اور دیانت سے متاثر ہو کر تمام اختیارات آپ کو تفویض کر دیئے۔ صحیح روایتوں کے مطابق بادشاہ مشرف باسلام ہو گیا۔ خوشحالی کے سالوں میں آپ نے قحط کے سالوں کے لئے کافی ذخیرہ جمع کیا۔ آپ کی رعایا کے علاوہ اطراف کے ملکوں میں آپ کے داد و دہش کی خوب شہرت ہوئی۔ خوشحالی کے سال ختم ہونے کے بعد جب قحط کا دورہ پڑا تو اطراف کے لوگ آپ کے پاس مصر غلہ لینے آنے لگے۔ کنعان میں حضرت یعقوبؑ اور ان کی اولاد بھی قحط سے دوچار ہوئی۔ بادشاہِ مصر کی جود و سخا کی شہرت سن کر انہوں نے اپنے فرزندان سے کہا کہ مصر جا کر وہاں سے اپنے لئے غلہ لے کر آؤ۔ چنانچہ برادرانِ یوسف آپ کے پاس غلہ لینے آئے، آپ نے انہیں پہچان لیا وہ آپ کو نہیں پہچان سکے۔ آپ نے ان کے حالات دریافت کئے تو انہوں نے سب حالات سنائے اور بتایا کہ ان کا ایک چھوٹا بھائی ہے ان کے باپ اس سے اپنے آپ سے جدا نہیں کرتے کیونکہ اس کو بڑے بھائی کو بھیڑیا کھا گیا تھا۔ یوسفؑ نے فرمایا کہ آئندہ آنا ہو تو اس کو لے کر آنا چاہئیے ورنہ تم کو غلہ نہیں دیا جائے گا۔ نیز ان کی پونجی بھی ان کے اناج کی تھیلیوں میں رکھ کر لوٹا دی۔ برادرانِ یوسف جب حضرت یعقوبؑ کے پاس

کنعان پہنچے تو بادشاہ کا حکم سنایا کہ اگر اور غلہ چاہیئے تو بنیامین کو بھی ساتھ لے جانا ہوگا پھر اپنی تھیلیاں کھولیں تو اپنی رقم موجود پائی تو خوشی سے کہنے لگے ہمیں اور کیا چاہیئے ہم اور جا کر غلہ لائیں گے آپ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ حضرت یعقوبؑ نے ان سے بنیامین کی حفاظت کے پختہ وعدے لئے اور یہ تدبیر بتائی کہ الگ الگ راستوں سے جاؤ، سب مل کر ایک راستہ سے مت جاؤ۔ میرا توکل تو اللہ ہی پر ہے۔ پھر جب برادرانِ یوسف غلہ کے لئے مصر پہنچے تو آپ نے اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو فوراً پہچان لیا پھر اللہ کی طرف سے بنیامین کو اپنے پاس رکھ لینے کی ایک ایسی تدبیر پیدا ہوگئی جس کا عام انسان خیال نہیں کرسکتا۔ غلہ کی تھیلیاں جب بھری جارہی تھیں تو آپ نے اپنے بھائی بنیامین کی تھیلی میں اپنا پیالہ رکھ دیا۔ پھر جب قافلہ رخصت ہوگیا تو آپ کے خُدّام نے دیکھا کہ شاہی پیالہ نہیں ہے تو انہوں نے تلاش کے بعد یہی گمان کیا کہ شاید کنعان سے جو قافلہ آیا تھا ان میں سے ہی کسی نے لے لیا ہوگا۔ خدام نے قافلہ والوں کو آواز دے کر روک دیا اور ان پر چوری کا الزام لگایا۔ برادرانِ یوسف نے کہا کہ آپ کی کیا چیز چوری ہوئی ہے؟ خدا کی قسم ہم ایسے لوگ نہیں ہیں۔ خدام نے پوچھا کہ اگر وہ چیز تمہارے پاس نکلے تو تمہیں کیا سزا دی جائے؟ تو انہوں نے بلاتکلف کہا جس کے پاس وہ چیز نکلے وہ قید کرلیا جائے۔ خدام نے سب کو بادشاہ کے پاس حاضر کیا اور سب کی تھیلیوں کی تلاشی لی گئی۔ آخر میں ان کے بھائی بنیامین کی تھیلی سے پیالہ برآمد ہوا، جس پر حضرت یوسفؑ نے کہا کہ اب یہ ہمارے

پاس قید رہے گا جیسا کہ تم لوگوں نے خود اس سزا کو تجویز کیا ہے۔ برادرانِ یوسف بڑے سٹپٹا گئے اور بادشاہ سے بہت منت وسماجت کرنے لگے کہ اس کو چھوڑ دیں، ان کے بوڑھے باپ کو اس کے بڑے بھائی کا پہلے ہی صدمہ ہے یہ ایک دوسرا صدمہ ان کے لئے ناقابل برداشت ہوگا، ہم دس بھائیوں میں سے کسی کو رکھ لیجئے اور اس کو چھوڑ دیجئے۔ یوسفؑ نے کہا کہ کیا ہم ایسا ظلم کریں گے؟ جس کے پاس پیالہ نکلا ہے اسی کو ہم اپنے پاس رکھ لیں گے۔ بڑے بھائی نے کہا کہ میں تو اس زمین سے ذرا برابر بھی سرکتا نہیں تم ہی جا کے والد صاحب سے سارا واقعہ سناؤ۔ حضرت یعقوبؑ نے سنتے ہی کہا کہ تمہارے دلوں نے پھر ایک بات بنالی ہے اب میرے لئے صبر کے سوا چارا نہیں میں صبرِ جمیل کروں گا۔ اس واقعہ سے آپ کے دل میں یوسفؑ کی یاد تازہ ہوگئی پھر بے اختیار غم کے گھونٹ پینے لگے اور اللہ تعالیٰ ہی سے فریاد کرنے لگے اور اپنے بیٹوں سے کہا کہ جاؤ اور تلاش کرو یوسفؑ کو اور اس کے بھائی کو۔ اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو، اللہ کی رحمت سے منکرین ہی مایوس ہوسکتے ہیں۔ قحط سالی نے اس لوگوں کو پھر مصر جانے پر مجبور کردیا اور حقیر پونجی لے کر بادشاہِ مصر کے پاس پہنچے اور اپنے خاندان کے حالات سنا کر بادشاہ سے عاجزانہ خیرات کی درخواست کرنے لگے۔ یوسفؑ کا بھی دل بھر آیا اور کہہ اٹھے کہ تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا جب تم نادان تھے؟ تھوڑا سا غور کر کے دیکھا اور کہنے لگے کہ کیا آپ ہی یوسف ہیں؟ یوسفؑ نے کہا کہ ہاں میں ہی یوسف ہوں

اور یہ میرا بھائی بنیامین ہے۔ جو بھی اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ برادرانِ یوسف نے کہا کہ بے شک اللہ نے آپ کو بڑائی عطا فرمائی ہے اور یقیناً ہم ہی خطا کار ہیں۔ یوسفؑ نے کہا کہ آج تم پر کوئی الزام نہیں ہے اللہ تم سب کو معاف کرے۔ میرا یہ قمیص لے جا کر والد صاحب کے چہرہ پر ڈالو، ان کی بینائی لوٹ آئے گی اور تم سب گھر والوں کو لے کر میرے پاس آجاؤ۔ قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو ادھر یعقوبؑ نے کہا کہ مجھے یوسف کی بو آرہی ہے اگر تم مجھے یہ نہ کہو کہ بوڑھا سٹھیا گیا ہے۔ جوں ہی یوسفؑ کا قمیص آپ کے چہرہ پر ڈال دیا گیا تو ان کی بینائی لوٹ آئی اور سب خاندان کے افراد مصر پہنچے۔ یوسفؑ نے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور سب کے سب یوسفؑ کے سامنے سجدے میں گر پڑے تو آپ نے کہا کہ ابا جان یہی میرے خواب کی تعبیر ہے جس کو اللہ نے سچ کر دکھایا۔ آپ لوگوں کو گاؤں سے اس شہر لایا۔ یوسفؑ نے دعا کی اے میرے رب تو نے مجھے حکومت عطا فرمائی، باتوں کی تہہ تک پہنچنے اور صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت دی، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے، تو مجھے اسلام کی حالت میں وفات دے اور مجھے صالحین میں ملا دے۔ یوسفؑ نے وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد ان کی لاش کو ان کے بزرگوں کے ساتھ شام لے جا کر دفنانا۔ حضرت موسیٰؑ جب مصر سے نکلے تو آپ کے نعش کے تابوت کے ساتھ نکلے۔

عالمگیر صداقت رکھنے والے جملے اور فقرے:

۱) صبرِ جمیل:

برادرانِ یوسف نے جب انہیں ایک گم نام کنویں میں ڈال کر حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ انہیں ایک بھیڑیئے نے کھا لیا ہے۔ یعقوبؑ نے فوراً ہی بھانپ لیا کہ یہ ان کی ایک بنائی ہوئی بات ہے جو بالکل جھوٹی ہے تو آپ کی زبان سے جو جملہ نکلا

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝ (یوسف۔۱۸)

ترجمہ: آپ نے فرمایا کوئی نہیں بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات گھڑ دی ہے سو اب میرا کام صبرِ جمیل ہے اور جو باتیں تم بناتے ہو ان پر میں اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔

صبر کے لغوی معنی اپنے آپ کو باندھ کر اور روک کر رکھنا ہے۔ اس لحاظ سے صبر کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ صبر عن المعصیت (گناہوں سے اپنے آپ کو روک کر رکھنا)، صبر علی الطاعات (اطاعتِ الٰہی پر اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنا)، صبر علی المصائب (مصیبتوں میں جزع اور فزع نہ کرنا)۔ یعقوبؑ نے یہاں صبر کی جو صفت بیان کی ہے وہ جمیل یعنی خوبصورت صبر ہے۔ صبرِ جمیل عمدہ صبر ہے جس میں نہ جزع ہو، نہ فزع ہو، نہ شکوہ ہو، نہ شکایت ہو اور نہ ارادۂ انتقام ہو۔ حضرت یعقوبؑ سمجھ گئے کہ یہ اللہ کی طرف سے ایک ابتلاء ہے اس لئے قضا اور قدر پر صبر ضروری ہے۔

مصیبت پر بندوں سے شکایت کرنا یہ صبرِ جمیل کے خلاف ہے اس لئے آپ نے نہ یوسفؑ کی تلاش میں آدمی دوڑائے اور نہ بیٹوں سے انتقام کا ارادہ کیا۔ یہی جملہ آپ نے اس وقت بھی فرمایا جب ان کے بیٹوں نے آکر یہ اطلاع دی کہ بنیامین کو چوری کے الزام میں شاہِ مصر نے پکڑ لیا ہے۔ اس موقع پر بھی آپ نے یہی کہا کہ تمہارے دلوں نے یہ بات بنائی ہے اور میں صبرِ جمیل کروں گا اور اللہ سے امید رکھوں گا کہ وہ ان سب کو میرے پاس لے آئے۔ ایسا ہوتا ہے مثالی صبر!

۲) اللہ تعالیٰ اپنے کاموں میں غالب اور قہار ہے:

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ٥ (یوسف۔۲۱)

ترجمہ: اور اللہ اپنے کاموں پر پوری طرح بااختیار ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں کا بہلا پھسلا کر لے جانا اور ان کو کنویں میں ڈالنا، ایک قافلہ والوں کا پانی کے لئے اس کنویں میں ڈول ڈالنا اور یوسفؑ کا اس ڈول میں بیٹھ کر آجانا، قافلہ والوں کا یوسفؑ کو مالِ تجارت سمجھ کر خوش ہوجانا، مصر لے جاکر عزیزِ مصر کے ہاتھ فروخت کرنا، یوسفؑ کا ایک بدوی زندگی سے نکل کر ایک وزیرِ اعظم کے گھر پرورش پانا، دنیا کے اور مملکت کے مختلف معاملات سے واقف ہونا، عزیزِ مصر کی بیوی کا ان پر عاشق ہوکر اس کی بات نہ ماننے پر جیل بھیج دینا، بادشاہِ مصر کا خواب دیکھنا، تعبیر کے لئے یوسفؑ کی طرف رجوع کرنا، آپ کی

تعبیر سے خوش ہو کر آپ کے لئے رہائی کا پروانہ جاری کرنا، یوسفؑ کا یہ شرط لگانا کہ میرے جرم کی تحقیق کے بعد ہی میں باہر آؤں گا، تحقیق سے آپ کی صداقت اور امانت کا روزِ روشن کی طرح عیاں ہونا، بادشاہ کا آپ کو اپنا مقرب بنانا اور پورے اختیارات آپ کو سونپ دینا، قحط کے زمانہ میں برادرانِ یوسف کا غلہ کے لئے آپ کے پاس آنا، آپ کا تدبیر کر کے بنیامین کو اپنے پاس رکھ لینا، یعقوبؑ کا صبر اور توکل کر کے اللہ سے فریاد کرنا پھر یوسفؑ کا اپنے آپ کو ظاہر کرنا اور اپنے بھائیوں کو معاف کرنا اور والدین کو اور سب خاندان والوں کو مصر بلا بھیجنا، سب آ کر آپ کے سامنے سجدہ ریز ہونا جس سے آپ کے بچپن کے خواب کی تعبیر کا پورا ہونا یہ سب کڑیاں صاف ظاہر کرتی ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے کاموں کو انجام دینے پر غالب ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہی پورا ہوتا ہے۔

۳) ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ o (یوسف۔۲۳)

ترجمہ: (عزیزِ مصر کی عورت) جس کے گھر میں یوسفؑ مقیم تھے انہیں اپنی جانب مائل کرنے کے لئے پھسلانے لگی اور تمام دروازے بند کر دیئے اور بولی آ جاؤ جلدی کرو (یوسفؑ نے کہا) خدا کی پناہ بے شک میرے رب نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا ہے بے شک ظالم لوگ کبھی فلاح نہیں پاتے۔

رب سے بعض مفسرین نے عزیزِ مصر کو مراد لیا ہے اور بعض نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو مراد لیا ہے۔ حقیقی رب تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے۔ ظلم کے معنی وَضَعُ الشَّیْءِ غَیْرَ مَوْضِعِهِ الْمُخْتَصَّ بِهٖ (کسی چیز کو اس کے صحیح مقام سے ہٹا کر غلط مقام پر رکھ دینا) ہیں۔ ہر چھوٹی بڑی کوتاہی، کسی کے حقوق میں یا کسی معاملہ میں کمی یا زیادتی ظلم کہلاتی ہے۔ اس طرح ظلم کی تین قسمیں ہوتی ہیں:

ا) اللہ تبارک وتعالیٰ کے حق میں ظلم یہ ہے کہ بندہ اس کے ساتھ کفر وشرک کرے اور اس کے احکام کی نافرمانی کرے۔

ب) وہ ظلم جو ایک انسان دوسرے انسان پر کرے۔

ج) وہ ظلم جو انسان خود اپنے نفس پر کرے۔

تو اس آیت میں بڑی جامع بات کہی گئی ہے کہ ظالم لوگ کبھی فلاح نہیں پاتے یعنی دین ودنیا کی کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوتے۔

۴) عورتوں کا مکر وفریب شیطان کے مکر وفریب سے عظیم ہے:

فَلَمَّا رَاٰقَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ کَیْدِکُنَّ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ ○

(یوسف ۔ ۲۸)

ترجمہ: (جب عزیزِ مصر نے یہ دیکھا کہ یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو اپنی بیوی سے کہا کہ) یہ تم عورتوں کا مکر ہے بے شک تمہارا مکر بڑا خوفناک ہے۔

خفیہ چال یا تدبیر کو مکر کہتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں شیطان کے مکر کو ضعیف کہا

گیا ہے اور عورتوں کے مکر کو عظیم کہا گیا ہے!

فَقٰتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا ○ (النساء۔۷٦)

ترجمہ: (اے خدا کے دوستو) شیطان کے دوستوں سے تم قتال کرو بے شک شیطان کا مکر کمزور ہوتا ہے۔

ارشادِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

۱) عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ فِیْ خُطْبَتِهٖ اَلْخَمْرُ جُمَّاعُ الْاِثْمِ وَالنِّسَآءُ حَبَائِلُ الشَّیْطَانِ وَحُبُّ الدُّنْیَا رَاْسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ قَالَ وَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ اَخِّرُ النِّسَآءَ حَیْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ شراب تمام گناہوں کا مجمع ہے اور عورتیں شیطان کا جال ہیں اور دنیا کی محبت ساری برائیوں کی جڑ ہے۔ مزید فرمایا کہ عورتوں کو تم پیچھے رکھو جیسا کہ اللہ نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔

۲) عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا تَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کے حق میں عورتوں کے فتنہ سے زیادہ ضرر رساں ہو۔

ایک شخص کی زندگی کے بناؤ اور بگاڑ میں، ایک خاندان کی صلاح اور فساد میں حتیٰ کہ مملکتوں کے اتار اور چڑھاؤ میں عورتیں بہت اہم رول ادا کرتی رہی ہیں۔

۵) عیش وعشرت کی زندگی پر قید وبند کی زندگی کو ترجیح:

قَالَ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ ۚ وَاِلَّا تَصۡرِفۡ عَنِّیۡ کَیۡدَھُنَّ اَصۡبُ اِلَیۡہِنَّ وَاَکُنۡ مِّنَ الۡجٰہِلِیۡنَ ۝ (یوسف۔۳۳)

ترجمہ: (حضرت یوسفؑ نے) کہا اے میرے رب جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے دعوت دے رہی ہیں اس بات سے قید خانہ مجھے زیادہ پسند ہے، اگر تو نے مجھ سے ان کی فریب کاری دور نہ کی تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میں ان کی طرف مائل نہ ہو جاؤں اور پھر میں جاہلوں میں شامل ہو جاؤں گا۔

امراء کی عورتوں نے جب یوسفؑ کا ایک نظارہ کیا تو عزیزِ مصر کی بیوی کو یوسفؑ کی محبت میں معذور سمجھا اور یوسفؑ کو اس کی خواہش کی تعمیل کرنے کے لئے ترغیب دینے لگیں۔ نافرمانی کرنے پر یوسفؑ کو جیل بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔ انبیائے کرامؑ کی عصمت کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت کی جاتی ہے، وہ ہر گناہِ کبیرہ اور صغیرہ سے معصوم رہتے ہیں۔ یوسفؑ نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ میں اس عیش وعشرت اور تعیش کی زندگی کے بدلے جیل خانہ کی سختیوں اور مشقت بھری زندگی کو ترجیح دیتا ہوں۔

اہلِ حق کو ظالم حکمرانوں کے مقابلہ میں کبھی جیل خانہ کی ہوا بھی کھانی پڑتی

ہے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے خلیفۂ وقت منصور نے کہا کہ آپ ہمارے قاضی القضاۃ (Chief Justice) بن جایئے۔ امام صاحبؒ نے کہا کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، خلیفہ نے کہا آپ جھوٹ کہتے ہیں۔ امام صاحبؒ نے کہا تب تو جھوٹا آدمی قاضی بننے کے قابل نہیں ہے۔ بادشاہ کو غصہ آ گیا اور امام صاحبؒ کو جیل میں رکھا گیا حتیٰ کہ آپ کی وفات بھی جیل ہی میں ہوئی! امام احمد بن حنبل کو مسئلۂ خلق قرآن کے سلسلہ میں عباسی خاندان کے خلفاء نے ان پر کیا کچھ ظلم نہیں ڈھایا۔ ننگی پیٹھ پر کوڑے برسائے جاتے تھے۔ ایسے کوڑے برسائے جاتے تھے کہ اگر ہاتھی پر برسائے جائیں تو ہاتھی تڑپ جاتا تھا۔ اس پر بس نہیں کیا گیا بلکہ زنجیروں میں جکڑ کے آپ کو جیل میں ڈالا گیا۔ اکبر کے دینِ الٰہی کے خلاف امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے جو جہادِ اکبر کیا اس کے جانشین جہاں گیر نے آپ کو گوالیار کی جیل میں قید کر دیا۔ قید و بند کے مراحل سے صرف مجرم اور باغی ہی نہیں بلکہ اہلِ حق اور اہل اللہ کو بھی گزرنا پڑا اور وہ سنتِ یوسفی کو تازہ کرتے رہے ہیں۔

۶) جیل میں فریضۂ رسالت کی ادائیگی:

يٰصَاحِبَيِ السِّجۡنِ ءَاَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَيۡرٌ اَمِ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ○ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ○ (یوسف۔۴۰،۳۹)

ترجمہ: اے قید خانہ کے ساتھیو کیا جدا جدا معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ جو یکتا اور سب سے زبردست ہے وہ بہتر ہے؟ تم لوگ خدا کو چھوڑ کر صرف ایسے چند بے اصل ناموں کی پرستش کرتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے گھڑ لیا ہے حالانکہ اللہ نے ان کے معبود ہونے پر کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ سوائے اللہ کے کسی کی فرمان روائی نہیں ہے اسی نے یہ حکم دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت نہ کرو یہی صحیح اور سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

انبیائے کرامؑ کو اپنے فریضۂ رسالت کا ہر دم احساس رہتا ہے۔ جیل کے دو ساتھیوں نے یوسفؑ سے جب خواب کی تعبیر پوچھی تو پہلے آپ نے انہیں یہ بتایا کہ وہ اللہ کے نبی ہیں اور ان کا سلسلۂ نسب حضرت ابراہیمؑ، اسحٰقؑ اور یعقوبؑ سے ملتا ہے اور انہوں نے اس قوم کے دین کو چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔

۷) نفسِ انسانی کی حقیقت:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ (یوسف۔۵۳)

ترجمہ: اور میں اپنے نفس کو پاکیزہ نہیں قرار دیتا۔ بے شک نفس تو بری باتوں کا ہی حکم دیتا ہے سوائے اس نفس کے جس پر میرا رب رحم کرے۔ بے شک میرا رب بڑا معاف کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

جب یوسفؑ کی براءت اور نزاہت ثابت ہوگئی تو آپ نے مندرجہ بالا حقیقت کا اظہار کیا کہ نفسِ انسانی تو بالذات برائی کا ہی حکم دینے والا ہوتا ہے۔ نفس کی طبیعت اور جبلت میں برائی کا میلان رکھا ہوا ہے، ایک لمحہ کے لئے بھی نفس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ مگر جس وقت خدا مہربانی کرے اس وقت انسان نفسِ غدار کے شر اور فتنہ سے بچ سکتا ہے صرف اللہ کی رحمت اور عنایت ہی نفس اور شیطان کے شر سے حفاظت کر سکتی ہے۔

نبی کے علاوہ کوئی اور شخص ہوتا تو اپنے تقدس اور پاکیزگی کی ڈینگیں مارتا۔ برائی کی ترغیب دینے والوں اور جیل بھیجنے والوں کو خوب لعن طعن کرتا۔ اس براءت سے یوسفؑ کا مقصد اعجابِ نفس نہیں ہے بلکہ تحدیثِ نعمت ہے کہ یہ میری عصمت اور عفت محض اللہ کے فضل و کرم سے ہے۔

نفس کی تین حالتیں:

اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ ایسے رفیق کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم اس کا اعزاز و اکرام کرو، کھانا کھلاؤ، کپڑے پہناؤ تو وہ تم کو بلا اور مصیبت میں ڈال دے، اگر تم اس کی توہین کرو، بھوکا ننگا رکھو تو تمہارے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس سے زیادہ برا تو دنیا میں کوئی ساتھی ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تمہارا نفس جو تمہارے پہلو میں ہے وہ ایسا ہی

ساتھی ہے۔ (قرطبی) ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن خود تمہارا نفس ہے جو تمہیں ذلیل خوار بھی کرتا ہے اور طرح طرح کی مصیبتوں میں بھی مبتلا کر دیتا ہے۔

کسی شخص کو جب ایمان کی توفیق ہوتی ہے اور اللہ کی معرفت اور آخرت کا یقین آجاتا ہے تو گناہوں پر اس کا نفس اس کو ملامت کرنے لگتا ہے۔ ایسے نفس کو "نفسِ لوامہ" کہا جاتا ہے۔ نفسِ لوامہ جب برائیاں چھوڑ کر اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کی اطاعت میں اور اس کے ذکر میں لگا دیتا ہے تو وہ "نفسِ مطمئنہ" بن جاتا ہے۔

۸) تدبیر وتوکل:

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○ (یوسف۔۶۷)

ترجمہ: اے میرے بیٹو تم سب شہر کے ایک دروازہ سے داخل مت ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا اور میں قضائے الٰہی میں کسی شئے کو تم پر سے دفع نہیں کرسکتا حکم تو صرف اللہ ہی کا چلتا ہے میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور سب بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

دوسری مرتبہ جب برادرانِ یوسف بنیامین کو لے کر مصر جانے کے لئے تیار

ہو گئے تو حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ اے میرے بیٹو تم سب شہر کے متفرق دروازوں سے داخل ہونا، ایک دروازہ سے داخل مت ہونا۔ نظرِ بد اور حسد سے بچنے کے لئے ایک تدبیر بتائی پھر فرمایا کہ یہ ایک ظاہری تدبیر ہے جو قضا وقدرِ الٰہی کا مقابلہ نہیں کر سکتی حکم تو صرف اللہ ہی کا چلتا ہے۔ اسباب وتدبیر اختیار کرنے کے بعد میرا بھروسہ صرف اللہ پر ہے۔ بلاشبہ یعقوبؑ اللہ کے عطا کردہ علم کی وجہ سے بڑے جاننے والے تھے۔ تدبیر تو فرمائی لیکن توکل اللہ کی ذات پر کیا۔ توکل ترکِ اسباب وتدبیر کا نام نہیں ہے بلکہ اسباب وتدبیر پر ترکِ اعتماد کو کہتے ہیں۔

۹) ہر جاننے والے کے اوپر ایک زیادہ جاننے والا ہے:

وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ٥ (یوسف۔۷۶)

ترجمہ: ہر صاحبِ علم پر ایک اور عالم موجود ہے۔

حضرت یعقوبؑ نے اپنے فرزندان کی حفاظت کے لئے تدبیر اور توکل دونوں کیا مگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر خفیہ طور پر اس طرح کام کر گئی کہ بنیامین کو مصر میں یوسفؑ کے پاس قید میں رہنے کے اسباب پیدا ہو گئے۔ دنیا میں ایک آدمی سے زیادہ دوسرا، دوسرے جاننے والے سے زیادہ تیسرا جاننے والا ہے مگر سب جاننے والوں کے اوپر ایک جاننے والا اور ہے جسے عالم الغیب والشہادت کہتے ہیں۔ جس کا علم ذاتی اور کلی ہے۔

حَدَّثَنَا اُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ خَطِيْبًا فِىْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ فَسُئِلَ اَیُّ

النَّاسِ اَعۡلَمُ فَقَالَ اَنَا اَعۡلَمُ فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ اِذَا لَمۡ يَرُدَّ الۡعِلۡمَ اِلَيۡهِ فَاَوۡحَى اللّٰهُ اِلَيۡهِ اَنَّ عَبۡدًا عِبَادِیۡ بِمَجۡمَعِ الۡبَحۡرَيۡنِ هُوَ اَعۡلَمُ مِنۡكَ۔۔۔۔۔ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعبؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ موسیٰ نبیؑ بنی اسرائیل میں کھڑے ہوئے وعظ فرمارہے تھے تو ان سے سوال کیا گیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو موسیٰؑ نے فرمایا کہ سب سے بڑا عالم میں ہوں اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عتاب ہوا کہ انہوں نے علم کو اللہ کے حوالہ کیوں نہیں کیا اور ان سے کہا گیا کہ اے موسیٰ مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔۔۔۔۔

اللہ کے رسول ﷺ صحابہ کرامؓ سے کوئی بات دریافت کرتے تو وہ بڑے ادب سے یہ جواب دیتے کہ اللّٰه ورسوله اعلم (اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جاننے والے ہیں)

کچھ لوگ جو ہمہ دانی کا زعم رکھتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں انہیں اس مقام پر ٹھہر کر سوچنا چاہیئے کہ ان کا زعم اور دعویٰ کہاں تک صحیح ہے؟

۱۰) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے:

يٰبَنِیَّ اذۡهَبُوۡا فَتَحَسَّسُوۡا مِنۡ يُّوۡسُفَ وَاَخِيۡهِ وَلَا تَايۡـَٔسُوۡا مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايۡـَٔسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡكٰفِرُوۡنَ۝ (یوسف۔۸۷)

ترجمہ: اے میرے بیٹو تم پھر مصر واپس جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کا پتہ لگاؤ

اور اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو اللہ کی رحمت سے وہی لوگ نا امید ہوتے ہیں جو منکر ہیں۔

جاؤ! کوشش کر کے یوسف اور اس کے بھائی کی کھوج لگاؤ اور اس کے بھائی بنیامین کو چھڑانے کا کوئی ذریعہ تلاش کرو۔ کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پھر جمع کر دے۔ حق تعالیٰ کی مہربانی اور فیض سے نا امید ہونا کافروں کا شیوہ ہے جنہیں اس کی رحمتِ واسعہ اور قدرتِ کاملہ کی صحیح معرفت نہیں ہوتی۔ ایک ایمان والے کا کام یہ ہے کہ اگر پہاڑ کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں کے برابر مایوس کن حالات پیش آئیں تب بھی خدا کی رحمت کا امیدوار رہتا ہے۔ امکانی کوشش میں پست ہمتی نہ دکھلائے۔ بظاہر حالات کے لحاظ سے مایوسی ہوسکتی ہے لیکن اللہ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے۔ شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے؎

اَلَا لَا یَجْاَرَنَّ اَخُوالْبَلِیَّۃِ فَلِلرَّحْمٰنِ اَلْطَافٌ خَفِیَّۃٌ

(مصیبت زدہ شخص نہ بلبلائے اس لئے کہ رحمٰن کی چھپی ہوئی مہربانیاں اس کے ساتھ ہیں)

۱۱) تین اہم بنیادی صفات (تقویٰ، صبر اور احسان):

اِنَّہٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ٥ (یوسف۔۹۰)

ترجمہ: بے شک جو شخص بھی تقویٰ اختیار کرے اور صبر سے کام لے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نیکو کاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

بھائیوں کی عاجزانہ درخواست اوران کی پریشان حالی کودیکھ کر یوسفؑ نے ظاہر کردیا کہ وہی یوسف ہیں جو اس وقت مصر کے بادشاہ ہیں۔ بھائیوں نے اپنی زیادتیوں پر جب معافی طلب کی تو آپ نے کہا کہ آج تم پر کوئی گرفت نہیں ہے تمہارے لئے معافی ہے۔ بے شک جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اور صبر کے ساتھ حالات کو جھیلے گا اور نیکوکاری کا طریقہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔ پورے دین کا خلاصہ کسی ایک لفظ میں ادا کیا جاسکتا ہے تو وہ تقویٰ ہے۔اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کی ہر نافرمانی سے بچنا اور مکمل اطاعت کرنا تقویٰ ہے۔دین میں صبر کا مقام وہ ہے جو انسانی جسم میں سر کا مقام ہے۔گناہوں سے اپنے آپ کو بچا کر نیکیوں پر اپنے آپ کو ثابت قدم رکھتے ہوئے ناگوار حالات میں جزع اور فزع سے بچنا صبر ہے۔احسان اللہ کی بندگی ایسے کرنا گویا ہم اللہ کو دیکھ رہے ہیں، ہم تو اللہ کو دیکھ نہیں سکتے مگر وہ تو ہم کو ضرور دیکھ رہا ہے۔ پوری سورت کا خلاصہ تین الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے۔تقویٰ،صبر اور احسان۔

۱۲) انبیائے کرامؑ کے علوم:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا وَاْتُوْنِىْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ٥ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْ لَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ٥ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِىْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ٥ (یوسف۔۹۵-۹۳)

ترجمہ: (حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے) کہا کہ میرا یہ قمیص لے جاؤ اور اس

کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو تو وہ بینا ہو جائیں گے اور اپنے سارے گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔ جب قافلہ مصر سے نکلا تو یعقوبؑ نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے اگر تم میرے بارے میں یہ نہ کہنے لگو کہ بوڑھا کم عقلی کی وجہ سے سٹھیا گیا ہے۔

انبیائے کرامؑ کے تمام علوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اور الہام کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ شیخ شیرازیؒ نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند　　　　کہ اے روشن گُہر پیرِ خردمند

(کسی نے بیٹا گم کئے ہوئے شخص یعنی یعقوبؑ سے پوچھا کہ اے روشن دل عقلمند بزرگ)

ازمصرش بوئے پیرہن شنیدی　　　　چرا در چاہِ کنعانش ندیدی

(آپ نے اس فرزند کے قمیص کی خوشبو مصر سے سونگھ لی اس کو کنعان کے کنویں میں کیوں نہیں دیکھا؟)

بگفت احوالِ ما برقِ جہاں ست　　　　دمے پیدا و دیگر دم نہان ست

(انہوں نے کہا کہ ہمارے احوال اس کوندنے والی بجلی کی طرح ہیں جو ایک دم ظاہر ہوتی ہے اور پھر پوشیدہ ہو جاتی ہے)

گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم　　　　گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

(کبھی ہم بلند بالاخانہ پر بیٹھے ہیں کبھی اپنے پیر کے پیچھے کیا ہے وہ بھی نہیں دیکھ سکتے)

۱۳) جامع اور کامل دعا:

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝ (یوسف۔۱۰۱)

ترجمہ: اۓ میرے رب تو نے مجھے حکومت کا ایک بڑا حصہ عطا فرمایا اور تاویل الاحادیث سکھائی اۓ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے دنیا اور آخرت میں تو ہی میرا کارساز ہے تو مجھے اسلام کی حالت میں وفات دے اور نیک صالحین میں ملا دے۔

اللہ تعالیٰ نے جو علم و حکمت یوسفؑ کو عطا فرمائی تھی اس کی روشنی میں مندرجہ بالا دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرادا کر کے اس کی قدرت اور کارسازی کا واسطہ دیتے ہوئے سب سے اہم دعا اللہ کی بارگاہ میں پیش کی کہ مجھے اسلام کی حالت میں وفات دے۔ یہاں موت کی دعا نہیں مانگی جارہی ہے بلکہ حسنِ خاتمہ کی دعا کی جارہی ہے مطلب یہ ہے کہ اۓ پروردگار جب بھی موت آئے تو ایمان و اسلام کی حالت میں موت آئے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔ اس لئے یہ دعا ہر مسلمان کو مانگنی چاہیئے کیونکہ حسنِ خاتمہ سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے۔

اَنْتَ وَلِیُّنَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَّاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ اٰمِیْنَ یَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۱) مشرکینِ عرب سے آگے

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَاهُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌo (الزمر۔۳)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلك من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: آگاہ رہو کہ عبادت جو خالص ہو اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے اور جن لوگوں نے خدا کے سوا اور دوسرے شرکاء تجویز کر رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا کا خاص مقرب بنا دیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے مابین ان باتوں کا جن میں یہ اختلاف کر رہے ہیں یقیناً فیصلہ فرما دے گا بے شک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی رہنمائی نہیں فرماتا جو جھوٹا اور سخت ناشکرا ہو۔

۲) وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَo (یونس۔۱۸)

ترجمہ: (مشرکین) خدا کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ انہیں کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ معبود اللہ کے یہاں ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ آپ پوچھئیے کیا تم اللہ کو ایسی چیزوں سے آگاہ کرنا چاہتے ہو جس کے موجود ہونے کا علم اللہ تعالیٰ کو نہ آسمانوں میں ہے نہ زمین میں ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بالاتر ہے۔

سورۂ زمر کی مذکورہ بالا آیت میں مشرکین کی معبودانِ باطل کی عبادت کی دلیل یہ بیان کی گئی کہ وہ یہ سمجھ کر ان کی عبادت کرتے تھے کہ یہ معبودان کو اللہ کا خاص مقرب بنادیں گے۔ چونکہ یہ مقربانِ خداوندی ہیں اس لئے ان کی وجہ سے ہماری یہ احتیاج اور ہماری عبادت اللہ تک پہنچ جاتی ہے اور ان کی توجہ سے ہم بھی اللہ کا قرب حاصل کرلیں گے۔ اس لئے فرمایا گیا کہ یہ اختلاف جو مشرکین اور اہلِ ایمان کے درمیان ہے اس کا عملی فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کریں گے۔

سورۂ یونس کی آیت نمبر اٹھارہ میں فرمایا گیا کہ یہ مشرکین اللہ کی عبادت چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ان کا بھلا کر سکتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ معبود اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کو ایسی چیزوں سے آگاہ کرنا چاہتے ہو جس کے موجود ہونے کا علم نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں ہے، اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بالاتر ہے۔ سفارش والی بات اول تو سفارشی کی عبادت لازم

نہیں پھر اللہ نے کسی کو مقرر نہیں کیا بلکہ اس کے امکان اور وقوع کا علم اللہ تعالیٰ کو نہیں ہے اور تم اس کو بتانا چاہتے ہو؟ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مشرکین کا یہ عقیدہ کہ اللہ ایک ہے اور یہ شریک اس کی طرف سے ہم پر مختار ہیں تو فرمایا گیا کہ اگر اس نے مختار کئے تو آپ خود ان سے کیوں منع کرتے؟

مشرکینِ عرب اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود اور مختارِ کل ہونے کو مانتے تھے، زمین آسمان کو اسی کی تخلیق سمجھتے تھے، بارش کا نازل کرنا، فصلوں کا پیدا کرنا، دن رات کا ایک کے بعد دیگرے آنا یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی تخلیق وتدبیر سے ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے اور ساتھ ہی اپنے فرضی معبود چاہے وہ گھڑے ہوئے بت ہوں، چاہے شیاطین یا ملائکہ ہوں ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے سفارشی ہیں۔اسی عقیدہ کی تردید قرآن میں جگہ جگہ کی گئی ہے۔کون سفارش کرے اور کس کی سفارش کرے اس کا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ ہی کرے گا اور وہ بھی عالمِ آخرت میں دنیا میں نہیں۔فرمایا گیا:

۱) يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ۝ (طٰہٰ۔۱۰۹)

ترجمہ: اس دن کسی کے حق میں سفارش نفع نہ دے گی سوائے اس کو جس کو رحمٰن اجازت دے اور اس کی بات کو پسند کرے۔

۲) وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ (سبا۔۲۳)

ترجمہ: اور شفاعت نفع نہیں دے گی مگر اسی کے حق میں جس کی نسبت اللہ تعالیٰ

اجازت دے۔

مشرکین کا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا:

مشرکینِ عرب چونکہ اللہ کے واجب الوجود ہونے، قادرِ مطلق ہونے اور فعال لما یرید (جو چاہے کرنے والا) ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے اسی لئے جب سخت مصیبتوں میں گھر جاتے تو اپنے معبودوں کو بھول کر اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے اور اسی کی دہائی دینے لگتے۔

۱) هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ o فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ o (یونس۔۲۲،۲۳)

ترجمہ: وہی اللہ ہے جو تم کو خشکی اور دریا میں چلاتا ہے یہاں تک کہ تم کبھی کشتی میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ اس ہوا سے بہت خوش ہوتے ہیں اسی حال میں یکا یک ان کشتیوں پر مخالف ہوا کا ایک تیز جھونکا آجاتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھنے لگتی ہیں اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ ہر طرف سے گھر چکے ہیں تو اس وقت خالص اللہ ہی کی عبادت اختیار کر کے اللہ کو

پکارتے ہیں کہ اے اللہ تو ہم کو اس وقت بچالے تو ہم ضرور تیرے شکر گزار رہیں گے۔ پھر جب اللہ ان کو اس طوفان سے نجات دے دیتا ہے تو وہ زمین میں بیجا سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! تمہاری سرکشی کا وبال صرف تم ہی پڑنے والا ہے تم دنیاوی زندگی کے ساز وسامان سے فائدہ اٹھالو پھر تم کو ہماری ہی طرف واپس آنا ہے پھر ہم تم کو ان سب کاموں کی حقیقت سے آگاہ کردیں گے جو تم کیا کرتے تھے۔

۲) وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ (الروم۔۳۳)

ترجمہ: اور جب لوگوں کو کوئی سختی پہنچتی ہے تو اپنے رب کی طرف رجوع ہو کر اسی کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو اپنی طرف سے کچھ رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تب ہی ان لوگوں میں سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔

۳) فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ (العنکبوت۔۶۵)

ترجمہ: پھر جب یہ لوگ کسی کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالص اللہ ہی پر اعتقاد رکھ کر اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب اللہ ان کو نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے تب ہی وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

۴) اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ

لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝ (لقمن ۔۳۱،۳۲)

ترجمہ: کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کہ سمندر میں جہاز اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے چلتے ہیں تا کہ وہ تم کو کچھ اپنی قدرت کی نشانیاں مشاہدہ کرائے۔ بے شک اس امرِ مذکور میں ہر صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ اور جب ان لوگوں پر دریا کی موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو یہ لوگ خالص اللہ ہی پر اعتقاد رکھ کر اللہ کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے تو بعض راہِ راست پر رہتے ہیں، اور ہماری نشانیوں کا انکار وہی کرتے ہیں جو عہد شکنے اور ناشکرے ہیں۔

برِصغیر کے مسلمانوں کا حال:

افسوس کہ ایک گروہ کے علماء نے مشرکانہ اور مبتدیانہ عقائد وافکار ایجاد کر کے عوام الناس میں اس طرح پھیلا دیئے ہیں جس کی وجہ سے برِصغیر کے مسلمان بلا تکلف شرک و بدعات کا شکار ہو گئے ہیں۔ اولیاء اور صالحین کو خدائی صفات اور خدائی مقام دے کر ان کو مختارِ کل اور مشکل کشا بلکہ سبھی کچھ سمجھ لیا گیا اور سمجھایا گیا۔ اس گروہ کے ایک عالم کے چند اقوال آپ کے گوش گذار کرتا ہوں:

۱) بغیر غوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے۔

۲) اولیاء میں ایک مرتبہ ''اصحاب التکوین'' کا ہے، جو چیز جس وقت چاہتے ہیں فوراً

ہوجاتی ہے۔ جسے ''کن'' کہا وہی ہوگیا۔

۳) اولیاءاللہ کو اللہ عزوجل نے بہت بڑی طاقت دی ہے، ان میں سے جو اصحابِ خدمت ہیں ان کو تصرف کو اختیار دیا جاتا ہے، سیاہ وسفید کے مختار بنادیئے جاتے ہیں۔ یہ حضرات نبی کے سچے نائب ہیں ان کو اختیارات وتصرفات حضور کی نیابت میں ملتے ہیں۔ (بحوالہٗ التوحید الخالص۔ص:۲۱۷)

ان عقائد کی تردید کے لئے مفصل بیان کی ضرورت ہے مختصراً اتنا سمجھ لینا اور یقین کرنا ضروری ہے کہ کائنات کے ہر امر کی تدبیر اللہ تعالیٰ کررہا ہے، اسی کے ارادہ سے ہر چیز ہوتی ہے۔ کن فکان (اللہ تعالیٰ کسی چیز کو کہتا ہے ہوجا تو وہ فوراً ہوجاتی ہے) یہ اللہ تعالیٰ کے اختیارات ہیں، اللہ تعالیٰ نے کسی کو کائنات میں تصرف کرنے کے اختیارات نہیں سونپے ہیں۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (یس۔۸۲)

ترجمہ: بس اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہوجا وہ ہوجاتی ہے۔

بزرگانِ دین اور اولیاءاللہ کے القاب:

بزرگوں کو جو القاب ان لوگوں نے عطا کئے ہیں ان سے بھی صریح شرک ہی ظاہر ہوتا ہے۔ مشکل کشا یعنی مشکل کو دور کرنے والا، حضرت علیؓ کو یہ لوگ مولیٰ مشکل کشا کہتے ہیں مشکل کشا تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، غوث کے معنی فریادرس کے

ہیں، شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کو غوث اعظم بنایا گیا ہے، فریاد کو پہنچنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (النمل ۔۶۲)

ترجمہ: بھلا کون ہے جو بے کس کی فریاد کو پہنچتا ہے اور اس کی تکلیف اور مصیبت کو دور کرتا ہے۔

حضرت شیخ عثمان علی ہجویریؒ کو داتا گنج کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کسی کو امیر و غریب بنانا تو اللہ کے اختیار میں ہے۔

وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰىo (النجم ۔۴۸)

ترجمہ: وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جو کسی کو مالدار بناتا ہے اور کسی کو غریب۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو غریب نواز (غریب کو نوازنے والا) اور حضرت خواجہ گیسو درازؒ کو بندہ نواز (بندہ کو نوازنے والا) جیسے القاب سے پکارا جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی بندہ نواز اور غریب نواز ہے۔ یہ صرف چند ہی مثالیں دی گئی ہیں ان کے علاوہ اور بھی بے شمار مشرکانہ القاب بزرگوں کے نام کے ساتھ چسپاں کر دیئے گئے ہیں۔

یہ لوگ ایسے القاب سے نہ صرف موسوم کرتے ہیں بلکہ ان کا عقیدہ ہی ایسا بن چکا ہے اور پھر ان کے نام کی دہائی دیتے ہیں اور ان کے نام کے وظیفے پڑھتے ہیں۔ اپنی مصیبتوں اور حاجات میں دور و نزدیک سے ان سے فریاد کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ یا بہاء الدین مشکل کشا اٹھتے بیٹھتے پڑھا کرتے ہیں اور بعض کشادگی

رزق کے لئے ''یا نظام الدین اولیاء زرے زر بخش'' کا ورد کرتے ہیں اور ایک گروہ ہر مصیبت میں ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئًا للہ'' (اے عبدالقادر جیلانیؒ اللہ کے لئے کچھ دے دو) کو وظیفۂ مجرب بتاتا ہے۔ جان لو کہ یہ ساری باتیں افتراء اور بہتان ہیں اور اہلِ صراطِ مستقیم میں سے کوئی قابلِ اعتبار شخص ہرگز ان کو بیان نہیں کرتا۔

(بحوالۂ التوحید الخالص۔ص:۲۲۹)

اوپر بیان کی ہوئی چیزیں فرضی الزامات نہیں ہیں بلکہ ان کی سواریوں، دکانوں اور مکانوں پر K.B.N, K.G.N، یا غوث، یا علی لکھا ہوا ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ بزرگوں کی مزاروں کو پختہ بنا کر بڑی بڑی عمارتیں بنائی گئی ہیں جہاں سالانہ صندل، عرس کے علاوہ شب وروز بھی قبروں پر نذر ونیاز، چڑھاوے، سجدے، بزرگوں سے استمداد بڑے زوروں پر چلتا رہتا ہے۔

ان عقائد واعمال سے پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ برِصغیر کے مسلمانوں کا بڑا گروہ اپنے شرک میں مشرکینِ عرب سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ مشرکینِ عرب تو سخت مشکلات اور مصائب میں سارے معبودوں کو چھوڑ کر صرف اللہ ہی کو پکارتے تھے اور اسی کی دہائی دیتے تھے مگر یہ لوگ ہیں کہ مشکلات اور مصائب میں دورونزدیک سے اولیاء اللہ کو پکارتے ہیں اور انہی سے مدد طلب کرتے ہیں!

حبر الامت حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ کو اللہ کے رسول ﷺ کی خاص نصیحت:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَوْمًا فَقَالَ یَا غُلَامُ اِحْفَظِ

اللّٰہَ یَحۡفَظۡکَ اِحۡفَظِ اللّٰہَ تَجِدۡہُ تُجَاھَکَ وَاِذَا سَاَلۡتَ فَاسۡاَلِ اللّٰہَ وَاِذَا اسۡتَعَنۡتَ فَاسۡتَعِنۡ بِاللّٰہِ وَاعۡلَمۡ اَنَّ الۡاُمَّۃَ لَوِ اجۡتَمَعَتۡ عَلٰی اَنۡ یَّنۡفَعُوۡکَ بِشَیۡءٍ لَمۡ یَنۡفَعُوۡکَ اِلَّا بِشَیۡءٍ قَدۡ کَتَبَہُ اللّٰہُ لَکَ وَلَوِ اجۡتَمَعُوۡا عَلٰی اَنۡ یَّضُرُّوۡکَ بِشَیۡءٍ لَمۡ یَضُرُّوۡکَ اِلَّا بِشَیۡءٍ قَدۡ کَتَبَہُ اللّٰہُ عَلَیۡکَ رُفِعَتِ الۡاَقۡلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ (احمد، ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اللہ کے رسول ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اے لڑکے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کا خیال رکھ اللہ تیرا خیال رکھے گا اللہ کے حق کا خیال رکھ اللہ کو تو اپنے ساتھ پائے گا اور جب تجھے سوال کرنا ہے تو صرف اللہ ہی آگے دستِ سوال دراز کر جب تجھے مدد کی ضرورت ہو تو صرف اللہ ہی سے مدد مانگ اور جان لے کہ اگر تمام مخلوق مل کر تجھے نفع پہنچانا چاہیں تو ہرگز نفع نہیں پہنچا سکتے مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر میں لکھا ہے اگر دنیا کے سارے لوگ مل کر تجھے کسی طرح کا نقصان پہنچانا چاہیں تو ہرگز تجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ تقدیر کے قلم اٹھا لئے گئے ہیں اور صحائفِ تقدیر خشک ہو گئے ہیں۔

یہاں کے غیر مسلموں نے جب مسلمانوں کے اعمال کا مشاہدہ اور موازنہ کیا تو انہیں اپنے دھرم میں اور دینِ اسلام میں کوئی بنیادی فرق محسوس نہیں ہوا۔ ان سب مشرکانہ عقائد اور اعمال کے ساتھ برِصغیر کے مسلمان نجات اور جنت کے حقدار ہونے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں اور غیر مسلموں کو جہنمی گردانتے ہیں۔ ان کے ایک

دانشمند شاعر نے کیا خوب نظم لکھی ہے:۔

ایک ہی پربھو کی پوجا ہم اگر کرتے نہیں — ایک ہی درگاہ پر سر آپ بھی رکھتے نہیں
اپنی سجدہ گاہ دیوی کا اگر استھان ہے — آپ کے سجدوں کا مرکز بھی تو قبرستان ہے
گنتی اپنے دیوتاؤں کی جو ہم رکھتے نہیں — آپ بھی مشکل کشا اپنے تو گن سکتے نہیں
جتنے کنکر اتنے شنکر، یہ اگر مشہور ہے — جتنے مردے، اتنے سجدے آپ کا دستور ہے
اپنی دیوی دیوتاؤں کو ہے اگر کچھ اختیار — آپ کے ولیوں کی طاقت کا نہیں ہے کچھ شمار
وقتِ مشکل کے ہے نعرہ اپنا بجرنگ بلی — آپ کو دیکھا لگاتے نعرۂ غوث و علی
بھیجتا ہے پربھو اوتار اپنا ہر ایک دیس میں — آپ نے سمجھا خدا کو مصطفیٰ کے بھیس میں
مندروں میں بھی بجاتے ہیں اگر ہم گھنٹیاں — تربتوں پر آپ کو دیکھا بجاتے تالیاں
ہم بھجن کرتے ہیں گا کر دیوتا کی خوبیاں — آپ بھی گاتے ہیں قبروں پر یوں ہی قوالیاں
ہم چڑھاتے ہیں بتوں پر دودھ اور پانی کی دھار — آپ کو دیکھا چڑھاتے مرغ و چادر شاندار
بت کی پوجا ہم کریں، ہم کو ملے نارِ سقر — آپ قبروں پر جھکیں پھر کیوں ملے جنت میں گھر
آپ مشرک ہم بھی مشرک بات بالکل صاف ہے — جنتی تم، دوزخی ہم، یہ کوئی انصاف ہے
ہم بھی جنت میں رہیں گے تم اگر ہو جنتی — ورنہ دوزخ میں ہمارے ساتھ ہوں گے آپ بھی

فرق ہم میں اور تم میں کچھ نہیں شنکر دیال
ہم کو بھی سمجھا دو، نہیں تو تم پہ سب ہوگا وبال

(نغماتِ حسنہ۔ شنکر دیال شرما)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو ہر طرح کے شرکِ جلی اور خفی سے بچا کر خالص ایمان پر قائم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ کرے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۲) فکرِ آخرت

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ o اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ o وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ o (الزمر۔۳)

صدق اللّٰه العظيم وصدق رسوله الكريم ونحن علٰى ذٰلك من الشٰهدين والشكرين۔

ترجمہ: اور اے پیغمبر ہمارے بندوں ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔ ہم نے ان کو ایک خاص وصف کے ساتھ مخصوص کیا تھا اور وہ دارِ آخرت کا یاد کرنا تھا۔ اور یقیناً وہ ہمارے ہاں برگزیدہ اور بہترین لوگوں میں سے ہیں۔

فکرِ آخرت انبیاءؑ کا امتیازی وصف ہے:

ذِكْرَى الدَّارِ اس کے لفظی معنی ہیں ''گھر کی یاد'' اور ''گھر'' سے مراد آخرت ہے۔ آخرت کے بجائے یہ لفظ استعمال کر کے تنبیہ کر دی گئی ہے کہ انسان کو اپنا اصلی گھر آخرت ہی کو سمجھنا چاہئیے اور اس کی فکر کو اپنے افکار و اعمال کی بنیاد بنانا چاہئیے۔ یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ فکرِ آخرت انسان کی فکری اور عملی قوت کو اور زیادہ جلا

بخشتی ہے۔ بعض ملحدین کا یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ فکرِ آخرت انسان کی قوتوں کو کُند کردیتی ہے۔ (معارف القرآن۔ جلد ہفتم)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَعَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ وَيَنْقِلُوْنَ التُّرَابَ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا يَقُوْلُ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يُجِيْبُهُمْ اللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب (غزوۂ احزاب کے موقع پر) مہاجرین اور انصار نے خندق کھودنا اور مٹی کو اٹھا اٹھا کر پھینکنا شروع کیا تو وہ (اس دوران) یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔ (ترجمہ) ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کے ہاتھ پر اپنی زندگی کی آخری سانس تک جہاد کرتے رہنے کی بیعت کی ہے اور رسول کریم ﷺ ان کے اس رجز کے جواب میں یہ (دعا) فرماتے تھے کہ اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے، تو انصار و مہاجرین کو بخش دے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا وَقَلْبُ الْقُرْاٰنِ يٰسٓ وَمَنْ قَرَاَ يٰسٓ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِقِرَاءَتِهَا قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ عَشَرَ مَرَّاتٍ (ترمذی، دارمی)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور سورۂ یٰس قرآن کا دل ہے، جو سورۂ یٰس پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس قرآن کا ثواب لکھتا ہے۔

امام غزالیؒ نے فرمایا کہ سورۂ یٰس کو قلبِ قرآن فرمانے کی یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ اس سورۃ میں قیامت اور حشر ونشر کے مضامین خاص تفصیل اور بلاغت کے ساتھ آئے ہیں اور اصولِ ایمان میں سے عقیدۂ آخرت وہ چیز ہے جس پر انسان کے اعمال کی صحت موقوف ہے، خوفِ آخرت ہی انسان کو عملِ صالح کے لئے مستعد کرتا ہے اور وہی اس کو ناجائز خواہشات اور حرام سے روکتا ہے، تو جس طرح بدن کی صحت قلب کی صحت پر موقوف ہے اسی طرح ایمان کی صحت فکرِ آخرت پر موقوف ہے۔ (معارف القرآن۔ جلد ہفتم)

دین کے تین بنیادی عقائد:

۱) توحید، ۲) آخرت اور ۳) رسالت

اسلام کی توحید وہ ہے جس میں پہلے شرک کی نفی اور اس کے بعد توحید کا اثبات ہے۔ یہ دنیا کی زندگی آزمائش ہے، اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ انبیاء اور رسل اسی بات کی دعوت وتبلیغ کے لئے انسانوں کی طرف مبعوث کئے جاتے ہیں۔ قرآن کی جو سورتیں ہجرتِ نبوی ﷺ سے پہلے نازل ہوئیں وہ مکی کہلاتی ہیں اور جو سورتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں۔ قرآن میں چھیاسی (۸۶) سورتیں مکی ہیں اور اٹھائیس (۲۸) سورتیں مدنی ہیں۔ مکی سورتوں میں ایمان کے تین بنیادی عقائد توحید، آخرت اور رسالت ہی کا بار بار تذکرہ کیا گیا ہے۔ عقائد کے تعلق سے دلائل دیئے گئے ہیں اور شکوک وشبہات کو دور کیا گیا ہے۔ آخری

منزل (سورۂ ق سے ناس تک) اکثر سورتوں کا مرکزی مضمون ہی آخرت ہے۔ مدنی سورتوں کے اندر انفرادی اور اجتماعی زندگی کے احکام دیئے گئے ہیں اور ان احکام پر ایمان لا کر عمل کرنے والوں کے لئے آخرت میں جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، تکذیب اور انکار کرنے والوں کے لئے آخرت میں سخت سزا اور جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔قرآن کا کوئی صفحہ ایسا نہیں ہے جس میں قیامت اور آخرت کا ذکر نہ ہو۔ ہمارا موضوع صرف فکرِ آخرت ہے اس لئے تفصیل میں جانے کا موقع نہیں ہے۔

نبی ﷺ کی دعوت کا نمایاں پہلو آخرت ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ دَعَا النَّبِیُّ ﷺ قُرَیْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ یَابَنِیْ كَعْبِ بْنِ لُؤَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَابَنِیْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَابَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَابَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَابَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَابَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَافَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا غَیْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ (اپنے خاندان کے قریبی لوگوں کو ڈرایئے) نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے قریش کے لوگوں کو بلایا، جب وہ جمع ہو گئے تو آپ نے خطابِ عام اور خطابِ خاص سے ان کو

مخاطب فرمایا اۓ کعب بن لوی کے بیٹو اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ اۓ مرہ بن کعب کے بیٹو اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ اۓ عبد شمس کے بیٹو اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ اۓ عبد مناف کے بیٹو اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ اۓ ہاشم کے بیٹو اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ اۓ عبدالمطلب کے بیٹو اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ اۓ فاطمہ تو اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچا میں تیرے حق میں خدا کی طرف سے از قسمِ عذاب کسی چیز کا مالک نہیں ہوں البتہ تیری قرابت کا جو حق ہے میں اس کو ادا کرتا رہوں گا۔

ویسے تو بنیادی عقیدہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے صفات کہ وہ خالق اور رازق ہے اسی کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے وہی ایک دن انسانوں کو زندہ کر کے حساب لینے والا ہے۔ انسان جب تک یہ یقین نہیں کرتا کہ اسے مرنے کے بعد ایک دن خدا کے سامنے جا کر ٹھہرنا ہے اور اپنی پوری زندگی کا حساب دینا ہے، اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی کی رسالت کو قبول کرنا مشکل ہے۔ آخرت کا عقیدہ ہی وہ انقلابی عقیدہ ہے جس کا یقین ایک شخص کی انفرادی اور ایک قوم کی اجتماعی زندگی کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔

انصار کی بیعت کا واقعہ:

مدینہ کے انصار نے آپ ﷺ سے دو مرتبہ بیعت کی تھی۔ پہلی مرتبہ بارہ اشخاص تھے اور دوسری مرتبہ پچھتر اشخاص تھے۔ ایمان قبول کر کے انہوں نے اللہ

کے رسول ﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ اس بیعت کے وقت اللہ کے رسول ﷺ کے چچا ابنِ عباسؓ بھی موجود تھے گو ابھی انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ انہوں نے انصار سے کہا کہ تم کیسی بڑی ذمہ داری اٹھا رہے ہو ذرا سوچو تو انصار نے جواب دیا کہ اللہ کے رسول آپ ہم سے جو چاہتے ہیں اس کے لئے ہم حاضر ہیں۔ آپ اپنے لئے اور خدا کے لئے جو چاہیں ہم سے عہد لے لیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے ایک اللہ کی بندگی کا عہد لیا اور اپنے ساتھیوں کے لئے ٹھکانہ عطا کرنے کا عہد لیا اور پھر اس بات کا عہد بھی لیا کہ جس طرح اپنی اور اپنے عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح ہماری حفاظت بھی کریں گے۔ چاہے خوشی ہو یا رنج ہو راحت ہو یا کلفت ہو اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے۔ انصار نے عرض کیا کہ اگر ہم اس طرح کریں گے تو اس کے صلہ میں ہم کو کیا ملے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کی لازوال نعمتیں۔ انصار نے کہا کہ ہمیں منظور ہے لائیے دستِ مبارک بڑھائیے ہم بیعت کرتے ہیں۔ انصارِ مدینہ نے اللہ کے رسول ﷺ اور مہاجرین کے لئے جو قربانیاں دیں تاریخ میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ یہ سب قربانیاں انہیں صرف آخرت کی زندگی پر یقین کی وجہ سے آسان ہو گئیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ - حصہ اول)

اللہ کے رسول ﷺ کی فکرِ آخرت:

۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَامَ عَلٰی حَصِیْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِیْ جَسَدِہٖ فَقَالَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نُّبْسُطَ لَکَ وَنَعْمَلَ

فَقَالَ مَالِیُ وَلِلدُّنیَا وَمَا اَنَا وَالدُّنیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اسۡتَظَلَّ تَحۡتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَھَا (احمد، ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک بوریے پر سوئے اور سوکر اٹھے تو آپ کے جسم پر بوریے کے نشان تھے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے لئے اچھے نرم بستر بچھادیں اور اچھے کپڑوں کا انتظام کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو اس دنیا سے اور اس دنیا کو مجھ سے کیا سروکار؟ میری اور دنیا کی مثال تو بس ایسی ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے سائے کی تلاش میں آئے اور وہاں اپنی سواری ہی پر کھڑا رہے پھر اس درخت کو وہیں چھوڑ کر اپنی منزل کی طرف چل دے۔

۲) عَنۡ اُبَیِّ بۡنِ کَعۡبٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا ذَھَبَ ثُلُثَا اللَّیۡلِ قَامَ فَقَالَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اذۡکُرُوا اللّٰہَ اذۡکُرُوا اللّٰہَ جَاءَتِ الرَّاجِفَۃُ تَتۡبَعُھَا الرَّادِفَۃُ جَآءَ الۡمَوۡتُ بِمَا فِیۡہِ جَآءَ الۡمَوۡتُ بِمَا فِیۡہِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دو تہائی رات گذر جاتی تو اٹھتے اور فرماتے کہ لوگو اللہ کو یاد کرو اللہ کو یاد کرو۔ راجفہ (پہلا نفخہ) آ گیا یعنی قیامت قائم ہوگئی اس کے پیچھے رادفہ (دوسرا نفخہ) بھی آ گیا لوگ حساب کے لئے زندہ ہوں گے موت اپنے تمام احوال کے ساتھ آ گئی۔

۳) عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوۡبَکۡرٍ یَّا رَسُوۡلَ اللّٰہِ قَدۡ شِبۡتَ قَالَ شَیَّبَتۡنِیۡ ھُوۡدٌ

وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ آپ تو بوڑھے ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ والمرسلات، سورۂ عم یتسائلون اور سورۂ اذا الشّمس کورت نے مجھے بوڑھا کر دیا۔

ان سورتوں میں قیامت اور آخرت کے احوال بیان کئے گئے ہیں۔ گو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم معصوم عن الخطا تھے اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور امت کی آخرت میں نجات کے فکر سے یہ حال ہو گیا تھا۔

۴) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَيْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِ الْتَقَمَهٗ وَاَصْغٰی سَمْعَهٗ وَحَنٰی جَبْهَتَهٗ يَنْتَظِرُ مَتٰی يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ قُوْلُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ نِعْمَ الْوَكِيْلُ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں آرام اور سکون سے کیسے رہوں جب کہ صور پھونکنے والے حضرت اسرافیلؑ صور کو منہ میں لئے بیٹھے ہیں اور اپنا کان (اللہ کے حکم کی طرف) لگائے ہوئے ہیں اور پیشانی جھکائے ہوئے انتظار کر رہے ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ملے؟ تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ تو پھر آپ ہمارے لئے کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حَسْبُنَا اللّٰهُ نِعْمَ الْوَكِيْلُ (اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے) پڑھا کرو۔

صحابہ کرامؓ کی فکرِ آخرت:

۱) عَنْ اَسْلَمَ قَالَ اِنَّ عُمَرَ دَخَلَ یَوْمًا عَلٰی اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ وَھُوَ یَجْبِذُ لِسَانَہ‘ فَقَالَ عُمَرُمَہٗ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ فَقَالَ لَہ‘ اَبُوْبَکْرٍ اِنَّ ھٰذَا اَوْرَدَنِیَ الْمَوَارِدَ (مالک)

ترجمہ: حضرت اسلمؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی زبان کو کھینچ رہے ہیں گویا نکال ڈالنا چاہتے ہیں حضرت عمرؓ نے کہا کہ اللہ تم کو بخشے ایسا مت کرو تو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ اس زبان ہی نے مجھے ہلاکت کے جگہوں میں ڈالا ہے۔

۲) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ حَائِطًا وَاِذَا بِدُبِسِیٍ فِیْ ظِلِّ شَجَرَۃٍ فَتَنَفَّسَ الصَّعُدَاءَ ثُمَّ قَالَ طُوْبٰی لَکَ یَاطَیْرًا تَاْکُلُ مِنَ الشَّجَرِ تَسْتَظِلُّ بِالشَّجَرِ وَتَصِیْرُ اِلٰی غَیْرِ حِسَابٍ یَالَیْتَ اَبَابَکْرٍ مِثْلُکَ (کنز العمال۔۳۵۷۰۱)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک باغ میں داخل ہوئے تو ایک چھوٹے سے پرندہ کو درخت کے سائے میں دیکھا تو ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا کہ تجھے بشارت ہوائے پرندہ تو درختوں کے پھل کھاتا ہے، درختوں کے سائے میں بیٹھتا ہے اور بغیر حساب کے چلا جاتا ہے کاش کہ ابوبکر تیری طرح ہوتا۔

۳) عَنْ قَتَادَۃَ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ اَبَابَکْرٍ قَالَ وَدِدْتُّ اَنِّیْ خَضُرَۃٌ تَاْکُلُنِیَ

الدَّوَآبُّ (کنز العمال۔۳۵۷۰۲)

ترجمہ: حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ مجھے خبر پہنچی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ یہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں ایک سبز گھاس ہوتا اور جانور مجھے کھا جاتے۔

۴) عَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقَ قَالَ وَدِدْتُّ اَنِّیْ شَعْرَۃٌ فِیْ جَنْبِ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ (کنز العمال۔۳۵۷۰۰)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے تھے کہ کاش میں کسی مومن کے جسم کا ایک بال ہوتا۔

۵) عَنِ الْمِسْوَرِبْنِ مَخْرَمَۃَ قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ یَاْلَمُ فَقَالَ لَہٗ اِبْنُ عَبَّاسٍ وَکَاَنَّہٗ یُجَزِّعُہٗ یَااَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا کُلُّ ذٰلِکَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَہٗ ثُمَّ فَارَقَکَ وَھُوَ عَنْکَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ اَبَابَکْرٍ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَہٗ ثُمَّ فَارَقَکَ وَھُوَ عَنْکَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ الْمُسْلِمِیْنَ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَھُمْ وَلَئِنْ فَارَقْتَھُمْ لَتُفَارِقَنَّھُمْ وَھُمْ عَنْکَ رَاضُوْنَ قَالَ اَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنْ صُحْبَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَرِضَاہُ فَاِنَّمَا ذٰلِکَ مَنٌّ مِّنَ اللّٰہِ مَنَّ بِہٖ عَلَیَّ وَاَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنْ صُحْبَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ وَرِضَاہُ فَاِنَّمَا ذٰلِکَ مَنٌّ مِّنَ اللّٰہِ مَنَّ بِہٖ عَلَیَّ وَاَمَّا مَا تَرٰی مِنْ جَزْعِیْ فَھُوَ مِنْ اَجْلِکَ وَمِنْ اَجْلِ اَصْحَابِکَ وَاللّٰہِ لَوْ اَنَّ لِیْ طِلَاعَ الْاَرْضِ ذَھَبًا لَافْتَدَیْتُ بِہٖ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ قَبْلَ اَنْ اَرَاہُ (بخاری)

ترجمہ: مسور بن مخرمہؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو نیزہ مارا گیا تو بے چینی کا اظہار

کرنے لگے۔ حضرت ابنِ عباسؓ نے حضرت عمرؓ کو گویا بے صبری میں تسکین دی اور کہا کہ اے امیر المومنین آپ تو وہ ہستی ہیں کہ جن کو اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل رہا اور بہت اچھی صحبت رہی۔ اللہ کے رسول ﷺ اس حال میں رخصت ہوئے کہ وہ آپ سے راضی تھے پھر آپؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صحبت حاصل ہوئی اور ان سے بھی بہت اچھی رفاقت رہی اور وہ اس حال میں رخصت ہوئے کہ وہ آپؓ سے راضی تھے پھر آپ کو مسلمانوں کی رفاقت کا موقع ملا پھر آپ نے ان کی خدمت اور رفاقت کا فریضہ بھی اچھی طرح انجام دیا، اب آپؓ مسلمانوں سے جدا ہونگے تو اس حال میں کہ تمام مسلمان آپ سے راضی اور خوش ہوں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت اور رضا کا جو ذکر کیا تو بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہی احسان ہے جو اس نے اپنے فضل وکرم سے مجھ پر کیا اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رفاقت اور خوشنودی کا ذکر کیا یہ بھی محض اللہ کا فضل ہے جو مجھے اس نے عطا کی۔ رہی میری بے قراری جو تم دیکھ رہے ہو یہ محض تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے سبب سے ہے خدا کی قسم اگر میرے پاس تمام زمین بھر کا سونا ہوتا تو میں اس کو اللہ کے عذاب کے بدلہ فدیہ میں دے دیتا قبل اس کے کہ میں اس کو دیکھوں۔

٦) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُتَوَکِّلٍ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ خَاتِمَ عُمَرَ نَقْشُهٗ کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا یَا عُمَرُ (کنز العمال۔۳۵۸۱۸)

ترجمہ: حضرت محمد بن متوکلؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی انگوٹھی کا نقش کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا یَا عُمَرُ (اے عمر موت تجھے نصیحت کرنے کے لئے کافی ہے) تھا۔

۷) عَنْ ضَحَّاكٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ کَبَشْ اَھْلِیْ سَمَّنُوْنَنِیْ مَا بَدَا لَھُمْ حَتّٰی اِذَا کُنْتُ اَسْمَنَ مَا اَکُوْنُ زَارَھُمْ بَعْضَ مَنْ یُّحِبُّوْنَ فَجَعَلُوْا بَعْضِیْ شَوَآءً وَبَعْضِیْ قَدِیْدًا ثُمَّ اَخْرَجُوْنِیْ عَذْرَۃً وَلَمْ اَکُنْ بَشَرًا (کنزالعمال۔۳۵۹۱۲)

ترجمہ: حضرت ضحاک سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ کاش کہ میں گھر والوں کا دنبہ ہوتا وہ مجھے اپنی مرضی سے موٹا کرتے جب میں خوب موٹا ہوجاتا اور پھر ان کے یہاں کوئی محبوب مہمان آتے تو وہ میرے بعض حصوں کو بھونتے اور بعض کو قدید بناتے پھر مجھے کھا جاتے اور فضلا بنا کر نکال دیتے کاش کہ میں انسان نہ ہوتا۔

۸) عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَۃَ قَالَ رَاَیْتُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَخَذَ تِبْنَۃً مِنَ الْاَرْضِ فَقَالَ یٰالَیْتَنِیْ کُنْتُ ھٰذِہِ التِّبْنَۃَ لَیْتَنِیْ لَمْ اُخْلَقْ لَیْتَنِیْ لَمْ اَکُ شَیْئًا لَیتَ اُمِّیْ لَمْ تَلِدْنِیْ لَیْتَنِیْ کُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا (کنزالعمال۔۳۵۹۱۴)

ترجمہ: حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو دیکھا کہ انہوں نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ کاش میں یہ تنکا ہوتا کاش کہ میں پیدا ہی نہ ہوتا کاش کہ میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا کاش کہ میں بھولا بسرا

ہوگیا ہوتا۔

۹) عَنْ عُمَرَ قَالَ لَوْ نَادٰی مُنَادٍ مِنَ السَّمَآءِ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنَّکُمْ دٰخِلُوْنَ الْجَنَّةَ کُلُّکُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا وَاحِدَةً لَخِفْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ھُوَ لَوْ نَادٰی مُنَادٍ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنَّکُمْ دٰخِلُوْنَ النَّارَ اِلَّا رَجُلًا وَاحِدَةً لَرَجَوْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ھُوَ (کنز العمال۔۳۵۹۱۶)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ اگر آسمان سے کوئی منادی اعلان کرے کہ اے لوگو تم سب جنت میں داخل ہوگے سوائے ایک شخص کے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ میں نہ ہوں اور اگر وہ یہ اعلان کرے کہ اے لوگو تم سب جہنم میں جاؤ گے سوائے ایک شخص کے تو مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا۔

۱۰) عَنْ عُثْمَانَ اَنَّهٗ کَانَ اِذَا وَقَفَ عَلٰی قَبْرٍ بَکٰی حَتّٰی یَبُلَّ لِحْیَتَهٗ فَقِیْلَ لَهٗ تَذْکُرُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَلَا تَبْکِیْ مِنْ ھٰذَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْاٰخِرَةِ فَاِنْ نَجَامِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَیْسَرُ مِنْهُ وَاِنْ لَمْ یَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَشَدُّ مِنْهُ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا رَاَیْتُ مَنْظَرًا قَطُّ اِلَّا وَالْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْهُ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ ان کی ڈاڑھی تر ہوجاتی آپ سے کہا گیا کہ جب جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو اتنا نہیں روتے لیکن جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے ہیں تو

اتنا روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں پہلی منزل ہے جو اس منزل سے نجات پا گیا اس کے بعد اس کے لئے آسانی ہی آسانی ہے اور جو اس منزل سے نجات نہیں پایا اس کے لئے سخت دشواری ہے پھر کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے کوئی منظر قبر سے بڑھ کر خوفناک نہیں دیکھا۔

۱۱) عَنْ عَلِيٍّ وَذَكَرَ عُثْمَانَ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ سَبَقَتْ لَهٗ سَوَابِقَ لَا يُعَذِّبُ اللّٰهُ بَعْدَهَا اَبَدًا (کنز العمال۔۳۶۱۸۲)

ترجمہ: حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی قسم ان کو تو ساری خوبیوں میں سبقت حاصل ہے اللہ ان کو ہرگز عذاب نہیں دے گا۔

۱۲) عَنْ بَشِيْرِ نِ الْاَسْلِمِیْ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْمَدِيْنَةَ اسْتَكَرُوا الْمَآءَ وَكَانَتْ لِرَجُلٍ مِنْ بَنِیْ غِفَارٍ عَيْنٌ يُّقَالُ لَهَا رُوْمَةٌ وَكَانَ يَبِيْعُ مِنْهَا الْقِرْبَةَ بِمُدٍّ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِعْنِيْهَا بِعَيْنٍ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ لِیْ وَلِعَيَالِیْ غَيْرُهَا وَلَا اَسْتَطِيْعُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُثْمَانَ فَاشْتَرَاهَا بِخَمْسٍ وَثَلَاثِيْنَ اَلفَ دِرْهَمٍ ثُمَّ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَجْعَلَ لِیْ مِثْلَ الَّذِیْ جَعَلْتَهٗ لَهٗ عَيْنًا فِی الْجَنَّةِ اِنْ اِشْرَيْتُهَا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ قَدْ اِشْتَرَيْتُهَا وَجَعَلْتُهَا لِلْمُسْلِمِيْنَ (کنز العمال۔۳۶۱۸۳)

ترجمہ: حضرت بشیر اسلمیؓ روایت کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مدینہ پہنچے تو انہیں پانی کی قلت ہوئی تاہم قبیلۂ بنی غفار کے ایک شخص کا چشمہ تھا جسے ''رومہ'' کہا جاتا تھا وہ شخص ایک مدغلہ کے بدلہ ایک مشکیزہ پانی بیچتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ یہ چشمہ مجھے جنت میں ایک چشمہ کے بدلہ بیچ دو اس نے جواب دیا کہ میں عیال دار ہوں اور میرے پاس اس چشمہ کے علاوہ کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے اور نہ میں کسبِ معاش کی طاقت رکھتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ نے ۳۵۰۰۰ درہم میں وہ چشمہ خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا پھر آپ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ اگر وہ چشمہ میں خرید لوں تو کیا میرے لئے بھی جنت میں چشمہ ہوگا؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہاں! ضرور ہوگا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں نے وہ چشمہ خرید کر تمام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا ہے۔

۱۳) عَنْ مُجْمِعٍ اَنْ عَلِیًّا کَانَ یَکْنِسُ بَیْتَ الْمَالِ ثُمَّ یُصَلِّیْ فِیْهِ رَجَاءً اَنْ یَشْهَدَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَنَّهٗ لَمْ یَحْبِسْ فِیْهِ الْمَالَ عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ

(کنزالعمال۔۳۶۵۴۶)

ترجمہ: حضرت مجمع کی روایت ہے کہ حضرت علیؓ (جبکہ وہ خلیفۂ وقت تھے) بیت المال میں جھاڑو دیتے تھے اور پھر اس میں نماز پڑھتے تھے تا کہ قیامت کے دن گواہی دی جائے کہ آپ نے مسلمانوں سے بچا کر بیت المال میں کچھ نہیں رکھا۔

۱۴) عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ شَرِيۡكٍ عَنۡ جَدِّهٖ اَنۡ عَلِيِّ بۡنِ اَبِیۡ طَالِبٍ اُتِیَ بِفَالُوۡذَجٍ فَوُضِعَ قُدَامَهٗ فَقَالَ اِنَّكَ طِيۡبُ الرِّيۡحِ حَسَنُ اللَّوۡنِ طِيۡبِ الطَّعۡمِ وَلٰكِنۡ اَكۡرَهٗ اَنۡ اَعُوۡدَ نَفۡسِیۡ مَالَمۡ تَعۡتَدۡ (کنزالعمال۔۳۶۵۴۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن شریک اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے پاس فالودہ لایا گیا اور آپ کے پاس لاکر رکھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ بے شک تیری خوشبو بہت اچھی ہے تیرا رنگ بھی بہت خوبصورت ہے اور تیرا ذائقہ بہت پسندیدہ ہے لیکن مجھے یہ ناپسند ہے کہ میں اپنے نفس کو ایسی چیز کا عادی بناؤں جس کا وہ عادی نہیں ہے۔

۱۵) عَنۡ زَاذَانَ عَنۡ عَلِيٍّ اَنَّهٗ كَانَ يَمۡشِیۡ فِی الۡاَسۡوَاقِ وَحۡدَهٗ وَهُوَ وَالٍ يُرۡشِدُ الضَّالَّ وَيُنۡشِدُ الضَّالَّ وَيُعِيۡنُ الضَّعِيۡفَ وَيَمُرُّ بِالۡبَيَّاعِ وَالۡبَقَّالِ فَيَفۡتَحُ عَلَيۡهِ الۡقُرۡاٰنَ وَيَقۡرَاُ (تِلۡكَ الدَّارُ الۡاٰخِرَةُ نَجۡعَلُهَا لِلَّذِيۡنَ لَا يُرِيۡدُوۡنَ عُلُوًّا فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فَسَادًا) وَيَقُوۡلُ: نَزَلَتۡ هٰذِهِ الۡاٰيَةُ فِیۡ اَهۡلِ الۡعَدۡلِ وَالتَّوَاضُعِ مِنَ الۡوُلَاةِ وَاَهۡلِ الۡقُدۡرَةِ مِنۡ سَآئِرِ النَّاسِ (کنزالعمال۔۳۶۵۳۸)

ترجمہ: حضرت زاذان سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ اکیلے ہی بازار میں چلے جاتے تھے حالانکہ آپ خلیفۂ وقت تھے۔ راہ بھولنے والوں کو راہ دکھاتے، گم شدہ چیزوں کا اعلان کرتے، کمزور کی مدد کرتے، نیز دکانداروں اور سبزی فروشوں کے پاس سے گذرتے تو انہیں قرآن کی یاد دلاتے اور یہ آیت پڑھتے تِلۡكَ الدَّارُ الۡاٰخِرَةُ (یہ

آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو عطا کریں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور فساد کے درپے نہیں ہوتے) آپؒ فرماتے کہ یہ آیت ان حکمرانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اہلِ عدل اور اہلِ تواضع ہیں۔

حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے ایک مصاحب ضرار بن ضمرہؓ سے ان کے حالات سنانے کے لئے اصرار کیا جب ضرار بن ضمرہؓ نے حضرت علیؓ کے حالات سنائے تو حضرت معاویہؓ بے اختیار رونے لگے کہ ان کی ڈاڑھی تر ہوگئی اور آواز حلق میں گھٹ گئی۔ فکرِ آخرت کے تعلق سے ان کا جو حال تھا حضرت ضرارؓ نے اس طرح بیان کیا ہے:

۱۶) وأشهد بالله لقد رايته فی بعض مواقفه وقد ارخی اللیل سجوفه وغارت نـجومه وقد مثل فی محرابه قابضاً علی لحیته یتململ تململ السلیم ویبکی بکاء الخزین و کانی اسمعه وهو یقول:

یادنیا ابی تعرضت ام لی تشوفت هیهات هیهات غری غیری قد بتتك ثلاثًا لا رجعة لی فيك فعمرك قصير وعيشك حقير وخطرك كبير آه من قلة الزاد وبعد السفر ووحشت الطريق (صفۃ الصفوۃ)

ترجمہ: اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کی راتوں کے چند مناظر دیکھے ہیں کہ رات نے اپنی سیاہ چادر پھیلا دی ہے، تارے ڈوبنے لگے ہیں اور حضرت علی محراب مسجد میں اپنی ڈاڑھی ہاتھ سے پکڑے درد بھرے شخص کی طرح

رو رہے ہیں اور اس طرح تڑپ رہے ہیں جیسے کوئی ایسا شخص تڑپے جس کو کسی زہریلے سانپ بچھو نے ڈس لیا ہو مجھے ایسا لگتا ہے کہ ان کی آواز اب بھی سنائی دے رہی ہے اور وہ کہہ رہے ہیں:

''اے دنیا کیا تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کر رہی ہے یا مجھ سے کوئی امید رکھتی ہے؟ مجھ سے کوئی امید نہ رکھ، میرے علاوہ کسی اور کو فریب دے، میں تو تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں جس کے بعد تیری طرف رجعت کی گنجائش ہی نہیں، تیری عمر کوتاہ تیری دی ہوئی کامرانی حقیر، تیرے خطرات بھیانک اور بڑے، آہ! زادِراہ کتنا کم ہے، سفر کتنا طویل ہے اور راستہ کس درجہ سنسان ہے۔''

خلفائے راشدین جو عشرۂ مبشرہ (وہ دس صحابہ جن کو دنیا کی زندگی میں جنت کی بشارت دی گئی تھی) میں سے ہیں اس کے باوجود بھی انہوں نے دنیا سے دل نہیں لگایا اور اپنی پوری فکر اور کوشش آخرت کی زندگی کے لئے لگادی۔ ہم لوگوں کا آخرت میں انجام غیر یقینی ہے اس کے باوجود بھی ہمارا یہ دنیا سے لگاؤ اور آخرت سے غفلت قابلِ تعجب بات ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی فکر اور آخرت کو مقصد بنا کر محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۴) مرض کی تشخیص

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِىْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىْ اِنَّ رَبِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o (یوسف۔۵۳)

ترجمہ: اور میں اپنے نفس کو پاکیزہ نہیں قرار دیتا۔ بے شک نفس تو بری باتوں کا ہی حکم دیتا ہے سوائے اس نفس کے جس پر میرا رب رحم کرے۔ بے شک میرا رب بڑا معاف کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

جب یوسفؑ کی براءت اور نزاہت ثابت ہوگئی تو آپ نے مندرجہ بالا حقیقت کا اظہار کیا کہ نفسِ انسانی تو بالذات برائی کا ہی حکم دینے والا ہوتا ہے۔ نفس کی طبیعت اور جبلت میں برائی کا میلان رکھا ہوا ہے، ایک لمحہ کے لئے بھی نفس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ مگر جس وقت خدا مہربانی کرے اس وقت انسان نفسِ غدار کے شر اور فتنہ سے بچ سکتا ہے صرف اللہ کی رحمت اور عنایت ہی نفس اور شیطان کے شر سے حفاظت کر سکتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَعْدٰى عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِىْ بَيْنَ جَنْبَيْكَ (بیہقی)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا

کہ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہی ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

؎

نفس کے اژدھے کا نہیں کوئی بھروسہ
اگر یہ فرشتہ بھی ہوجائے تو اس سے بدگمان رہنا

حضوراکرم ﷺ کی پیش گوئی فرمائی تھی کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ جائیں گے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی جس میں سے بہتر فرقے باطل اور جہنمی ہوں گے اور صرف ایک ہی فرقہ اہلِ حق اور جنتی ہوگا۔ امت میں یہ تفرقہ اور پھوٹ بہت پہلے واقع ہوچکی ہے تو جوفرقہ اہلِ حق ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو ہی اہلِ حق کا نمائندہ گردانتا ہے۔ اس فرقہ کا داخلی انتشار قابلِ حیرت اور مذمت ہے۔ آپس کے اختلاف اور انتشار نے انہیں کہاں پہنچا دیا ہے! کاش کہ کچھ لمحات وہ اپنی حمیت اور عصبیت کے خول سے نکل کر منصفانہ جائزہ لیں گے تو انہیں یہ معلوم ہوگا کہ وہ کہاں سے کہاں گر گئے ہیں اور اس کی اصل وجہ کیا ہے!

اگر دو فریقین کسی مسئلہ میں جھگڑ رہے ہوں اور کوئی شخص مسئلہ کی حقیقت سمجھنا چاہتا ہے تو دونوں فریقین سے الگ ہوکر ایک غیر جانب دارانہ موقف (Stand) اختیار کرکے اگر مسئلہ کا جائزہ لے گا تو ان شاء اللہ حق وانصاف کی راہ اس پر کھلے گی۔

۱۹۶۹ء میں جب کہ میں میڈیکل کالج بلاری کا طالبِ علم تھا اس وقت سے دیو بند سے نکلنے والا رسالہ ''تجلی'' جو مرحوم مولانا عامر عثمانی صاحبؒ کی ادارت میں نکلتا تھا میرے پاس آیا کرتا تھا۔ ۱۹۷۴ء میں ناچیز اپنے کورس کی تکمیل کر کے وطن لوٹا۔ مسلم طلباء کا ایک حلقہ اس رسالہ کو بہت شوق سے پڑھا کرتا تھا، دیو بند اور مختلف علماء کے حالات سے اس رسالہ کے ذریعہ ہمیں واقفیت ہوتی تھی۔ غالباً ۱۹۷۶ء میں تجلی کے مدیر مولانا عامر عثمانی صاحبؒ کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بعد ان کے داماد سال چھ مہینے تک رسالہ نکالتے رہے پھر یہ رسالہ بند ہوگیا۔ رسالہ تجلی کے ذریعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوگیا تھا کہ ۱۹۷۵ء میں دارالعلوم دیو بند کا ایک عظیم الشان ''صد سالہ جلسہ'' ہوا تھا جس کے بعد کچھ اختلافات پیدا ہوگئے تھے اور بس۔ رسالہ تجلی کے بند ہونے کی وجہ سے وہاں کے حالات سے ہم بالکل بے خبر رہے اور نہ ہم نے از خود جاننے کی کوشش کی۔

غالباً ۲۰۱۰ء کی بات ہے اکابر علماء نے غیر مقلدین کے پیدا کردہ شبہات کے ازالہ کے لئے بنگلور میں ایک تین روزہ ''ائمہ اربعہ کانفرنس'' کا انعقاد کیا۔ دیو بند، سہارنپور، دہلی، لکھنؤ اور بنگلور کے تمام اکابر علماء اس کانفرنس میں مدعو تھے۔ اس ناچیز کو بھی مقامی علماء کی طرف سے دعوت ملی تھی تو ناچیز نے بھی شرکت کو غنیمت سمجھا۔

پتہ نہیں بیان کے دوران کس سیاق وسباق میں دارالعلوم دیو بند کے ایک

اہم ذمہ دار (جن کا نامِ گرامی لینا مناسب نہیں ہے) نے فرمایا کہ ایک دارالعلوم دیوبند قدیم ہے، دوسرا دارالعلوم دیوبند وقف، دونوں کا عقیدہ ایک ہے، نصاب جو پڑھایا جارہا ہے وہ ایک ہے، مسلک اور مکتبِ فکر ایک ہے آخر دونوں میں جھگڑا کس بات کا ہے؟ پھر خود ہی فرمایا کہ (یہ موصوف کے الفاظ ہیں) جھگڑا یہ ہے کہ ایڈمنسٹریٹر (ناظم یا مہتمم) کون بنے؟!!!

دارالعلوم دیوبند کا قضیۂ نامرضیہ حل کرنے کے لئے اکابر علماء کی ایک کمیٹی بھی تشکیل دی گئی۔ انہوں نے جو حل پیش کیا دونوں فریقین کے لئے نا قابلِ قبول رہا۔ حتیٰ کہ قضیہ یہاں سے نکل کر کورٹ کچہری تک پہنچ گیا! ۲۰۰۵ء میں ناچیز کو اپنے شیخ (حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب دامت برکاتہم) کی معیت میں دیوبند جانے کا موقع ملا۔ دارالعلوم دیوبند قدیم میں دو دن اور دارالعلوم دیوبند وقف میں دو دن رہنے کا موقع ملا۔ مختلف علمائے کرام سے ملاقاتیں رہیں۔ ایک دن جارہے تھے کہ راستہ میں ایک ذمہ دار (جن کا نامِ گرامی بتانا مناسب نہیں ہے) مل گئے جن کے ہاتھ میں ایک بڑا فائل تھا۔ حضرت نے دریافت کیا تو بتایا کہ ہمارا جو کیس کورٹ میں چل رہا ہے آج اس کی پیشی ہے اس لئے جارہا ہوں!

جمیعۃ العلمائے ہند (علمائے کرام کی جماعت) کے مولانا صدر سید اسعد مدنیؒ (فرزندِ شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد مدنیؒ) کا انتقال ہوگیا، مسئلہ اٹھا کہ کس کو صدر بنایا جائے؟ مرحوم مولانا کے فرزند ارجمند کو یا برادرِ عزیز کو؟

مولانا محمد ابوبکر غازی پوری صاحب قاسمیؒ (جو دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں سے تھے جن سے میرے گہرے مراسم تھے) حیات تھے، انہوں نے اپنے رسالہ ''ماہنامہ زمزم'' میں دو اداریئے اس سلسلہ میں رقم فرمائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہاں بھی وہی جھگڑا ہے کہ کون بڑا بنے! اور بڑا بننے کے لئے ہر جائز ناجائز سب اقدام کئے جارہے ہیں پھر معاملہ کورٹ کچہری تک جا پہنچا!

ادارۂ دارالعلوم دیوبند کو کتاب وسنت کے حامل ہونے کا تقدس حاصل رہا ہے، دنیا کے لوگ اپنے شرعی مسائل کے حل کے لئے اس کی طرف رجوع کرتے رہے ہیں۔ اگر ان کے ذمہ دار ''کون بڑا بنے'' اس کے لئے ایسی سعیٔ نامشکور کرتے ہیں کہ چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ علمائے کرام جو انبیائے کرامؑ کے وارثین کہلاتے ہیں وہاں بھی ''کون بڑا بنے'' کا مسئلہ سر پھٹول اور کورٹ کچہری جانے کا سبب بنا ہے تو یہ شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ جو لوگ اپنے آپس کے مسائل حل نہیں کرسکتے وہ قوم وملت کے مسائل کیا حل کریں گے اور امت کی کیا صحیح رہنمائی کریں گے!

ایک تو دارالعلوم دیوبند کا قضیہ سن لیا دوسرا جمیعۃ العلمائے ہند کا قضیہ سن لیا، ایک اور تیسرا معاملہ سنیئے۔

ایک جماعت جو نماز اور کلمہ کی دعوت لے کر اٹھی اور سارے عالم میں چھا گئی، وہ بھی مسئلۂ امارت (کون بڑا بنے) پر دو مخالف اور متحارب گروہوں میں تقسیم ہوگئی۔

ہر گلی، ہر گاؤں، ہر شہر، ہر ملک میں نہ صرف دو پارٹیاں ہیں بلکہ آپس کی جنگ وجدل چل رہی ہے۔ بنگلہ دیش کے اجتماع میں جو کچھ ہوا وہ ایک تاریخی رکارڈ ہے۔ شاید یہی اکرامِ مسلم ہے کہ اپنے مخالف گروہ کے ساتھیوں کو شہید کر کے جنت میں پہنچا دیا جائے!

اس کے علاوہ اگر جائزہ لیا جائے تو کئی ادارے اور جماعتیں اسی قسم کے داخلی انتشار کا شکار ہیں۔ اختلاف اور انتشار کے تعلق سے قرآن میں چار مقامات پر یہ آیات آئی ہیں جن میں اختلاف کی وجہ بیان کی گئی ہے:

۱) وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَاجَآءَ هُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍo (البقرہ۔۲۱۳)

ترجمہ: اور اختلاف انہی لوگوں نے کیا جن کے پاس صاف واضح احکامات پہنچ چکے تھے محض آپس کی ضد سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو لوگ ایمان لائے راہِ حق کی رہنمائی فرمائی جس میں لوگ اختلاف میں پڑے تھے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے صحیح راستہ کی رہنمائی فرما دیتا ہے۔

۲) اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِo (آل عمران۔۱۹)

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک قابلِ قبول دین اسلام ہی ہے اور اہلِ کتاب نے دین میں جو اختلاف کیا وہ علم آجانے کے بعد محض آپس کی ضد اور حسد سے کیا اور جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرے گا تو اللہ تعالیٰ بہت جلد اس سے حساب لینے والے ہیں۔

۳) وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ۝ (الشوریٰ۔۱۴)

ترجمہ: اور ان لوگوں نے علم پہنچ جانے کے بعد ہی آپس کی ضد سے اختلاف کیا اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک مقررہ وقت تک کی بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے مابین کبھی فیصلہ کر دیا جاتا اور جن لوگوں کو کتاب ملی اس کے بعد وہ اس کتاب (قرآن) کی طرف سخت تردد انگیز شک میں مبتلا ہیں۔

۴) وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۝ (الجاثیہ۔۱۷)

ترجمہ: اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں واضح دلائل عطا فرمائے پھر انہوں نے صحیح علم آنے کے بعد محض آپس کی ضد سے ایک دوسرے سے اختلاف کیا بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان ان امور کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

اختلاف کی وجہ:

اختلاف کرنے والوں نے حق واضح ہونے کے بعد اور علم آجانے کے بعد محض ضد، حسد (بَغۡیًا بَیۡنَھُمۡ) کی بنیاد پر اختلاف کیا۔ چاروں مقامات پر اختلاف کی وجہ بَغۡیًا بَیۡنَھُمۡ یعنی ضد اور نفسانیت ہی بیان کی گئی ہے۔ اختلافات کی بنیاد ضد، نفسانی خواہشات ہیں جو عبارت ہیں حبِ مال اور حبِ جاہ سے۔ جس کی وجہ سے آدمی حق سے اختلاف کر کے دور گمراہی میں چلا جاتا ہے جیسا کہ حدیثِ نبوی ﷺ میں وارد ہوا ہے۔

عَنۡ کَعۡبِ بۡنِ مَالِكٍ عَنۡ اَبِیۡهِ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ مَا ذِئۡبَانِ جَائِعَانِ اُرۡسِلَا فِیۡ غَنَمٍ بِاَفۡسَدَ لَهَا مِنۡ حِرۡصِ الۡمَرۡءِ عَلَی الۡمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِیۡنِهٖ (ترمذی، دارمی)

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اتنا خراب کرنے والے نہیں ہوتے جتنا کہ آدمی کی مال و جاہ کی حرص اس کے دین کو خراب کرتی ہے۔

نفس کا اصل مقصود مال و جاہ ہی ہے بلکہ نفسِ امارہ عبارت ہے حبِ مال و جاہ سے۔ صوفیائے کرام نے فرمایا کہ سالکین کے دل سے سب سے آخری چیز جو نکلتی ہے وہ حبِ جاہ ہے۔ تفصیل کے لئے ناچیز کی کتاب ''مجالسِ معرفت (جلداول)'' ملاحظہ ہو۔

امارت طلب کرنے پر اللہ کے رسول ﷺ کی وارننگ:

۱) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تَسْاَلِ الْاَمَارَةَ فَاِنَّکَ اِنْ اُعْطِیْتَھَا عَنْ مَسْئَلَةٍ وُکِلْتَ اِلَیْھَا وَاِنْ اُعْطِیْتَھَا اَنْ غَیْرِ مَسْئَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَیْھَا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم حکومت وسیاست کو طلب نہ کرو کیونکہ اگر تمہاری خواہش اور طلب پر تم کو حکومت وسیاست دی گئی تو تمہیں اسی کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر تمہاری خواہش وطلب کے بغیر تمہیں حکومت وسیاست ملے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مدد کی جائے گی۔

۲) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَا تَسْتَعْمِلُنِیْ قَالَ فَضَرَبَ بِیَدِہٖ عَلٰی مَنْکِبِیْ ثُمَّ قَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ اِنَّکَ ضَعِیْفٌ وَاِنَّھَا اَمَانَةٌ وَاِنَّھَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ خِزْیٌ وَنَدَامَةٌ اِلَّا مَنْ اَخَذَھَا بِحَقِّھَا وَاَدَّی الَّذِیْ عَلَیْہِ فِیْھَا (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ مجھے کسی جگہ کا عامل کیوں نہیں بناتے؟ آپ ﷺ نے میرے کاندھے پر اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تم ناتواں ہو اور یہ سرداری اللہ کی طرف سے ایک امانت ہے جس کے ساتھ بندوں کے حقوق وابستہ ہیں جس میں خیانت نہیں کرنی چاہئیے۔ سرداری قیامت کے دن رسوائی اور ندامت کا باعث ہوگی سوائے وہ کہ جس نے حق کے ساتھ حاصل کیا اور عدل وانصاف کے ساتھ اس کا حق ادا کیا۔

۳) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِیْ عَمِّیْ فَقَالَ اَحَدُھُمَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمِّرْنَا عَلٰی بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللّٰہُ وَقَالَ الْاٰخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّا وَاللّٰہِ لَا نُوَلِّیْ عَلٰی ھٰذَا الْعَمَلِ اَحَدًا سَاَلَہٗ وَلَا اَحَدًا حَرَصَ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلٰی عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَہٗ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ میں اور میرے چچا کے دو بیٹے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ یارسول اللہ، اللہ نے آپ کو روئے زمین کا حاکم بنایا ہے مجھے کسی جگہ کا والی مقرر کیجئے دوسرے نے بھی اسی طرح کی خواہش کا اظہار کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہم ان امور میں کسی ایسے شخص کو والی مقرر نہیں کرتے جو خود طلب کرتا ہے یا اس کی حرص کرتا ہے۔دوسری روایت میں آتا ہے کہ جو اس کا ارادہ کرتا ہے۔

۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم تَجِدُوْنَ مِنْ خَیْرِ النَّاسِ اَشَدَّھُمْ کَرَاھِیَۃً لِھٰذَا الْاَمْرِ حَتّٰی یَقَعَ فِیْہِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں بہترین تم ان لوگوں کو پاؤ گے جو حکومت وسیاست کو ناپسند کرنے میں سب سے زیادہ سخت ہوں یہاں تک کہ وہ اس میں مبتلا ہو جائیں۔

خلیفہ بننے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خطبات:

۱) عَنِ الْحَسَنَ اَنْ اَبَا بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقَ خَطَبَ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰہِ مَا اَنَا بِخَیْرِکُمْ

وَلَقَدْ کُنْتُ لَمَقَامِ هٰذَا کَارِهًا وَلَوْ وَدِدْتُ اَنَّ فِیْکُمْ مَنْ یَّکْفِیْنِیْ (کنزالعمال۔۱۴۰۵۰)

ترجمہ: حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلیفہ بننے کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم میں تم سے بہتر آدمی نہیں ہوں میں اس منصب کو اپنے لئے ہرگز پسند نہیں کرتا میری خواہش ہے کہ تمہارے اندر کوئی ایک ایسا فرد ہو جو میری جگہ آ کے سنبھال لے۔

۲) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبْرَاهِیْمَ قَالَ قَامَ اَبُوْبَکْرٍ فَخَطَبَ النَّاسَ وَاَعْتَذَرَ اِلَیْهِمْ وَقَالَ وَاللّٰهِ مَا کُنْتُ حَرِیْصًا عَلَی الْاِمَارَةِ یَوْمًا وَلَا لَیْلَةً قَطُّ وَلَا کُنْتُ فِیْهَا رَاغِبًا وَلَا سَاَلْتُهَا اللّٰهَ فِیْ سِرٍّ وَلَا عَلَانِیَةٍ وَلٰکِنِّیْ اَشْفَقْتُ مِنَ الْفِتْنَةِ وَمَالِیْ فِی الْاِمَارَةِ مِنْ رَاحَةٍ وَلٰکِنِّیْ قُلِدْتُ اَمْرًا عَظِیْمًا مَا لِیْ بِهٖ طَاقَةٌ وَلَا یَدٌ اِلَّا بِتَقْوِیَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَلَوَدِدْتُ اِنَّ اَقْوَی النَّاسِ عَلَیْهَا مَکَانِیَ الْیَوْمَ

(کنزالعمال۔۱۴۰۶۰)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابراہیمؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ دیا اور لوگوں سے معذرت فرمائی، ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم نہ میں نے کبھی دن میں نہ رات میں اس کی چاہت کی نہ اس کی رغبت رکھی۔ نہ ہی اللہ سے اس کے لئے ظاہر و باطن میں دعا کی۔ مجھے فتنے کا ڈر ہے۔ مجھے امارت میں کوئی راحت نہیں ہے بلکہ ایک عظیم ذمہ داری میرے گلے میں ڈال دی گئی ہے جس کو اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے مگر اللہ عزوجل کی مدد کے ساتھ، میری تو خواہش ہے کہ ایک مضبوط آدمی اس ذمہ داری

کو اٹھالے۔

ایک وہ لوگ تھے جو ساری عمر بڑے بننے اور بڑائی سے دور رہنے کی پوری خواہش اور کوشش کرتے رہے اور ایک یہ لوگ ہیں جو ساری عمر اسی کوشش اور سعی میں صرف کردیتے ہیں کہ بڑے بنیں اور ہمیشہ بڑے بن کر ہی رہیں۔ ماضی کے دارالعلوم دیوبند کے حالات میں بڑے فخر سے لکھا گیا ہے کہ ایک زمانہ میں یہاں کا دربان (Door Keeper) بھی صاحبِ نسبت ہوا کرتا تھا جس سے آج کے اکابر علماء بھی محروم نظر آتے ہیں۔شاعرِ مشرق نے کیا خوب فرمایا:

متاعِ دین ودانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافرادا کا غمزۂ خون ریز ہے ساقی

قرآنِ کریم نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرائضِ رسالت بیان کئے ہیں۔
۱) تلاوتِ آیات، ۲) کتاب کی تعلیم، ۳) حکمت کی تعلیم اور ۴) تزکیۂ نفس۔

پہلے تین فرائض سے اہم فریضہ تزکیۂ نفس ہی ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ تینوں فرائض کا مقصد ہی تزکیۂ نفس ہے جب اس اہم فریضہ کو نظر انداز کردیا جاتا ہے تو نفس امارہ بے لگام ہوجاتا ہے اور ایسا نفس کیا کچھ کرگزرے گا تعجب نہیں جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَنِ الْاَحْوَصِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْاَلُوْنِیْ عَنِ الشَّرِّ وَسَلُوْنِیْ عَنِ الْخَیْرِ یَقُوْلُهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ شَرَّ

الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَآءِ وَاِنَّ الْخَيْرَ الْخَيْرِ خِيَارُ الْعُلَمَآءِ (دارمی)

ترجمہ: حضرت احوص بن حکیمؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اللہ کے رسول ﷺ سے شر (برائی اور برے لوگوں) کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے شر کے بارے میں مت پوچھو بلکہ خیر (اچھائی اور اچھے لوگوں) کے بارے میں پوچھو تین مرتبہ آپ نے یہ جملہ دہرایا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خبردار! برے لوگوں میں بدترین لوگ برے علماء ہیں اور اچھے لوگوں میں بہترین لوگ اچھے علماء ہیں۔

جس نفس کا تزکیہ نہیں ہوا ہے وہ کسی بھی وقت انا ربکم الاعلی (میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں) کا دعویٰ کرسکتا ہے۔

مولانا رومؒ کی مثنوی کا ایک واقعہ:

حضرت مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی میں ایک سپیرے کا دلچسپ اور عبرت ناک واقعہ لکھا ہے۔ ایک سپیرا قطبین کے پاس جہاں سخت سردی تھی ایک بڑے اژدھے کو دیکھا جو سردی سے ٹھٹھرا ہوا پڑا تھا مردہ سمجھ کر اٹھا کر لایا کہ کل دن میں تماشہ دکھائے اور خوب کمائے۔ صبح ہونے پر اس کو لے کر میدان میں پہنچا اور اس اژدھے کو کھول کر رکھ دیا۔ ہزاروں لوگ جمع تھے، جب سورج کی تپش تیز ہوگئی تو اس اژدھے میں حرکت آنے لگی اس نے انگڑائی لی اور جو سامنے تھے ان کو نگلنا شروع کردیا، سارے مجمع میں بھگ دڑ مچ گئی اور سب سے پہلے سپیرے کو ہی لقمہ بنا لیا۔ مولانا رومؒ فرماتے

ہیں کہ یہی مثال نفسِ انسانی کی ہے۔

نفس اژدھا است او کہ مردہ است   از بےغم آلتی افسردہ است

(نفس تو اژدھے کی طرح مردہ پڑا ہوا ہوتا ہے جوں ہی اسے گرمی پہنچے گی یعنی حالات سازگار ہو جائیں گے تو وہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ جائے گا)

اللہ تعالیٰ ہم سب عوام وخواص کو اپنے نفس کا تزکیہ کرانے کی اور کسی اللہ والے سے جڑ کر رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۴) کفرانِ نعمت

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّبَاطِنَۃً وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا ھُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍo

(لقمان۔۲۰)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلك من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کردی ہیں اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم وہدایت اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑتے ہیں۔

تسخیر کے معنیٰ کسی چیز کو زبردستی کسی خاص کام میں لگا دینا اور اس پر مجبور کردینا ہے۔ زمین وآسمان کی ساری چیزوں کو مسخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام مخلوقات کو انسان کی خدمت اور نفع رسانی کے کام میں لگا رکھا ہے۔ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّبَاطِنَۃً (تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کردی ہیں)۔ اسباغ کے معنیٰ مکمل کرنے کے ہیں۔ اسی سے اسباغ الوضوء یعنی مکمل طور پر

اعضاء کو دھونے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی ظاہری نعمتوں اور باطنی نعمتوں کو مکمل کر دیا ہے۔ ظاہری نعمتوں سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو انسان اپنے حواسِ خمسہ سے محسوس اور معلوم کر لیتا ہے۔ مثلاً حسنِ صورت، اعضائے انسانی کا اعتدال اور ہر عضو کو ایسے تناسب سے بنانا کہ جو انسان کے عمل میں زیادہ سے زیادہ معین بھی ہو اور اس کی شکل وصورت کو بھی نہ بگاڑے، اس طرح رزق، مال و دولت، اسبابِ معیشت، تندرستی اور عافیت یہ سب ظاہری نعمتیں اور محسوس نعمتیں ہیں اسی طرح دینِ اسلام، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، قرآن کا نزول، اسلام کو سہل کر دینا اور اللہ ورسول کی اطاعت کی توفیق ہونا اور اسلام کا دوسرے ادیان کے مقابلہ میں غالب آنا اور دشمنوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد ہونا بھی انہی نعمائے ظاہرہ میں داخل ہیں۔ باطنی نعمتیں وہ ہیں جو انسان کے قلب سے متعلق ہیں جیسے ایمان واسلام کی توفیق، اللہ تعالیٰ کی معرفت، علم و عقل، حسنِ اخلاق، گناہوں کی پردہ پوشی اور جرائم پر فوری سزا نہ ملنا وغیرہ ہیں۔ (معارف القرآن۔ جلد ہفتم)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بندوں کی ناشکری کا شکویٰ:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ لِكُلِّ شَىْءٍ عَرُوْسٌ وَعَرُوْسُ الْقُرْاٰنِ الرَّحْمٰنُ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر چیز کی ایک زینت ہے اور قرآن کی زینت رحمٰن ہے۔

سورۂ رحمٰن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی رحمتوں اور نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو انسانوں اور جنوں پر اس دنیا میں ہیں اور عالمِ آخرت میں ملنے والی ہیں ساتھ ہی ان کی ناشکری کا ذکر اکتیس (۳۱) مرتبہ آیت فَبِاَیِّ ءَالَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ (پس اے جن وانس تم میری کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے) کی تکرار کے ساتھ کیا ہے۔ اس تکرار میں عربی زبان کی ایک طرح کی بلاغت ہے اور بندوں پر زجر وتوبیخ، سرزنش وملامت، تنبیہ اور تاکید بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت کلام اللہ (قرآنِ مجید) کے ذکر سے سورۃ شروع کی ہے پھر اس کے بعد دنیاوی زندگی میں آسمانوں اور زمین کی نعمتوں کا ذکر کیا، اخیر میں عالمِ آخرت میں کیا کیا نعمتیں ملنے والی ہیں اس کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

شکرگزار بندے بہت کم ہیں:

۱) اِعْمَلُوْآ اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُo (سبا۔۱۳)

ترجمہ: اے آلِ داؤد شکر کے طریقہ پر عمل کرو میرے بندوں میں بہت ہی کم ہیں جو شکرگزار ہیں۔

۲) اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَکَنُوْدٌo وَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ o وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌo (العادیات۔۸-۶)

ترجمہ: بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ بے شک وہ اپنی اس ناشکری پر گواہ بھی ہے اور بے شک انسان مال کی محبت میں بہت شدید واقع ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے گھوڑے جو دوڑتے، ہانپتے، آگ جھاڑتے اور صبح کے وقت چھاپا مارتے دشمنوں میں گھس جاتے ہیں، کی قسم کھائی ہے جن کی وجہ سے مجاہدین کو مالِ غنیمت حاصل ہوتا ہے، اس بات کو دلیل کے طور پر پیش کر کے انسان کی ناشکری بیان کی ہے۔

اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں بندوں کا شکر نہایت قلیل ہے:

۱) وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○

(المومنون۔۷۸)

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لئے کان آنکھ اور دل بنائے مگر تم بہت کم ہی شکر بجالاتے ہو۔

۲) وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○

(الاعراف۔۱۰)

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے تم کو زمین میں رہنے کو جگہ دی اور اس میں تمہارے لئے ہم نے اسبابِ معیشت وزندگانی مہیا کئے مگر تم لوگ بہت ہی کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔

۳) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْفَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ○ (البقرہ۔۲۴۳)

ترجمہ: کیا تمہیں ان لوگوں کا حال معلوم نہیں ہوا جو موت سے بچنے کے لئے اپنے

گھروں سے نکل آئے تھے، اور ہزاروں کی تعداد میں تھے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا: ''مرجاؤ'' پھر انہیں زندہ کیا حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر بہت فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکرادا نہیں کرتے۔

۴) وَمَا ظَنُّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْفَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَشْکُرُوْنَ○ (یونس۔۶۰)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں وہ قیامت کے دن کو کیا سمجھے ہوئے ہیں؟ یقین جانو کہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے لیکن اکثر لوگ اللہ کا شکرادا نہیں کرتے۔

۵) اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْفَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ○ (المومن۔۶۱)

ترجمہ: اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام حاصل کرو اور اسی نے دن کو روشن اور دکھانے والا بنایا بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکرادا نہیں کرتے۔

۶) مَاکَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ ذٰلِکَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ○ (یوسف۔۳۸)

ترجمہ: ہم کو یہ بات ہرگز زیبا نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک قرار دیں یہ عقیدۂ توحید ہم پر اور تمام انسانوں پر اللہ کا ایک بہت بڑا فضل ہے لیکن اکثر لوگ

اس نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے۔

ناشکری کی سزا:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ٥

(ابراہیم۔۷)

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے تم کو آگاہ کردیا تھا کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اپنی نعمتیں اور زیادہ دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو یقین جانو کہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔

ناشکری سے بندہ نہ صرف نعمتوں سے محروم ہوجاتا ہے بلکہ عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوجاتا ہے۔

۱) عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَحْسِنُوْا جِوَارَ نِعَمِ اللّٰہِ لَا تُنَفِّرُوْھَا فَقَلَّ مَا زَالَتْ عَنْ قَوْمٍ فَعَادَتْ اِلَیْھِمْ (کنز العمال۔۶۴۱۱)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نعمتوں کا اچھا پڑوس رکھو یعنی ان کی قدردانی کرو اور ان سے نفرت اور بیزارگی نہ کرو۔ کم ہی ایسا ہوا ہے کہ جب کسی قوم سے کوئی نعمت زائل ہوجاتی ہے تو دوبارہ لوٹ کر آئی ہو۔

۲) عَنْ مُنْذِرِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَاَنَا اَشَدُّ عَلَیْکُمْ خَوْفًا مِنَ النَّعَمِ مِنِّیْ مِنَ الذُّنُوْبِ اَلَا اِنَّ النِّعَمَ الَّتِیْ لَا تُشْکَرُ ھِیَ الْحَتْفُ الْقَاضِیُّ

(کنز العمال۔۶۴۳۰)

ترجمہ: منذر بن محمدؒ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تمہارے متعلق گناہ سے زیادہ نعمتوں کے بارے میں خوف ہے خبردار وہ نعمتیں جن پر شکر ادا نہ کیا جائے وہ تقدیری موت کی طرح ہیں (جس طرح اچانک موت آ جاتی ہے اسی طرح یہ نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں)۔

۳) عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلٰی قَوْمٍ نِّعْمَۃً اِلَّا اَصْبَحَ کَثِیْرٌ مِّنْھُمْ بِھَا کٰفِرِیْنَ (کنزالعمال۔۶۴۶۱)

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کسی قوم پر اللہ تعالیٰ نے نعمتیں کیں تو اکثر لوگ ناشکری کرنے والے بن گئے۔

۴) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ لَمْ یَشْکُرِ الْقَلِیْلَ لَمْ یَشْکُرِ الْکَثِیْرَ مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ وَالتَّحَدُّثُ بِنِعْمَۃِ اللّٰہِ شُکْرٌ وَتَرْکُھَا کُفْرٌ وَالْجَمَاعَۃُ رَحْمَۃٌ وَالْفُرْقَۃُ عَذَابٌ (کنزالعمال۔۶۴۷۹)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو تھوڑی نعمت کا شکر ادا نہ کرے وہ زیادہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا جس نے بندوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ شکر ہے اور اس کا ترک کرنا کفران اور ناشکری ہے جماعت رحمت کا سبب ہے اور جماعت سے کٹ جانا عذاب ہے۔

۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ اَسْدٰی اِلٰی قَوْمٍ نِّعْمَۃً فَلَمْ

يَشۡكُرُوۡهَا لَهٗ فَدَعَا عَلَيۡهِمۡ اسۡتُجِيۡبَ لَهٗ (کنز العمال۔۶۴۴۹)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی قوم پر احسانِ نعمت کیا اور انہوں نے اس نعمت کا شکریہ ادا نہیں کیا اگر وہ شخص ان کے حق میں بد دعا کرے تو اس کی بد دعا قبول کر لی جائے گی۔

۶) عَنۡ اَبِی الدَّرۡدَآءِ قَالَ مَنۡ لَمۡ يَرَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَيۡهِ نِعۡمَةً اِلَّا فِی الۡاَكۡلِ وَالشُّرۡبِ فَقَدۡ قَلَّ فَهۡمُهٗ وَحَضَرَ عَذَابُهٗ (کنز العمال۔۸۶۲۲)

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے فرمایا کہ جو شخص یہ سمجھے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی کھانے پینے کے علاوہ کوئی اور نعمت نہیں ہے تو وہ کم سمجھ ہے اور اس پر عذاب کا وقت آ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنی نعمتوں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر طرح کے کفرانِ نعمت سے بچائے اور ہم پر اپنی نعمتیں تمام کرے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۵) نعمتوں کی شکر گزاری

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُo (فاطر۔۱۵)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: اے انسانوں تم سب اللہ کے محتاج ہو اللہ ہی بے نیاز اور سب تعریفوں کا مستحق ہے۔

''الحمید''، اللہ کے اسمائے حسنٰی میں سے ہے جس کے معنی وہ ذات جو بذاتِ خود تمام اچھے صفات رکھنے کی وجہ سے تعریف کی مستحق ہے چاہے اس کی کوئی تعریف کرے یا نہ کرے۔ حمد مدح سے خاص ہے اور شکر سے عام ہے کیونکہ مدح اس تعریف کو کہتے ہیں جو اوصاف اختیاری وغیر اختیاری دونوں پر ہو۔ کسی شخص کی حسن وجمال کی جو تعریف کی جائے وہ بھی مدح ہے اور اس کی سخاوت اور علم کی جو تعریف کی جائے وہ بھی مدح ہے لیکن حمد اسی تعریف کو کہیں گے جو اوصافِ اختیاری پر ہو۔ چنانچہ سخاوت وعلم کی تعریف کو حمد کہہ سکتے ہیں۔ حسن وجمال کی تعریف کو حمد نہ کہیں گے اور شکر اس تعریف کو کہیں گے جو اوصافِ اختیاری پر ہو اور اس میں

نعمت کا مقابلہ بھی ملحوظ ہو۔ لہٰذا ہر شکر کو حمد کہا جا سکتا ہے لیکن ہر حمد کو شکر نہیں کہا جا سکتا اور ہر حمد کو مدح کہا جا سکتا ہے لیکن ہر مدح کو حمد نہیں کہا جا سکتا۔

(مفردات)

قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں کہ شکر زبان سے بھی ہوسکتا ہے، عمل سے بھی ہوسکتا ہے اور دل سے بھی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا شکر ایک لحاظ سے حمد و مدح سے عام ہے اور دوسرے اعتبار سے خاص۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ چونکہ حمد (شکر باللسان) شکر کی دوسری صورتوں کے مقابلہ میں منعم کی نعمتوں کے اظہار کی زیادہ عام و سہل صورت ہے اس لئے اسے رَاسُ الشُّکر قرار دیا گیا۔ چنانچہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ رَاسُ الشکر مَا شَکَرَ اللّٰہ من لم یحمدہ (حمد بہترین شکر ہے۔ جس نے اللہ کی حمد نہیں کی اس نے شکر کا حق ادا نہیں کیا) حمد کی ضد ذم ہے اور شکر کی کفران۔

نوٹ: حمد کی تفصیل کے سلسلہ میں بعض مشہور لغات القرآن میں مفردات کی تشریح کو غلط طور پر پیش کیا گیا ہے۔ (القاموس القرآن)

انسان کو جو بھی نعمتیں حاصل ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہیں:

وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ ۝ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ

فَتَمَتَّعُوۡا فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ۝ (النحل۔۵۵-۵۳)

ترجمہ: اور جو نعمت بھی تم کو میسر ہے تو وہ اللہ ہی کی جانب سے ہے پھر جب تم کو ذرا سی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کے آگے روتے اور گڑگڑاتے ہو۔ پھر جب وہ اس سختی کو تم سے اٹھالیتا ہے تو اسی وقت تم میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے تا کہ جو نعمت ہم نے ان کو عطا کی ہے اس کی ناشکری کریں، اچھا تم لوگ چند روز فائدہ اٹھالو اب عنقریب تم کو معلوم ہوا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تمام فطری ضرورتوں کو پورا کیا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزۡقًا لَّكُمۡ وَسَخَّرَ لَكُمُ الۡفُلۡكَ لِتَجۡرِیَ فِی الۡبَحۡرِ بِاَمۡرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الۡاَنۡهٰرَ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ دَآئِبَیۡنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَ۝ وَاٰتٰكُمۡ مِّنۡ كُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡهُ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ كَفَّارٌ۝ (ابراہیم۔۳۴-۳۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی نازل کیا پھر تمہارے کھانے کے لئے پھل نکالے تمہارے نفع کے لئے کشتیوں کو تابع کردیا کہ وہ خدا کے حکم سے دریا میں چلیں اور تمہارے نفع کے لئے ندیوں کو مسخر کردیا اور سورج اور چاند کو جو مقررہ دستور پر چلتے رہتے ہیں تمہارے کام میں لگا دیا ہے نیز رات اور دن کو تمہارے کام میں لگا دیا ہے اور جو کچھ تم نے طلب کیا اس میں

سے سب تم کو عطا کیا اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو اس کا احاطہ نہیں کر سکتے بے شک انسان بڑا ہی نا انصاف اور ناشکرا ہے۔

اللہ کی نعمتوں کا شمار نہیں:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النحل۔۱۸)

ترجمہ: اور اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان کو گن بھی نہیں سکتے بے شک اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور رحمت کرنے والا ہے۔

شیخ سعدیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

از دست وزبان کہ برآید　　کہ از عہدۂ شکرش بدرآید

(کس کے ہاتھ اور زبان سے ہوسکتا ہے کہ اس کی شکر کی ذمہ داری پورا کرے)

گلستانِ سعدی اس طرح شروع ہوتی ہے ''احسان خاص اس خدائے بزرگ برتر کا جس کی اطاعت اس کی قربت کا ذریعہ ہے اور اس کا شکرادا کرنے میں نعمتوں کا مزید اضافہ ہے جو سانس اندر جاتا ہے زندگی بڑھانے والا ہے اور جب باہر آتا ہے تو کثافتوں کو خارج کر کے فرحت دینے والا ہے۔ پس ہر سانس میں دو نعمتیں موجود ہیں اور ہر نعمت پر شکر واجب ہے۔

بندہ ہماں بہ کہ زتقصیرِ خویش　　عُذر بہ درگاہِ خدا آورد

(وہی بندہ بہتر ہے جو اپنی کوتاہی کا عذر خدا کی بارگاہ میں پیش کردے)

ورنہ سزاوارِ خداوندیش کس نہ توانہ کہ بجا آورد
(ورنہ اس کی خدائی کے لائق تو کوئی بھی شکر بجا نہیں لاسکتا ہے)

حمد کی اہمیت:

قرآنِ مجید شروع ہوتا ہے سورۃ الفاتحہ سے جس کی ابتداء ''الحمد'' سے ہوتی ہے۔ سورۂ فاتحہ کے علاوہ چار اور سورتیں (سورۂ انعام، سورۂ کہف، سورۂ سبا، سورۂ فاطر) الحمد سے شروع ہوتی ہیں۔ دو سورتوں (سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ جاثیہ) کا اختتام حمد والی آیات پر ہوتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ o

(الفاتحہ۔۳-۱)

ترجمہ: سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام عالموں کا رب ہے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے جو جزا کے دن کا مالک ہے۔

حمد سے ابتداء کر کے اس کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ وہ تمام کائنات کا رب ہے اور بے انتہاء رحم و کرم کرنے والا ہے اور جزا کے دن کا مالک بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو اپنے نفع کے لئے نہیں پیدا کیا بلکہ اپنی ربوبیت اور رحمت کے اظہار کے لئے پیدا کیا ہے۔ عارفِ رومیؒ نے کیا خوب بات فرمائی ہے۔

من نہ کردم خلق تا سودے کنم بلکہ تا بر بندگانِ جودے کنم
(میں نے مخلوقات کو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ ان سے کچھ نفع حاصل کروں بلکہ اس لئے

پیدا کیا کہ ان پر اپنا احسان کروں)

شکر کا حکم:

۱) وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ اَنِ اشْکُرْ لِلّٰہِ وَمَنْ یَّشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌo (لقمٰن۔۱۲)

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی اور حکم دیا کہ اللہ کا شکر ادا کرتا رہ جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی بھلے کو شکر ادا کرتا ہے اور جو شخص ناشکری کرتا ہے تو اللہ بے نیاز ہے اور بذاتِ خود تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔

۲) فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِo (البقرہ۔۱۵۲)

ترجمہ: پس تم ان نعمتوں پر مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا میرے احسانات کا شکر ادا کرتے رہو اور میری نافرمانی نہ کیا کرو۔

۳) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَo (البقرہ۔۱۷۲)

ترجمہ: اے ایمان والو جو پاکیزہ روزی ہم نے تم کو عطا فرمائی ہے اس میں سے کھاؤ اور اللہ کا شکر بجالاؤ اگر واقعی تم اس کی عبادت کرنے والے ہو۔

۴) وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَo بَلِ اللّٰہَ فَاعْبُدْ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَo

(الزمر۔۶۶،۶۵)

ترجمہ: بلاشبہ آپ کی طرف اور ان سب انبیاء کی طرف جو آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں یہ وحی بھیجی جاچکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے سارے اعمال نیست ونابود ہو جائیں گے اور تم یقیناً خسارے میں پڑ جاؤ گے۔ تم شرک نہ کرنا بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرنا اور اسی کے شکرگزار بن کر رہنا۔

شکر کرنا اللہ کو پسند ہے:

۱) عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ سَرِیْعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ اَنْ یُّحْمَدَ (کنزالعمال۔۶۴۰۹)

ترجمہ: حضرت اسود بن سریعؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا شکرادا کیا جائے۔

۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلٰی عَبْدٍ مِّنْ نِّعْمَۃٍ فَقَالَ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اِلَّا اَدّٰی شُکْرَھَا فَاِنْ قَالَھَا ثَانِیَۃً جَدَّدَ اللّٰہُ ثَوَابَھَا فَاِنْ ثَالِثَۃً غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ ذُنُوْبَہٗ (کنزالعمال۔۶۴۰۷)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی بندہ پر اللہ تعالیٰ نے جو نعمت کی اور اس نے الحمدللہ کہا تو اس نے اس نعمت کا شکرادا کردیا اگر دوسری مرتبہ کہا تو نیا ثواب عطا فرمائے گا اگر تیسری مرتبہ کہا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔

۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْحَمْدُ رَاسُ الشُّکْرِ مَا یَشْکُرُ

اللّٰہَ عَبْدٌ لَا یَحْمَدُہٗ (کنز العمال۔۶۴۱۹)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حمد شکر کی جڑ ہے جس نے اللہ کی حمد نہیں کی اس نے شکر ادا نہیں کیا۔

۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم رُبُّ طَاعِمٍ شَاکِرٍ اَعْظَمُ اَجْرًا مِنْ صَائِمٍ صَابِرٍ (کنز العمال۔۶۴۲۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے کھانا کھا کر شکر ادا کرنے والوں کا اجر روزہ رکھ کر صبر کرنے والوں سے زیادہ ہے۔

۵) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ اَنِ الدُّنْیَا کُلَّھَا بِحَذَافِیْرِھَا بِیَدِ رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَکَانَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِکَ کُلِّہٖ (کنز العمال۔۶۴۰۶)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر ساری کی ساری دنیا میرے کسی امتی کے پاس ہو پھر وہ الحمدللہ (ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں) کہے تو اس کا الحمدللہ کہنا اس تمام سے افضل ہوگا۔

۶) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ لَیَدْخُلُ الْعَبْدَ الْجَنَّۃَ بِالْاَکَلَۃِ وَالشَّرْبَۃِ یَحْمَدُ اللّٰہَ عَلَیْھَا (کنز العمال۔۶۴۳۷)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ

تبارک وتعالیٰ ایک لقمہ یا ایک گھونٹ جس پر بندہ شکر ادا کرتا ہے جنت میں داخلہ کا ذریعہ بنادیتا ہے۔

۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَوَّلُ مَنْ یُّدْعٰی اِلَی الْجَنَّۃِ اَلْحَمَّادُوْنَ الَّذِیْنَ یَحْمَدُوْنَ اللّٰہَ فِی السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ (کنزالعمال۔۶۴۱۰)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جن لوگوں کو جنت کی طرف بلایا جائے گا وہ لوگ ہوں گے جو خوشحالی اور بدحالی ہر دو میں اللہ کی حمد کرنے والے ہوں گے۔

۸) عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ فِیْ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ۔۔۔۔۔ وَرُفِعَ عَلَیْھِمْ اٰدَمُ یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ فَرَاٰی اَلْغَنِیَّ وَالْفَقِیْرَ وَحَسَنَ الصُّوْرَۃِ وَدُوْنَ ذٰلِکَ فَقَالَ رَبِّ لَوْلَا سَوَّیْتَ بَیْنَ عِبَادِکَ قَالَ اِنِّیْ اَحْبَبْتُ اَنْ اُشْکَرَ ۔۔۔۔۔ (احمد)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے قول وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ (حضرت آدمؑ کی اولاد کی پشتوں سے ان کی اولاد نکالی) کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی ساری اولاد کو ان کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی اولاد میں امیر بھی ہیں اور فقیر بھی ہیں خوبصورت بھی ہیں اور بدصورت بھی ہیں تو حضرت آدمؑ نے عرض کیا اے پروردگار تمام بندوں کو تو نے یکساں کیوں نہیں بنایا؟ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرض کیا

کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرے بندے میرا شکر ادا کرتے رہیں۔

شکر گزاری نعمتوں کو زوال سے محفوظ رکھتی ہے اور مزید زیادتی کا باعث بنتی ہے:

فرمانِ الٰہی ہے:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ ٥

(ابراہیم۔۷)

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے تم کو آگاہ کر دیا تھا کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اپنی نعمتیں اور زیادہ دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو یقین جانو کہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔

۱) عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْحَمْدُ عَلَى النِّعْمَةِ اَمَانٌ لِزَوَالِهَا

(کنز العمال۔۶۴۲۱)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نعمتوں پر شکر ادا کرنے سے نعمتیں زوال سے محفوظ رہتی ہیں۔

۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلٰى عَبْدٍ نِّعْمَةً عَلٰى اَهْلٍ وَمَالٍ وَوَلَدٍ فَيَقُوْلُ مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَيَرٰى فِيْهِ اٰفَةً دُوْنَ الْمَوْتِ

(کنز العمال۔۶۴۰۸)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس بندہ پر اللہ تعالیٰ نے اہل، مال اور اولاد کی نعمت عطا فرمائی اور وہ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ

(جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اللہ کے سوا کسی میں قوۃ اور طاقت نہیں ہے) کہا تو وہ اس میں سوائے موت کے کوئی آفت نہیں دیکھے گا۔

۳) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ النِّعْمَةَ مَوْصُوْلَةٌ بِالشُّكْرِ وَالشُّكْرُ مُتَعَلِّقٌ بِالْمَزِيْدِ وَهُمَا مَقْرُوْنَانِ فِی الْقَرْنِ وَلَنْ يَنْقَطِعَ الْمَزِيْدُ مِنَ اللّٰہِ حَتّٰی يَنْقَطِعَ الشُّكْرُ مِنَ الْعَبْدِ (کنز العمال۔ ۸۶۱۷)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نعمت شکر کے ساتھ جڑی ہوئی ہے اور شکر مزید نعمت کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور یہ دونوں ایک تاگے میں پروئے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ مزید نعمت اس وقت قطع کریں گے جب بندہ سے شکر منقطع ہو جائے گا۔

۴) عَنْ عَطِيَةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَيُّمَا عَبْدٍ جَآءَتْهُ مَوْعِظَةٌ مِّنْ اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ دِيْنِهٖ فَاِنَّهَا نِعْمَةٌ مِّنَ اللّٰہِ سِيْقَتْ اِلَيْهِ فَاِنْ قَبِلَهَا بِشُكْرٍ وَاِلَّا كَانَتْ حُجَّةٌ مِّنَ اللّٰہِ عَلَيْهِ لِيَزْدَادَ بِهَا اِثْمًا وَيَزْدَادُ اللّٰہُ عَلَيْهِ بِهَا سَخَطًا (کنز العمال۔ ۸۴۳۴)

ترجمہ: حضرت عطیہ بن قیسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس بندہ کے پاس اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف سے کوئی نصیحت آئے جو اللہ کی ایک نعمت تھی جو اس کی طرف بھیجی گئی تھی اگر اس نے شکر کے ساتھ اس کو قبول کیا تو وہ اس کے حق میں بہتر ہے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے برخلاف حجت اور

دلیل ہے تاکہ اس کا گناہ زیادہ ہو اور اس کی وجہ سے اللہ کا غضب اس پر زیادہ ہو۔

شکر گزاری کا طریقہ:

بندہ کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دل سے احساس واعتراف ہو کہ ساری نعمتیں صرف اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہیں اور زبان سے حمد وثنا کرے اور عمل سے اس کی اطاعت کرے۔ اس کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں استعمال کرنے سے بچے۔ اس سلسلہ میں چند احادیث پیش کی جاتی ہیں:

۱) عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مُوْسٰی یَارَبِّ کَیْفَ شُکْرُکَ اِبْنِ اٰدَمَ؟ فَقَالَ عَلِمَ اَنَّ ذٰلِکَ مِنِّیْ فَکَانَ ذٰلِکَ شُکْرُہٗ (کنز العمال۔۶۴۲۸)

ترجمہ: حضرت حسنؓ سے مرسلاً روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اے باری تعالیٰ تیری نعمتیں بے شمار ہیں بندہ تیرا کیسے شکر ادا کرے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندہ کا یہ اعتراف کرنا کہ یہ نعمتیں میری طرف ہیں یہی اس کی شکر گزاری ہے۔

۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَآبْنِ اٰدَمَ اِنَّکَ مَا ذَکَرْتَنِیْ شَکَرْتَنِیْ وَاِذَا مَا نَسِیْتَنِیْ کَفَرْتَنِیْ (کنز العمال۔۶۴۲۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم جب تو نے مجھے یاد کیا تو تو نے میرا شکر کیا اور جب تو مجھے بھول گیا تو تو نے میری ناشکری کی۔

۳) عَنْ قَتَادَةَ مُرْسَلًا قَالَ مِنْ شُكْرِ نِّعْمَةِ اِفْشَاؤُهَا (کنز العمال۔۶۴۳۵)

ترجمہ: حضرت قتادہؓ سے مرسلاً روایت ہے کہ نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ اسے پھیلایا جائے۔

۴) عَنِ ابْنِ جَرِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَّمْ يَحْمَدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا عَمِلَ مِنْ عَمَلٍ صَالِحٍ وَحَمِدَ نَفْسَهٗ قَلَّ شُكْرُهٗ وَحَبِطَ عَمَلُهٗ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ اللّٰهَ جَعَلَ لِلْعِبَادِ مِنَ الْاَمْرِ شَيْئًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (کنز العمال۔۶۴۷۸)

ترجمہ: حضرت ابنِ جریرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی نیک عمل پر اللہ تعالیٰ کی حمد نہ کی بلکہ اپنے نفس کی تعریف کی تو اس کا شکر کم ہوا اور اس کا عمل برباد ہو گیا اور جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے کچھ اختیار رکھا ہے تو اس نے ان باتوں سے کفر کیا جو انبیاء پر نازل ہوئیں خبردار! پیدا کرنا اور حکم چلانا صرف اللہ کا اختیار ہے۔

۵) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اُبْلِيَ خَيْرًا فَلَا يَجِدُ اِلَّا الثَّنَاءِ وَمَنْ كَتَمَهٗ فَقَدْ كَفَرَهٗ وَمَنْ تَحَلّٰى بِبَاطِلٍ فَهُوَ كَلَابِسِ ثَوْبَىْ زُوْرٍ (کنز العمال۔۶۴۷۳)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی اچھی آزمائش میں مبتلا ہوا اور اس نے اللہ کی حمد و ثناء کے سوا کچھ اور نہیں کیا تو

اس نے اللہ کا شکرادا کیا اور جس نے اسے چھپایا اس نے کفر کیا جو کسی جھوٹ بات سے آراستہ ہوا گویا اس نے جھوٹ کے دو کپڑے پہن رکھے ہیں۔

۶) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ (ترمذی،ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہتر ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور سب سے بہتر دعا الحمد للہ ہے۔

۷) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا اَکَلَ اَوْ شَرِبَ قَالَ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کچھ کھاتے اور پیتے تو یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا۔۔۔ (حمد وشکر ہے اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں کھانے اور پینے کو دیا اور اس سے بڑا اکرم کہ ہمیں اپنے مسلمان بندوں میں سے بنایا)۔

۸) عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَنْ اَکَلَ طَعَامًا ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَزَادَ اَبُوْدَاوٗدَ مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا فَقَالَ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ (ترمذی،ابوداود)

ترجمہ: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ کھانا کھائے اور پھر کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ۔۔۔۔۔ (ساری حمد اس اللہ کے لئے جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور میری اپنی سعی وتدبیر اور قوت وطاقت کے بغیر محض اپنے فضل سے مجھے یہ عطا فرمایا) تو اس حمد وشکر کی برکت سے اس کے پہلے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور جس نے کپڑا پہن کر یہ دعا پڑھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ۔۔۔۔۔ (ساری حمد وستائش اس اللہ کے لئے جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور بغیر میری سعی وتدبیر اور قوت وطاقت کے مجھے یہ عطا فرمایا) تو اس کے اگلے اور پچھلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

۹) عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِیْدًا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ ثُمَّ عَمِدَ اِلَی الثَّوْبِ الَّذِیْ اَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِہٖ کَانَ فِیْ کَنَفِ اللّٰہِ وَفِیْ حِفْظِ اللّٰہِ وَفِیْ سَتْرِ اللّٰہِ حَیًّا وَّمَیِّتًا (احمد، ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نیا کپڑا پہن کر یہ دعا پڑھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ۔۔۔۔ (حمد وشکر اس اللہ کے لئے جس نے مجھے وہ لباس عطا فرمایا جس سے میں اپنی پردہ داری کرتا ہوں اور زندگی میں وہ میرے لئے سامانِ زینت بنتا ہے) پھر وہ بندہ اپنا وہ لباس جو اس نے پرانا کر کے اتار دیا ہے صدقہ کر دے تو وہ زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی اللہ کی

حفاظت اور نگہبانی میں رہے گا اور اللہ اس کی پردہ داری فرمائے گا۔

۱۰) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مَنْ رَجُلٍ رَاٰی مُبْتَلیً فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا اِلَّا لَمْ یُصِبْهُ ذٰلِكَ الْبَلَاءُ كَائِنًا مَّا كَانَ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جس آدمی کی نظر کسی مبتلائے مصیبت پر پڑے اور وہ یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ ۔۔۔۔ (حمد و شکر اس اللہ کے لئے جس نے مجھے عافیت دی اور محفوظ رکھا اس مصیبت سے جس میں تجھ کو مبتلا کیا ہے اور اپنی بہت سی مخلوقات پر مجھے فضیلت بخشی) تو وہ اس مصیبت سے ہمیشہ محفوظ رہے گا چاہے وہ کوئی بھی مصیبت کیوں نہ ہو۔

۱۱) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ اِذَا رَاٰی مَا یَسُرُّ بِهٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ وَاِذَا رَاٰی شَیْئًا مِمَّا یَكْرَهُ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ (ابن بخار)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کوئی ایسی بات دیکھتے جس سے آپ کو مسرت اور خوشی ہوتی تو کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ (حمد و ستائش اس اللہ کے لئے جس کے فضل و احسان سے اچھائیاں تکمیل پاتی ہیں) اور جب کوئی ایسی بات دیکھتے جو آپ کو ناپسند اور ناگوار ہوتی تو کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

عَلٰی کُلِّ حَال (ہر حال میں اللہ کی حمد اور اس کا شکر)۔

۱۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ غَنَّامٍ الْبَیَاضِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّکْرُ فَقَدْ اَدّٰی شُکْرَ یَوْمِہٖ وَمَنْ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ حِیْنَ یُمْسِیْ فَقَدْ اَدّٰی شُکْرَ لَیْلَتِہٖ (ابوداود)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن غنام بیاضیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جو بندہ صبح ہونے پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرے کہ اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ ۔۔۔۔ (اےمیرے اللہ! اس صبح جو بھی نعمت مجھے نصیب ہے یا تیری مخلوق میں سے کسی کو بھی میسر ہے وہ تنہا تیرے ہی کرم کا نتیجہ ہے تیرا کوئی شریک ساجھی نہیں، تیرے ہی لئے ساری حمد وثناء اور اے کریم صرف تیرا ہی شکر ہے) تو اس نے اس دن کی ساری نعمتوں کا شکر ادا کر دیا اور جس نے شام ہونے پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں اسی طرح عرض کیا تو اس نے پوری رات کی نعمتوں کا شکر ادا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس کی نعمتوں کا احساس واعتراف کرتے ہوئے قول وعمل سے شکرگزاری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۶) رحمت کے جھونکے (۱)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ٥ (البقرہ۔۱۸۵)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآنِ مجید نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراپا ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کے دلائل بھی ہیں۔ پس جو بھی اس مہینہ کو پائے اس کو چاہئیے کہ پورے مہینہ کے روزے رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اس کے ذمہ (جتنے روزے چھوٹ جاتے ہیں) دوسرے دنوں میں اس کی گنتی پورا کرلے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہیں کسی دشواری میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا یہ رعایت اس لئے دی گئی ہے کہ تم روزوں کی گنتی پورا کرلو اور اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اللہ نے تمہیں ہدایت

دی اور تا کہ تم اللہ کے شکر گزار بن جاؤ۔

رمضان المبارک کی سب سے اہم فضیلت یہ ہے کہ اس مہینہ میں نہ صرف قرآنِ مجید بلکہ تمام ہی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں۔ پہلی رمضان کو حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے، تورات (جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی) چھ (۶) رمضان کو، زبور (جو حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی) بارہ (۱۲) رمضان کو، انجیل (جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی) وہ اٹھارہ (۱۸) رمضان کو نازل کی گئیں۔ قرآنِ مجید کے نزول کی ابتداء لیلۃ القدر میں ہوئی اور لیلۃ القدر ہی میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر پورا نازل کیا گیا اور حضرت جبرئیلؑ وقتاً فوقتاً حالات کے تقاضوں کے مطابق ۲۳ سال کے دوران اللہ کے رسول ﷺ پر لے کر نازل ہوتے رہے۔ ان واقعات کی روشنی میں اس مہینہ کو وحیٔ الٰہی سے خاص مناسبت ہے۔ سورۂ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا ذکر ہے اور سورۃ کی ابتداء اس طرح کی گئی ہے کہ (اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝) رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید اللہ کی رحمت کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ رحمٰن نے قرآن نازل کر کے انسانوں کو اس کی تعلیم دی۔

۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُطْلُبُوا الْخَيْرَ دَهْرَكُمْ كُلَّهٗ وَتُعَرِّضُوْا لِنَفُحَاتِ رَحْمَةِ اللّٰهِ فَاِنَّ لِلّٰهِ نَفُحَاتٌ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ يُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهَا وَسَلُوا اللّٰهَ اَنْ يَّسْتُرَ عَوْرَاتِكُمْ وَاَنْ يُّؤْمِنَ رَوْعَاتِكُمْ (کنز العمال۔۳۱۸۹)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر

وقت اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرتے رہو۔ اللہ کی رحمت کے مواقع تلاش کرتے رہو بے شک اللہ کی رحمت کے جھونکے چلتے رہتے ہیں جو اس کے ان بندوں کو نصیب ہو جاتے ہیں جن کو وہ چاہتا ہے اور تم اللہ سے دعا کرو کہ تمہارے عیوب کو ڈھانپے اور تمہارے خوف کو امن بخشے۔

۲) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِیْ اَیَّامِ دَهْرِکُمْ نَفَحَاتٌ فَتَعَرَّضُوْا لَهٗ لَعَلَّهٗ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ نَفْحَةٌ مِنْهَا فَلَا تَشْقَوْنَ بَعْدِهَا اَبَدًا (کنز العمال۔۲۱۲۳۴)

ترجمہ: حضرت محمد بن مسلمہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اس زمانہ میں تمہارے رب کی رحمت کے جھونکے چلتے رہتے ہیں تم ان کو تلاش کرو شاید کوئی جھونکا تم کو چھو جائے تو کبھی اس کے بعد تم بدنصیب نہ ہو گے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا شکر و احسان ہے کہ اس نے ہماری زندگی میں ایک اور رمضان ہمیں عطا فرمایا۔ ہمارے کئی رفقاء اور اعزاء جو گذشتہ سال ہمارے ساتھ تھے اس سال وہ ہمارے ساتھ موجود نہیں ہیں۔ حضرت مولانا علی میاںؒ رمضان المبارک کے بیانات میں اکثر فرمایا کرتے کہ رمضان تو آتا رہے گا اور جب تک یہ دنیا باقی ہے اس کو آنا ہی ہے مگر سوال یہ ہے کہ ہم ہونگے کہ نہ ہونگے؟ ہمیں اس رمضان کو اس طرح گزارنا ہوگا گویا کہ یہ زندگی کا آخری رمضان ہے۔ یہ بات میں کسی بدگمانی

کی بنا پر نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث کی روشنی میں کہہ رہا ہوں۔

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ عِظْنِیْ وَاَوْجِزْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ وَلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْهُ غَدًا وَاَجْمِعِ الْاَيَاسَ مِمَّا فِیْ اَيْدِی النَّاسِ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص اللہ کے نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ مجھے نصیحت کیجئے اور مختصر اور جامع بات کہئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز کو کھڑے ہو تو ایسی نماز پڑھو گویا تم لوگوں کو اور دنیا کو چھوڑ رہے ہو (گویا یہ تمہاری زندگی کی آخری نماز ہے) اور اپنی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہ نکالو کہ کل اس کے لئے عذر خواہی کرنی پڑے اور جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے پوری طرح مایوس ہو جاؤ۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ سب لوگوں کو ایسے ہزاروں رمضان ہماری زندگیوں میں نصیب فرمائے اور ہمیں اس سے پورا پورا استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ احادیثِ پاک جو آپ کو سنائی گئی ہیں کہ زمانہ میں کچھ اوقات اور گھڑیاں ایسی ہوتی ہیں جس میں اللہ کی رحمت کے جھونکے چلتے رہتے ہیں کسی خوش نصیب کو یہ جھونکے لگ جائیں تو اس کی قسمت جاگ اٹھے گی۔ رمضان المبارک میں ہر گھڑی رحمت کے جھونکے چل رہے ہیں۔ یہ پورا مہینہ ہی رحمت اور مغفرت کا مہینہ ہے۔

۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا تَسْتَقْبِلُوْنَ وَمَاذَا یَسْتَقْبِلُکُمْ؟ شَھْرُ رَمَضَانَ یُغْفِرُ اللّٰہُ فِیْ اَوَّلَ لَیْلَۃٍ لِکُلِّ اَھْلِ ھٰذِہِ الْقِبْلَۃِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلْمُنَافِقُ؟ قَالَ اَلْمُنَافِقُ کَافِرٌ وَلَیْسَ لِلْکَافِرِ فِیْ ذٰلِکَ شَیْءٌ

(کنزالعمال۔۲۳۷۱۸)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ تم کس چیز کا استقبال کررہے ہو اور کونسی چیز تمہارا استقبال کررہی ہے؟ وہ رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ ہے اس کی پہلی رات میں اللہ تعالیٰ اہلِ قبلہ کی مغفرت کا فیصلہ کرتے ہیں صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا منافق کی بھی مغفرت ہوجاتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ منافق تو کافر ہے اس انعام میں کافر کا کچھ حصہ نہیں۔

۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَھَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَفِیْ رَوَایَۃٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَۃِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ داخل ہوجاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے اور ایک

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا کَانَ اَوَّلُ لَیْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَیُنَادِیْ مُنَادٍ یَابَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَابَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ کُلَّ لَیْلَةٍ

(ترمذی، ابنِ ماجہ، احمد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب ماہِ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین اور شرکش جنات قید کردیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں پھر اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر اس کا کوئی دروازہ بند نہیں رہتا اور ایک اعلان کرنے والا (فرشتہ) یہ اعلان کرتا ہے کہ اے بھلائی کے طلب گار (اللہ کی طرف) متوجہ ہوجا اور اے برائی کا ارادہ رکھنے والے برائی سے باز آجا کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کو آگ سے آزاد کرتا ہے اور یہ اعلان (رمضان کی) ہر رات میں ہوتا ہے۔

۴) عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ اَمَرَ اللّٰهُ حَمَلَةَ الْعَرْشِ اَنْ یَّکُفُّوْا عَنِ التَّسْبِیْحِ وَیَسْتَغْفِرُوْا لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ وَالْمُؤْمِنِیْنَ

(کنزالعمال۔۲۳۷۱۶)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ حاملانِ عرش کے فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنی تسبیح کوروک کر امتِ محمدی کے اہلِ ایمان کے لئے استغفار کریں۔

۵) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ سَیِّدِ الشُّھُوْرِ رَمُضَانُ وَاَعْظَمُھَا حُرْمَةً ذُوا الْحَجَّةِ (کنزالعمال۔۲۳۷۳۴)

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان سب مہینوں کا سردار ہے اور ذوالحجہ کی حرمت سب مہینوں سے بڑھ کر ہے۔

رمضان کی اہمیت پر حضور اکرم ﷺ کا ایک عظیم الشان خطبہ:

رمضان المبارک سے کما حقہ فائدہ اٹھانے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے روبرو یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ یَآ اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ شَھْرٌ مُّبَارَکٌ شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ فَرِیْضَةً وَقِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِیْہِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَةً فِیْمَا سِوَاہُ وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَةً فِیْہِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَةً فِیْمَا سِوَاہُ وَھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُہُ الْجَنَّةُ وَشَھْرُ الْمَوَاسَاةِ وَشَھْرٌ یُزَادُ فِیْہِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِیْہِ صَائِمًا کَانَ لَہٗ مَغْفِرَةٌ لِذُنُوْبِہٖ وَعِتْقُ رَقَبَتِہٖ مِنَ النَّارِ وَکَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْتَقَصَ مِنْ اَجْرِہٖ

شَيْئٌ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا يُفَطِّرُ بِهٖ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَاَ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ (بیہقی)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ ماہِ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک خطبہ دیا اس میں آپ ﷺ نے فرمایا: اےئ لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ افگن ہورہا ہے، اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شبِ قدر) ہزاروں مہینوں سے بہتر ہے، اس مہینہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہِ خداوندی میں کھڑا ہونا (یعنی نمازِ تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے) جو شخص اس مہینہ میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانوں کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا اور اس مہینہ میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانہ کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے) افطار

کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتشِ دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غرباء اس عظیم ثواب سے محروم رہیں گے؟)؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے ارشاد فرمایا کہ) اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی تا آں کہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا (اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اس ماہِ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتشِ دوزخ سے آزادی ہے (اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اور جو آدمی اس مہینہ میں اپنے غلام وخادم کے کام میں تخفیف اور کمی کردے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے دے گا۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا كُلُّ مَحْرُوْمٍ (ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رمضان کا مہینہ شروع ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تحقیق یہ مہینہ تم پر آیا ہے، اس میں ایک رات (شبِ قدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو شخص اس کی بھلائی سے محروم رہ گیا گویا کہ وہ ساری بھلائی سے محروم رہ گیا اور محروم نہیں کیا جاتا اس کے خیر سے مگر وہ ہی جو بدنصیب ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِنَّ الْجَنَّۃَ تُزَخْرَفُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَاْسِ الْحَوْلِ اِلٰی حَوْلٍ قَابِلٍ قَالَ فَاِذَا کَانَ اَوَّلُ یَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ ھَبَّتْ رِیْحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّۃِ عَلَی الْحُوْرِ الْعَیْنِ فَیَقُلْنَ یَارَبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِکَ اَزْوَاجًا تَقِرُّبِھِمْ اَعْیُنُنَا وَتَقِرُّ اَعْیُنُھُمْ بِنَا (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان (کے استقبال کے لئے) جنت شروع سال سے آخر سال تک اپنی زیب وزینت کرتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا چنانچہ جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے جنت کے درختوں کے پتوں سے حورِعین کے سر پر ہوا چلتی ہے پھر حوریں کہتی ہیں کہ اے ہمارے پروردگار اپنے بندوں میں سے ہمارے لئے شوہر بنادے کہ ان (کی صحبت وہم نشینی کے سرور وکیف) سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہمارے (دیدار ووصل) سے ٹھنڈک پائیں۔

محترم خوش نصیب حاضرین شہرِ رمضان کی مبارک گھڑیاں شروع ہوگئی ہیں، اس کے برکت والے دن اور رحمت والی راتیں ہم پر سے گزر رہی ہیں۔ ہر

شخص اپنے ظرف کے مطابق اپنا حصہ حاصل کر سکتا ہے۔ رحمتوں کے جھونکے جو چل رہے ہیں اس سے اپنا حصہ حاصل کر کے اپنی قسمت بنا سکتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی نگاہِ کرم نوازنے کے لئے ہماری طرف متوجہ ہو اور ہم غفلت میں پڑے ہوں۔ حضرت مولانا رومؒ نے اسی بات پر متنبہ کیا ہے۔

ایک چشمِ زدن غافل نہ آں شاہ باشی
شاید کہ نگاہ کند آگاہ نہ باشی

(ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی اللہ سے غافل نہ رہو شاید کہ وہ تمہاری طرف متوجہ ہو اور تم اس سے غافل ہو)

ایک عاشق خوب واویلہ کر رہا تھا معشوق سن رہا تھا اور اس کے عشق کی سچائی کی جانچ کر رہا تھا۔ جب رات معشوق عاشق کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ غافل پڑا سو رہا ہے! تو معشوق نے کچھ مٹھائیاں اور کھلونے اس کے سرہانے رکھ دیئے اور واپس آ گیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان المبارک کے شب وروز سے پوری طرح مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالٰی

(۱۷) رحمت کے جھونکے (ب)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ o (البقرہ۔۱۸۳)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کردیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

رمضان المبارک کی سب سے اہم عبادت صوم (روزہ) ہے۔ اسلام کے پانچ ارکان میں شہادتین کی گواہی دینے کے بعد دوسرا رکن نماز ہے جو ہر مردوعورت عاقل بالغ پر مقیم ومسافر پر مرتے دم تک فرض ہے۔ تیسرا رکن زکوٰۃ ہے جو سال میں ایک مرتبہ صاحبِ نصاب پر فرض ہے۔ چوتھا رکن رمضان کے مہینہ کے روزے ہیں جو ہر مردوعورت عاقل بالغ پر فرض ہیں۔ پانچواں رکن حجِ بیت اللہ ہے جو زندگی میں ایک مرتبہ صاحبِ استطاعت پر فرض ہے۔ صوم کے معنی لغت میں مطلق رکنے اور امساک کے ہیں۔ روزہ کی شرعی تعریف یہ ہے کہ بندہ طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے، جماع اور منافیٔ صوم اشیاء سے نیت کے ساتھ رکا رہے۔

۱) روزہ رکھنے سے انسانی جذبات، احساسات اور شہوت کنٹرول ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے آدمی تمام گناہوں سے بچتا ہے کیونکہ پیٹ بھرنے سے تمام اعضاء گناہ کے خواہشمند ہو جاتے ہیں اس لئے عارفین نے کہا ہے۔

اِذَا جَاعَتِ النَّفُسُ شَبِعَتْ جَمِيُعُ الْاَعُضَاءِ

وَاِذَا شَبِعَتُ جَاعَتُ كُلُّهَا

(جب نفس بھوکا ہوتا ہے تو تمام اعضاء سیر ہوتے ہیں اور جب نفس سیر ہوتا ہے تو تمام اعضاء بھوکے ہو جاتے ہیں)

۲) روزہ رکھنے سے فقراء اور مساکین سے ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک مالدار آدمی کو یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح اس نے سال کے ایک مہینہ میں بھوک پیاس کی مشقت اٹھائی ہے فقراء اور مساکین تو سال بھر مشقت میں پڑے رہتے ہیں لہٰذا ان کا ہمدرد بن جاتا ہے۔ بشر حافیؒ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بغداد میں سردی کے موسم میں گرم کپڑے اٹھا کر کھونٹی پر لٹکا دیتے تھے کسی کے وجہ پوچھنے پر بتایا کہ بہت سے فقراء ہیں جو ٹھنڈ کی مشقت برداشت کرتے ہیں میں ان سب کو گرم کپڑے نہیں دے سکتا تو کم از کم ان کی مشقت میں بطور ہمدردی ان کے ساتھ شریک ہو جاتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض عارفین کھانا کھانے کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ لَا تُؤَاخِذُنِیُ بِحَقِّ الْجَائِعِیُنَ (اے اللہ بھوکے لوگوں کے حق کی وجہ سے میری گرفت مت فرما)۔

۳) روزہ رکھنے سے آدمی جفاکش بن جاتا ہے۔ مصیبتوں کو برداشت کرنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ روزہ دوسری عبادتوں کے لئے مُمِد ومعاون ہے اور آدمی کی ذاتی زندگی کے لئے کارآمد ہے۔

۴) روزہ رکھنے سے آدمی کے مزاج میں ٹھہراؤ پیدا ہوتا ہے لہٰذا صبر کا عادی ہو جاتا ہے اس طرح روزہ دار اِزدواجی اور معاشرتی زندگی بہتر طریقہ سے زندگی گذار سکتا ہے۔

۵) ان فائدوں سے قطع نظر اصل فائدہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی تعمیل (ایمان) اور اس سے آخرت میں اجر وثواب پانے کی امید (احتساب) ہے۔

روزوں کے فقہی مسائل کے قطع نظر اس کی اخلاقی اور روحانی اہمیت کیا ہے مجلس میں یہ بیان کیا جائے گا۔

۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یَضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِمَائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّوْمُ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ یَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجَلِیْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا یَرْفَثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ اِمْرُءٌ صَائِمٌ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے (روزہ کی فضیلت

اور قدر و قیمت بیان کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ آدمی کے ہر اچھے عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنے تک بڑھایا جاتا ہے (یعنی اس امتِ مرحومہ کے اعمالِ خیر کے متعلق عام قانونِ الٰہی یہی ہے کہ ایک نیکی کا اجر اگلی امتوں کے لحاظ سے کم از کم دس گنا ضرور عطا ہوگا اور بعض اوقات عمل کرنے کے خاص حالات اور اخلاص وخشیت وغیرہ کیفیات کی وجہ سے اس سے بھی بہت زیادہ عطا ہوگا یہاں تک کہ بعض مقبول بندوں کو ان کے اعمالِ حسنہ کا اجر سات سو گنا عطا فرمایا جائے گا۔تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس عام قانونِ رحمت کا ذکر فرمایا) مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روزہ اس عام قانون سے مستثنیٰ اور بالاتر ہے۔ وہ بندہ کی طرف سے خاص میرے لئے ہے اور میں ہی (جس طرح چاہوں گا) اس کا اجر وثواب دوں گا۔ میرا بندہ میری رضا کے واسطے اپنی خواہشِ نفس اور اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے (پس میں خود ہی اپنی مرضی کے مطابق اس کی اس قربانی اور نفس کشی کا صلہ دوں گا) روزہ دار کے لئے دو مسرتیں ہیں: ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے مالک ومولیٰ کی بارگاہ میں حضوری اور شرفِ باریابی کے وقت۔ اور قسم ہے کہ روزہ دار کی منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے۔ روزہ دنیا میں شیطان ونفس کے حملوں سے بچاؤ کے لئے اور آخرت میں جہنم کے لئے ڈھال ہے۔ جو تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو چاہیئے کہ وہ بیہودہ اور فحش باتیں نہ کرے اور نہ شور وشغب کرے۔ اگر کوئی دوسرا اس سے گالی گلوج یا جھگڑا ٹنٹا کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَمَتُ الصَّائِمِ تَسْبِيْحٌ وَنَوْمَهٗ عِبَادَةٍ وَدُعَاؤُهٗ مُسْتَجَابٌ وَعَمَلُهٗ مُضَاعَفٌ (کنز العمال۔۲۳۶۰۲)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزہ دار کی خاموشی تسبیح ہے اس کا سونا عبادت ہے اور اس کی دعا مقبول ہے اور اس کے عمل کا ثواب دو چند بڑھا دیا جاتا ہے۔

۳) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُعْطِيَتْ اُمَّتِیْ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ نَبِیٌّ قَبْلِیْ اَمَّا وَاحِدَةٌ فَاِنَّهٗ اِذَا كَانَ اَوَّلَ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ نَظَرَ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ وَمَنْ نَظَرَ اللّٰهُ اِلَيْهِ لَمْ يُعَذِّبْهُ اَبَدًا وَاَمَّا الثَّانِيَةُ فَاِنَّ خَلُوْفَ اَفْوَاهِهِمْ حِيْنَ يُمْسُوْنَ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ وَاَمَّا الثَّالِثَةُ فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَاَمَّا الرَّابِعَةُ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَاْمُرُ جَنَّتَهٗ فَيَقُوْلُ لَهَا اسْتَعِدِّیْ وَتَزَيَّنِیْ لِعِبَادِیْ اَوْشَكَ اَنْ يَسْتَرِيْحُوْا مِنْ تَعَبِ الدُّنْيَا اِلٰى دَارِیْ وَكَرَامَتِیْ وَاَمَّا الْخَامِسَةُ فَاِنَّهٗ اِذَا كَانَ اٰخِرَ لَيْلَةٍ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُمْ جَمِيْعًا فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اَهِیَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ قَالَ لَا اَلَمْ تَرَ اِلَى الْعُمَّالِ يَعْمَلُوْنَ فَاِذَا فَرَغُوْا مِنْ اَعْمَالِهِمْ وُفُّوْا اُجُوْرَهُمْ (کنز العمال۔۲۳۷۰۹)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کو رمضان میں پانچ چیزیں مخصوص عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں:

ا) یہ کہ جب رمضان شریف کی پہلی رات ہوتی ہے حق تعالیٰ شانہ اپنے روزہ دار بندوں کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھتے ہیں اور جس کی طرف اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت سے دیکھ لیتے ہیں اسے کبھی عذاب نہیں دیتے۔

ب) یہ کہ روزہ داروں کی منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔

ج) یہ کہ روزہ داروں کے لئے فرشتے ہر دن ورات استغفار کرتے رہتے ہیں۔

د) یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی جنت کو حکم دیتے ہیں کہ تیار رہ اور آراستہ ہو جا قریب ہے کہ میرے نیک بندے دنیا کی تھکاوٹوں سے آکر تجھ میں آرام کریں تو میرا عزت والا گھر ہے۔

ہ) یہ کہ جب رمضان شریف کی آخر رات ہوتی ہے حق تعالیٰ شانہ سب کی مغفرت کردیتے ہیں صحابہ کرامؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا یہ شبِ قدر ہے؟ فرمایا نہیں کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ مزدور اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور جب وہ کام سے فارغ ہوجاتے ہیں تو انہیں ان کی اجرت ملتی ہے۔

رمضان المبارک کی دوسری اہم عبادت نمازِ تراویح ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ اِفْتَرَضَ عَلَیْکُمْ صَوْمَ رَمَضَانَ وَسَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَهٗ فَمَنْ صَامَهٗ وَقَامَهٗ اِیْمَانًا وَاِحْتِسَابًا یَقِیْنًا کَانَ کَفَّارَةٌ لِمَا مَضٰی (کنز العمال۔۲۳۶۶۰)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر رمضان کے روزے فرض کر دیئے اور قیامِ رمضان (تراویح) کو میں تمہارے لئے سنت مقرر کرتا ہوں۔ جس نے ایمان، یقین اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اور راتوں کو قیام کیا تو یہ سب اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہوجائیں گے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے دو دن با جماعت تراویح پڑھائی اور تیسرے دن صحابہ کرامؓ میں نماز کا چرچہ ہوکر کافی ہجوم جمع ہوگیا تو آپ ﷺ حجرہ سے باہر تشریف نہیں لائے اور صبح کے وقت فرمایا کہ میں تمہارے ذوق وشوق کو دیکھ رہا تھا، مجھے یہ ڈر ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض یا واجب قرار دی جائے اور پھر تمہارے لئے ادا کرنا دشوار ہوجائے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دورِ خلافت جو دو یا ڈھائی سال تھا مختلف فتنوں کی سرکوبی کے لئے وقف ہوگیا۔ حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت دس سال سے کچھ اوپر ہے اس میں آپ کو اطمینان حاصل ہوا تو آپ نے تراویح کی نماز کی طرف توجہ فرمائی، لوگ مسجدِ نبوی میں مختلف گروہوں میں اجتماعی اور انفرادی طور پر ادا کررہے تھے۔ آپ نے سب کو با جماعت سید القراء ابی بن کعبؓ کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ چونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ نماز با جماعت پڑھائی تھی اس لئے آپ ﷺ ہی کی سنت پر پوری امت کو بیس رکعت تراویح پر آپ ﷺ نے جمع کیا۔ بیس رکعت تراویح پر تمام

صحابہ کرامؓ کا اور تمام ائمۂ کرام کا اجماع ہوا۔تراویح کی نماز کے متعلق صحابہ کرامؓ میں نہ کہیں کوئی اعتراض نقل کیا گیا اور نہ اختلاف ہوا۔

رمضان المبارک چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر اور اس کی رحمت کے سب سے بڑے مظہر قرآنِ حکیم ہے۔رمضان المبارک اس کے نزول کا مہینہ ہے اس لئے تراویح میں قرآن سنانا مسنون قرار دیا گیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں جبرئیلؑ سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے جس سال آپ کی وفات ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دور فرمائے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ اَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ كَانَ جِبْرَئِيْلُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْقُرْاٰنَ فَاِذَا لَقِيَهٗ جِبْرَئِيْلُ كَانَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خیر کی بخشش اور خلق اللہ کی نفع رسانی میں اللہ کے سب بندوں سے فائق تھے اور رمضان المبارک میں آپ کی یہ کریمانہ صفت اور زیادہ ترقی کر جاتی تھی۔رمضان کی ہر رات میں جبرئیلِ امینؑ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قرآنِ مجید سناتے تھے تو جب روزانہ جبرئیلؑ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کریمانہ نفع رسانی اور خیر کی بخشش میں اللہ کی بھیجی ہوئی ہواؤں سے بھی زیادہ تیزی آجاتی اور زور پیدا ہو جاتا۔

افطار اور سحر کے احکام:

اللہ کے رسول ﷺ نے اہلِ کتاب کے روزوں کے خلاف یہ حکم دیا کہ سورج کے غروب ہوتے ہی فوراً روزہ افطار کیا جائے اور طلوعِ فجر کے آخری وقت تک سحری کی جائے۔ ایسے بندوں کو آپ ﷺ نے اللہ کے محبوب بندے فرمایا ہے۔

۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلسَّحُوْرُ بَرَکَۃٌ فَلَا تَدْعُوْہُ وَلَوْ اَنْ تَجْرَعَ اَحَدُکُمْ جُرْعَۃً مِّنْ مَّآءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ وَالْمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الْمُتَسَحِّرِیْنَ (مسندِ احمد)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سحری میں برکت ہے اسے ہرگز نہ چھوڑو، اگر کچھ نہیں تو اس وقت پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لیا جائے، کیونکہ سحر میں کھانے پینے والوں پر اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں۔

۲) عَنْ مُلَیْکَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِہٖ دَعْوَۃٌ لَا تُرَدَّ (کنز العمال۔۲۳۶۳۲)

ترجمہ: حضرت ملیکہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزہ دار افطار کے وقت جو دعا کرتا ہے وہ رد نہیں کی جاتی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو رمضان کے صیام وقیام، سحر وافطار کی برکتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۸) رحمت کے جھونکے (ج)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةُ الْقَدْرِ o وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ o لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ o تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍo سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِo

(سورۂ قدر)

صدق الله العظيم وصدق رسوله الكريم ونحن علٰى ذٰلك من الشهدين والشكرين۔

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔آپ کو کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس رات فرشتے اور روح الامین اپنے رب کے حکم سے ہر امرِ خیر کو لے کر نازل ہوتے ہیں۔ یہ رات سراپا سلامتی (خیر و برکت والی) ہے فجر ہونے تک۔

آج آپ کے سامنے لیلۃ القدر کی فضیلت اور اہمیت پر کچھ اہم باتیں کہنی ہیں۔لیلۃ القدر کے دو معنی ہیں قدر والی رات یعنی عظمت وشرف والی رات، جس کی عبادت ہزار مہینوں سے بڑھ کر اور بہتر ہے۔ چنانچہ حدیث کی روایت میں آتا ہے:

رُوِیَ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا لَبِسَ السِّلَاحَ وَجَاهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَلْفَ شَهْرٍ فَعَجِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالْمُسْلِمُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ وَتَمَنّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِاُمَّتِهٖ

فَقَالَ یَارَبِّ جَعَلْتَ اُمَّتِیْ اَقْصَرَ الْاُمَمِ اَعْمَارًا وَاَقَلَّهَا اَعْمَالًا فَاَعْطَاهُ اللّٰهُ لَیْلَةَ الْقَدْرِ وَقَالَ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ لَکَ وَلِاُمَّتِکَ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ جَاهَدَ فِیْهَا ذٰلِکَ الرَّجُلُ قَالَ مُجَاهِدٌ عَمَلُهَا وَصِیَامُهَا وَقِیَامُهَا خَیْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ

(صفوۃ التفاسیر- جلدسوم)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک مجاہد نے ہتھیار سے لیس ہوکر مسلسل ایک ہزار مہینے تک اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہا۔ اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو اس پر بہت تعجب ہوا اور اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت کے لئے ایسے عمل کی تمنا کی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے پروردگار تو نے میری امت کی عمریں کم رکھی ہیں لازماً ان کے اعمال بھی کم ہو جائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کو لیلۃ القدر عطا کی اور فرمایا کہ لیلۃ القدر تمہارے لئے اور تمہاری امت کے لئے اس مجاہد سے بہتر ہے جو ایک ہزار مہینے تک جہاد کرتا رہا۔ حضرت ابنِ عباسؓ کے شاگرد مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس رات کا نیک عمل، نماز اور روزہ ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔

اس امت کی عام عمریں تمام امتوں سے کم ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَا بَیْنَ السِّتِّیْنَ اَلَی السَّبْعِیْنَ وَاَقَلُّهُمْ مَنْ یَّجُوْزُ ذٰلِکَ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

میری امت کی عام عمریں ساٹھ سال اور ستر سال کے درمیان ہوں گی اور بہت کم لوگ اس کو تجاوز کریں گے۔

ایک روز اللہ کے رسول ﷺ نے بنی اسرائیل کے چار اشخاص کا ذکر فرمایا جنہوں نے اسی (۸۰) سال اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کی تھی کہ ایک لمحہ بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی تھی۔ یہ حضرت ایوبؑ، حضرت ذکریاؑ، حضرت حزقیلؑ اور حضرت یوشع بن نونؑ تھے۔ صحابہ کرامؓ نے اس پر تعجب کیا۔ جبرئیلؑ تشریف لائے اور عرض کیا کہ اے محمد ﷺ آپ کی امت نے ان کی اسی اسی (۸۰،۸۰) سال عبادت پر تعجب کیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورۂ قدر نازل کی ہے جس میں لیلۃ القدر کا ذکر ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

ہزار مہینوں کے تراسی سال اور چار مہینے ہوتے ہیں۔ لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیٔ رحمت غروبِ آفتاب سے طلوعِ فجر تک رہتی ہے۔ ملائکہ اور روح عبادت گزار لوگوں کی ملاقات کے لئے نازل ہوتے ہیں۔ اسی رات نزولِ قرآن شروع ہوا۔ قرآنِ مجید جو لوحِ محفوظ پر تھا پورا آسمانِ دنیا پر نازل کیا گیا۔ اسی رات ملائکہ کی پیدائش ہوئی اور اسی میں آدمؑ کا مادہ جمع ہونا شروع کیا گیا، اسی رات جنت میں درخت لگائے گئے اور یہ وہ رات ہے جس میں بندوں کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ حکمت اس کے پوشیدہ رہنے میں یہ ہے کہ بندے اطاعت میں کوشش کریں۔ علماء نے لکھا ہے کہ جو کوئی سال بھر کی راتوں میں جاگے گا تو ان شاء اللہ اس کو ضرور

پالے گا۔اس لئے کہا گیا کہ مَنْ لَمْ یَعْرِفْ قَدْرَ اللَّیْلَةِ لَمْ یَعْرِفْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ (جس نے رات کی قدر نہیں پہچانی وہ لیلۃ القدر کی قدر نہیں کی)۔

قدر کا دوسرا معنی قضا اور تقدیر کے ہیں۔اس رات تمام مخلوقات کے لئے تقدیر ازلی میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا جو حصہ اس سال میں رمضان سے اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہے وہ فرشتوں کے حوالے کیا جاتا ہے جو کائنات کی تقدیر اور تنفیذِ امور کے لئے مامور ہیں۔اس میں انسان کی عمر، موت، رزق، بارش حتیٰ کہ جس شخص کو اس سال میں حج نصیب ہوگا وہ بھی لکھ دیا جاتا ہے۔
(معارف القرآن۔جلد ہشتم)

شبِ قدر کونسی رات ہوتی ہے؟

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ تَحَرَّوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (بخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شبِ قدر کو رمضان کی آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

شبِ قدر رمضان کے آخری عشرہ میں یعنی اکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں یا انتیسویں راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کو مبہم رکھا ہے تا کہ بندے زیادہ سے زیادہ عبادت کریں۔متعین کر دینے کے بعد اگر ناقدری ہوتی تو بہت بڑا وبال بھی ہوتا۔رمضان کے آخری عشرہ کی دوسری اہم

عبادت اعتکاف ہے جس کا اللہ کے رسول ﷺ بہت اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ کسی سال جب سفر کی وجہ سے آپ کا اعتکاف ناغہ ہوگیا تو آئندہ سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ اعتکاف سنتِ مؤکدہ کفایہ ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے وفات تک آپ کا یہی معمول رہا اس کے بعد آپ کی ازواجِ مطہرات اعتکاف کا اہتمام کرتی رہیں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ فَلَمْ یَعْتَکِفْ عَامًا فَلَمَّا کَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اِعْتَکَفَ عِشْرِیْنَ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ ایک سال آپ اعتکاف نہیں کرسکے تو اگلے سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے مروی ہے کہ جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال کے رمضان میں بھی آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا تھا۔ یہ بیس دن کا اعتکاف غالباً اس وجہ سے فرمایا تھا کہ آپ کو یہ اشارہ مل چکا تھا کہ عنقریب آپ کو اس دنیا سے اٹھالیا جائے گا اس لئے اعتکاف جیسے اعمال کا شغف

بڑھ جانا بالکل قدرتی بات تھی ؎

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد

(جب وعدۂ وصال قریب آلگتا ہے تو شوق کی آگ تیز ہوجاتی ہے)

اعتکاف اللہ کے گھر میں اپنے دنیاوی تمام کاروبار سے یکسو ہوکر پڑے رہنے کا نام ہے۔ بس اسی کی یاد، اسی کے ذکر وفکر میں اپنے آپ کو لگائے رکھنا ہے سوائے اپنی بنیادی حاجات کے۔ مسجد میں قیام کرنے سے آدمی باہر کی تمام برائیوں سے بچ جاتا ہے اور نمازوں کی جماعت سے پابندی ہوتی ہے اور لازماً شبِ قدر کو پالیتا ہے۔ گو معتکف باہر کے ہونے والے نیک کاموں (عیادتِ مریض، مشایعتِ جنازہ وغیرہ) کے لئے اپنی جگہ نہیں چھوڑ سکتا لیکن اس کو تمام ہی نیکیوں کا ثواب دیا جاتا ہے۔

صاحبِ دل شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

خوشا وقتے وخرم روزگارے کہ بارے برخورد از وصل یارے
بفراغِ دل زمانے نظر بماہروے بہ از چتر شاہی ہمہ روز ہائے ہوئے

(وہ وقت کتنا اچھا ہوگا اور وہ کتنے خوشی کے دن ہوں گے کہ جس میں یار کا وصال نصیب ہورہا ہوگا۔ دل جمعی سے چاند جیسے چہرہ پر ایک نظر ڈالنا تختِ شاہی پر بیٹھ کر روز حکم چلانے سے بہتر ہے)

آپس کا جھگڑا اللہ کے خیر سے محروم کردیتا ہے:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ لِیُخْبِرَنَا بِلَیْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَکُمْ بِلَیْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا لَّکُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِی التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ (بخاری)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شبِ قدر کے بارے میں بتائیں مگر مسلمانوں میں سے دو شخص جھگڑنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں شبِ قدر کے متعلق بتانے کے لئے نکلا تھا کہ وہ کونسی شب ہے مگر فلاں اور فلاں جھگڑنے لگے چنانچہ شبِ قدر کی تعیین اٹھالی گئی شاید تمہارے لئے یہی بہتر ہو لہٰذا تم شبِ قدر کو انتیسویں، ستائیسویں اور پچیسویں شب میں تلاش کرو۔

شبِ قدر میں قیام کرنا باعثِ مغفرت ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مَنْ قَامَ لَیْلَةُ الْقَدْرِ رَمَضَانَ وَاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے اللہ تعالیٰ کا حکم مان کر ثواب کی نیت سے رکھے اس

کے پچھلے سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے جس نے رمضان کے راتوں میں اللہ تعالیٰ کا حکم مان کرثواب کی نیت سے قیام (تراویح وتہجد) پڑھے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے جس نے شبِ قدر میں اللہ تعالیٰ کا حکم مان کرثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ صَلّٰی لَیْلَۃَ الْقَدْرِ الْعِشَآءَ وَالْفَجْرَ فِیْ جَمَاعَۃٍ فَقَدْ اَخَذَ مِنْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ بِالنَّصِیْبِ الْوَافِرِ (کنزالعمال۔۲۴۰۸۹)

ترجمہ: حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جس نے لیلۃ القدر کی عشاء اور فجر کی نماز باجماعت پڑھی گویا اس نے شبِ قدر کا وافر حصہ پالیا۔

شبِ قدر کی پہچان:

عَنْ عُبَادَۃِ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ۔۔۔۔۔ اِنَّ اَمَارَۃَ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ اَنَّھَا صَافِیَۃٌ بَلَجَۃٌ کَاَنَّ فِیْھَا قَمَرًا سَاطِعًا سَاکِنَۃٌ لَا بَرْدٌ فِیْھَا وَلَا حَرٌّ وَلَا یَحِلُّ لِلْکَوْکَبِ اَنْ یُّرْمٰی بِہٖ حَتّٰی تُصْبِحَ وَاِنَّ اَمَارَاتَھَا اَنَّ الشَّمْسَ صَبِیْحَتَھَا تَخْرُجُ مُسْتَوِیَۃً لَیْسَ فِیْھَا شُعَاعَ مِثْلُ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدَرِ لَا یَحِلُّ لِلشَّیْطَانِ اَنْ یَخْرُجَ مَعَھَا یَوْمَئِذٍ (کنزالعمال۔۲۴۰۸۵)

ترجمہ: حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشادفرمایا کہ ۔۔۔۔۔شبِ قدر کی علامات یہ ہیں کہ وہ ایک کھلی ہوئی چمکدار صاف شفاف رات

ہوتی ہے نہ زیادہ گرم نہ زیادہ سرد بلکہ معتدل ہوتی ہے اس میں چاند کھلا ہوا ہوتا ہے۔اس رات میں صبح تک ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے نیز یہ بھی علامت ہے کہ اس کی صبح کو سورج بغیر شعاع کے نکلتا ہے بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح جیسے چودھویں کا چاند ہوتا ہے اور اس دن سورج کے طلوع کے ساتھ شیطان نہیں نکلتا۔

شبِ قدر کی دعا:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَیُّ لَیْلَةٍ لَیْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِیْھَا قَالَ قُوْلِیْ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفُوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

(احمد،ابنِ ماجہ،ترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بتایئے کہ اگر میں شبِ قدر کو پالوں تو اس میں کیا دعا مانگوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دعا مانگو اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفُوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے لہٰذا مجھے تو معاف فرمادے)۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو شبِ قدر کی قدر کرتے ہوئے اس کی فضیلتوں اور برکتوں سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۱۹) رحمت کے جھونکے (د)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ○

(التوبہ۔۳۶)

صدق اللّٰه العظيم وصدق رسوله الكريم ونحن علٰى ذٰلك من الشٰهدين والشكرين۔

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جس دن سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک اس کی کتاب (لوحِ محفوظ) میں بارہ مہینے ہی مقرر ہیں ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں یہی سیدھا اور سچا دین ہے لہٰذا ان مہینوں میں (گناہ کا ارتکاب کرکے) اپنی جانوں پر ظلم مت کرو اور اے مسلمانو تم سب مشرکوں سے لڑو ہر حال میں جس طرح وہ تم سے ہر حال میں لڑتے ہیں اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔

آپ لوگوں کے سامنے یہ بات آرہی ہے کہ زمانہ میں مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جھونکے چلتے ہیں تو آج یہ بات بیان کرنی ہے کہ رمضان المبارک

کے علاوہ اور چار مہینے حرمت والے ہیں۔ عرب میں قدیم سے معمول چلا آتا تھا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت والے یعنی ادب واحترام والے ہیں۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔ ان مہینوں میں خون ریزی اور جنگ وجدال قطعاً بند کردیا جاتا تھا۔ حج وعمرہ اور تجارتی کاروبار کے لئے امن وامان کے ساتھ آزادی سے سفر کرسکتے تھے۔ کوئی شخص ان ایام میں اپنے باپ کے قاتل سے بھی تعرض نہ کرتا تھا۔ علماء نے لکھا ہے کہ اصل ملتِ ابراہیمی میں یہ چار ماہ حرمت والے قرار دیئے گئے تھے۔ اسلام سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جہالت حد سے بڑھ گئی اور باہمی جنگ وجدال میں قبائل کی درندگی اور انتقام کا جذبہ کسی قانون کا پابند نہ رہا تو ''نسیء'' کی رسم نکالی یعنی حرمت والے مہینوں کو حلال قرار دینا اور اس میں جنگ جاری رکھنا۔ زورآور قبیلہ کا سردار یہ اعلان کرتا تھا کہ اس سال ماہِ محرم حرمت والا مہینہ نہیں بلکہ صفر حرمت والا مہینہ ہے۔ (تفسیرِ عثمانی)

تمام انبیاءؑ کی شریعتیں اس بات پر متفق ہیں کہ ان چار مہینوں میں ہر عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور ان میں کوئی گناہ کرے تو اس کا وبال اور عذاب بھی زیادہ ہے۔ سابق شریعتوں میں ان مہینوں کے اندر قتل وقتال بھی ممنوع تھا۔

غرض مشرکین دینِ ابراہیمی کا اتنا تو احترام کرتے تھے کہ سال میں چار مہینوں کا احترام کرتے اور ان میں قتل وقتال سے باز رہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے جو ترتیب مہینوں کی متعین فرمائی اور اسی ترتیب سے چار مہینوں کو اشہرِ حرم قرار دیا۔ اس

میں طرح طرح کی تاویلیں کر کے اپنی اغراضِ نفسانی کو پورا کرتے تھے۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس زمانہ میں اس کا امتیاز ہی دشوار ہو گیا تھا کہ کونسا مہینہ رمضان یا شوال کا ہے اور کونسا ذوالقعدہ، ذوالحجہ یا رجب کا ہے۔ ہجرت کے آٹھویں سال جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور نویں سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیقِ اکبرؓ کو موسمِ حج میں تمام کفار و مشرکین سے براءت کا اعلان کرنے کے لئے بھیجا تو یہ مہینہ حقیقی حساب سے اگرچہ ذوالحجہ کا مہینہ تھا مگر جاہلیت کے اسی پرانے دستور کے مطابق یہ مہینہ ذوالقعدہ کا قرار پایا تھا اور اس سال ان کے نزدیک حج کا مہینہ بجائے ذوالحجہ کے ذوالقعدہ مقرر تھا پھر ۱۰ ہجری میں جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو قدرتی طور پر ایسا نظام بن گیا کہ مہینہ اصلی ذوالحجہ تھا۔ اہلِ جاہلیت کے حساب میں بھی وہ ذوالحجہ ہی قرار پایا۔ اس لئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منیٰ کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اَلَا اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَھَیْئَۃِ یَوْمٍ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض یعنی زمانہ پھر پھرا کر پھر اپنی اسی ہیئت پر آ گیا جس پر اس کو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت رکھا تھا یعنی جو مہینہ اصلی ذوالحجہ کا تھا جاہلیت والوں کے نزدیک بھی اس سال وہی مہینہ ذوالحجہ کا مہینہ قرار پایا۔

(معارف القرآن۔ جلد چہارم)

چاروں مہینوں کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ ان میں عام طور پر عمرہ کئے جاتے ہیں اور حج تو ذوالحجہ کے مہینہ کی خاص عبادت ہے۔ اسلام کی تمام عبادتوں میں حج سب

سے عظیم عبادت ہے اس لئے اس مہینہ کو سب سے فضیلت والا قرار دیا گیا ہے۔

۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ سَیِّدِ الشُّھُوْرِ رَمُضَانُ وَاَعْظَمُھَا حُرُمَۃً ذُوا الْحَجَّۃِ (کنزالعمال۔۲۳۷۳۴)

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان سب مہینوں کا سردار ہے اور ذوالحجہ کی حرمت سب مہینوں سے بڑھ کر ہے۔

۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا مِنْ اَیَّامٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ اَنْ یُّتَعَبَّدَ فِیْھَا مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّۃِ یَعْدِلُ صِیَامُ کُلِّ یَوْمٍ بِصِیَامِ سَنَۃٍ وَقِیَامُ کُلِّ لَیْلَۃٍ مِنْھَا بِقِیَامِ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنوں میں سے کسی دن میں بھی بندے کا عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب نہیں جتنا کہ عشرۂ ذی الحجہ میں محبوب ہے (یعنی ان دنوں کی عبادت اللہ تعالیٰ کو دوسرے تمام دنوں سے زیادہ محبوب ہے) اس عشرہ کے ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور اس کی ہر رات کے نوافل شبِ قدر کے نوافل کے برابر ہیں۔

پہلی ذوالحجہ سے نویں ذوالحجہ کے روزوں کی یہ فضیلت ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے دسویں تاریخ کو چونکہ عیدالاضحیٰ ہوتی ہے اس لئے اس دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ یومِ عرفہ کے روزہ کی بہت بڑی اہمیت ہے لیکن حاجیوں کے لئے یہ روزہ رکھنا منع ہے۔

۳) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صِیَامُ یَوْمِ عَرَفَةَ اِنِّیْ اَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰهِ اَنْ یُّکَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِیْ بَعْدَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِیْ قَبْلَهٗ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ عرفہ کے دن کا روزہ اس کے بعد والے سال اور پہلے والے سال کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا۔

۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ یَوْمٍ اَکْثَرُ مِنْ اَنْ یُّعْتِقَ اللّٰهُ فِیْهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ یَوْمِ عَرَفَةَ وَاِنَّهٗ لَیَدْنُوْ ثُمَّ یُبَاهِیْ بِهِمُ الْمَلٰٓئِکَةَ فَیَقُوْلُ مَا اَرَادَ هٰٓؤُلَآءِ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زیادہ اپنے بندوں کے لئے جہنم سے آزادی اور رہائی کا فیصلہ کرتا ہو (یعنی گنہگار بندوں کی مغفرت اور جہنم سے آزادی کا سب سے بڑے اور وسیع پیمانے پر فیصلہ سال کے ۳۶۰ دنوں میں سے ایک دن یوم العرفہ میں ہوتا ہے) اس دن اللہ تعالیٰ اپنی صفت رحمت ورافت کے ساتھ (عرفات میں جمع ہونے والے) اپنے بندوں کے بہت ہی قریب ہوجاتا ہے اور ان پر فخر کرتے ہوئے فرشتوں سے کہتا ہے مَا اَرَادَ هٰٓؤُلَآءِ (دیکھتے ہو میرے بندے کس مقصد سے یہاں آئے ہیں؟)

۵) عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ کَرِیْزٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا رُاِیَ

الشَّیۡطَانُ یَوۡمًا ھُوَ فِیۡہِ اَصۡغَرُ وَلَا اَدۡحَرُ وَلَا اَحۡقَرُ وَلَا اَغۡیَظُ مِنۡہُ فِیۡ یَوۡمِ عَرَفَۃَ وَمَا ذٰلِكَ اِلَّا لِمَا یَرٰی مِنۡ تَنَزُّلِ الرَّحۡمَۃِ وَتَجَاوُزِ اللّٰہِ عَنِ الذُّنُوۡبِ الۡعِظَامِ (موطاامام مالک)

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبیداللہ بن کریزؒ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان کسی دن بھی اتنا ذلیل، اتنا خوار، اتنا دھتکارا اور پھٹکارا ہوا اور اتنا جلا بھنا ہوا نہیں دیکھا گیا جتنا کہ وہ عرفہ کے دن ذلیل وخوار روسیاہ اور جلا بھنا دیکھا جاتا ہے اور یہ صرف اس لئے کہ وہ اس دن اللہ کی رحمت کو (موسلا دھار) برستے ہوئے اور بڑے بڑے گناہوں کی معافی کا فیصلہ ہوتے ہوئے دیکھتا ہے (اور یہ اس لعین کے لئے نا قابلِ برداشت ہے)۔

ایام میں سب سے بڑا دن عرفہ کا دن ہے۔ میدانِ عرفات میں حجاجِ کرام جو فقیرانہ لباس میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر آہ وزاریاں کرتے ہیں تو ارحم الراحمین کی رحمت کا اتھاہ سمندر جوش میں آجاتا ہے پھر وہ اپنی شانِ کریمی کے مطابق گناہگار بندوں کی مغفرت اور جہنم سے رہائی اور آزادی کا فیصلہ کرتا ہے جس سے شیطان جل بھن کے رہ جاتا ہے اور اپنا سر پیٹ لیتا ہے۔

محرم الحرام کا روزہ:

۱) عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَاَیۡتُ النَّبِیَّ ﷺ یَتَحَرّٰی صِیَامَ یَوۡمٍ فَضَّلَہٗ عَلٰی غَیۡرِہٖ اِلَّا ھٰذَا الۡیَوۡمَ یَوۡمَ عَاشُوۡرَاءَ وَھٰذَا الشَّھۡرَ یَعۡنِیۡ شَھۡرَ رَمَضَانَ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ کسی فضیلت والے دن کے روزے کا بہت زیادہ اہتمام اور فکر کرتے ہوں سوائے اس دن یومِ عاشورہ کے اور سوائے اس ماہِ مبارک رمضان کے۔

۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حِيْنَ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ عَشُوْرَاءَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ يَوْمٌ يُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ فَلَمْ يَاتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ تُوُفِّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے یومِ عاشورہ کو روزہ رکھنا معمول بنالیا اور صحابہؓ کو بھی حکم دیا تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہود ونصاریٰ اس دن کی بہت تعظیم کرتے ہیں (کہیں ہمارے اس روزہ سے ان سے تشابہ والا عمل نہ ہو) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ اگلا سال آئے گا تو ہم دسویں محرم کے ساتھ نویں کا بھی روزہ رکھیں گے (تاکہ ان کی مشابہت نہ ہو) لیکن اگلے سال کا محرم آنے سے پہلے ہی اللہ کے رسول ﷺ کی وفات ہوگئی۔

عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ــــ ثَلٰثٌ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِىْ بَعْدَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِىْ قَبْلَهٗ وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِىْ قَبْلَهٗ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ۔۔۔۔۔ جو رمضان کے روزے رکھے اور ہر ماہ (ایامِ بیض) کے تین روزے رکھے اسے سال بھر کے روزوں کا ثواب دیا جائے گا۔ یومِ عرفہ کا روزہ میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ آئندہ سال اور گذشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا اور عاشورہ کا روزہ میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ وہ گزرے ہوئے سال کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا۔

شبِ برأت کی اہمیت اور پندرہویں شعبان کا روزہ:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا کَانَتْ لَیْلَۃُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَیْلَھَا وَصُوْمُوْا نَھَارَھَا فَاِنَّ اللّٰہَ یَنْزِلُ فِیْھَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ اَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَہٗ اَلَا مُسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقَہٗ اَلَا مُبْتَلًی فَاُعَافِیَہٗ اَلَا کَذَا اَلَا کَذَا حَتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ (ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں کی رات آئے تو اس رات میں اللہ کے حضور میں نوافل پڑھو اور اس دن کو روزہ رکھو کیونکہ اس رات میں سورج غروب ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی اور رحمت آسمانِ دنیا پر نازل ہوتی ہے اور وہ بندوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ ہے کوئی بندہ جو مجھ سے مغفرت طلب کرے کہ میں اسے معاف کروں، ہے کوئی بندہ جو مجھ سے رزق طلب کرے کہ میں اسے رزق دوں، ہے کوئی بندہ جو مبتلائے مصیبت ہو

جو مجھ سے عافیت طلب کرے کہ میں اسے عافیت عطا کروں اس طرح مختلف قسم کے حاجت مندوں کو اللہ تعالیٰ خود پکارتے ہیں کہ وہ اپنی حاجتیں اللہ کے حضور پیش کریں تا کہ اللہ انہیں پورا کرے۔ اللہ کی رحمت اس طرح بندوں کو پکارتی رہتی ہے صبح ہونے تک۔

عیدین کی رات میں عبادت کرنا:

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ قَامَ لَیْلَتَی الْعِیْدَیْنِ مُحْتَسِبًا لَمْ یَمُتْ قَلْبُہٗ یَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ (ابنِ ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے عیدین کی دونوں راتوں میں خالص اجر و ثواب کی امید پر عبادت کی، اس کا دل (قیامت کے اس (ہولناک) دن میں مردہ نہیں ہوگا جس دن لوگوں کے دل (خوف و دہشت سے) مردہ ہوں گے۔

قیامت کے ہولناک دن خوف و ہراس اور تکلیف و پریشانی کا یہ عالم ہوگا کہ آدمی زندگی پر موت کو ترجیح دے گا ان دو راتوں میں عبادت کرنے والے اس دن امن و سکون سے ہوں گے۔ بعض علماء نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ان کا دل دنیا کی محبت میں دیوانہ نہ ہوگا جو درحقیقت دل کی موت ہے۔

یوم الجمعہ اور نمازِ جمعہ کی فضیلت:

عَنْ اَبِیْ لُبَابَۃَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ سَیِّدُ

اَلْاَیَّامِ وَاَعْظَمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ وَھُوَ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ یَوْمِ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ، فِیْہِ خَمْسُ خِلَالٍ خَلَقَ اللّٰہُ فِیْہِ اٰدَمَ وَاَھْبَطَ اللّٰہُ فِیْہِ اٰدَمَ اِلَی الْاَرْضِ وَفِیْہِ تَوَفَّی اللّٰہُ اٰدَمَ وَفِیْہِ سَاعَۃٌ لَا یَسْاَلُ الْعَبْدُ فِیْھَا شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاہُ مَالَمْ یَسْاَلْ حَرَامًا وَفِیْہِ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ مَا مِنْ مَلَکٍ مُقَرَّبٍ وَلَا سَمَآءٍ وَلَا اَرْضٍ وَلَا رِیَاحٍ وَلَا جِبَالٍ وَلَا بَحْرٍ اِلَّا ھُوَ مُشْفِقٌ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذ رؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کا دن اللہ کے نزدیک تمام دنوں کا سردار ہے اور تمام دنوں میں سب سے زیادہ عظمت والا ہے اللہ کے نزدیک جمعہ کے دن کی عظمت عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن سے بھی زیادہ ہے۔ اس دن پانچ باتیں جو اس کی فضیلت کی دلیلیں ہیں: ۱) اسی دن اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا۔۲) اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو زمین پر اتارا۔۳) اسی دن اللہ تعالیٰ آدمؑ کو وفات دی۔۴) اس دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس دن بندہ اللہ تعالیٰ سے حرام چیز کے علاوہ جو چیز بھی مانگے گا اللہ تعالیٰ ضرور اس کو عنایت کریں گے۔۵) اسی دن قیامت قائم ہوگی۔تمام مقرب فرشتے، آسمان، زمین، ہوا، پہاڑ اور دریا سب جمعہ کے دن ڈرتے رہتے ہیں۔

عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ غَسَّلَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَاغْتَسَلَ وَبَکَّرَ وَابْتَکَرَ وَمَشٰی وَلَمْ یَرْکَبْ وَدَنَا مِنَ الْاِمَامِ وَاسْتَمَعَ وَلَمْ یَلْغُ کَانَ لَہٗ بِکُلِّ خُطْوَۃٍ عَمَلُ سَنَۃٍ اَجْرُ صِیَامِھَا وَقِیَامِھَا (سننِ اربعہ)

ترجمہ: حضرت اوس بن اوسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن نہلائے اور خود نہائے سویرے اول وقت میں پیدل مسجد جائے سوار نہ ہو امام کے قریب بیٹھے اور خطبہ سنے اور کوئی بیہودہ بات نہ نکالے تو اس کے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزوں اور نمازوں کا ثواب ملے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو ان حرمت والے دنوں اور راتوں کی قدر کرتے ہوئے عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(۲۰) رحمت کے جھونکے (ہ)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى o وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى o (الاعلیٰ ۔۱۵،۱۴)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ الکریم ونحن علٰی ذٰلک من الشھدین والشکرین۔

ترجمہ: بے شک مراد کو پا گیا وہ جو پاک ہوا اور اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھی۔

یعنی ظاہری اور باطنی اور حسی اور معنوی نجاستوں سے پاک ہوا اور اپنے قلب و قالب کو عقائدِ صحیحہ، اخلاقِ فاضلہ اور اعمالِ صالحہ سے آراستہ کیا۔ پاک صاف ہو کر تکبیرِ تحریمہ میں اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھی۔ بعض سلف نے کہا ہے کہ تزکّٰی زکوٰۃ سے ہے جس سے مراد یہاں صدقۂ فطر (زکوٰۃ الفطر) ہے اور ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ (اپنے رب کا نام لیا) سے مراد تکبیراتِ عیدین ہیں اور فَصَلّٰى (نماز پڑھی) سے مراد عید کی نماز ہے۔ (تفسیرِ عثمانی)

عید اللہ کا انعام ہے:

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَوْسِ نِ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِ الْفِطْرِ وَقَفَتِ الْمَلَآئِكَةُ عَلٰى اَبْوَابِ الطُّرُقِ فَنَادَوْا اُغْدُوْا يَا مَعْشَرَ

اَلۡمُسۡلِمِیۡنَ اِلٰی رَبٍّ کَرِیۡمٍ یَّمُنُّ بِالۡخَیۡرِ ثُمَّ یُثِیۡبُ عَلَیۡہِ الۡجَزِیۡلَ لَقَدۡ اُمِرۡتُمۡ بِقِیَامِ اللَّیۡلِ فَقُمۡتُمۡ وَاُمِرۡتُمۡ بِصِیَامِ النَّھَارِ فَصُمۡتُمۡ وَاَطَعۡتُمۡ رَبَّکُمۡ فَاقۡبُضُوۡا جَوَآئِزَکُمۡ فَاِذَا صَلُّوۡا نَادٰی مُنَادٍ اَلَآ اِنَّ رَبَّکُمۡ قَدۡ غَفَرَ لَکُمۡ فَارۡجِعُوۡا رَاشِدِیۡنَ اِلٰی رِحَالِکُمۡ فَھُوَ یَوۡمُ الۡجَآئِزَۃِ وَیُسَمّٰی ذٰلِکَ الۡیَوۡمُ فِی السَّمَآءِ یَوۡمَ الۡجَآئِزَۃِ

(ترغیب وترہیب)

ترجمہ: حضرت سعد بن اوس انصاریؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب عید الفطر کا دن آتا ہے تو خدا کے فرشتے تمام راستوں کے نکڑ پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے مسلمانو رب کے پاس چلو جو بڑا کریم ہے اور جو نیکی اور بھلائی کی باتیں بتاتا اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دیتا ہے پھر اس پر بہت زیادہ انعام دیتا ہے۔ تمہیں اس کی طرف سے رات میں تراویح پڑھنے کا حکم دیا گیا تو تم نے تراویح پڑھی۔ تم کو دن میں روزے رکھنے کا حکم دیا گیا تو تم نے روزے رکھے اور اپنے رب کی اطاعت گزاری کی تو اب چلو اپنا انعام لے لو اور جب لوگ عید کی نماز پڑھ چکتے ہیں تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ اے لوگو تمہارے رب نے تمہاری بخشش فرمادی پس تم اپنے گھروں کو کامیاب وبامراد لوٹو یہ عید کا دن انعام کا دن ہے اور اس دن کو آسمان والوں کی دنیا میں انعام کا دن کہا جاتا ہے۔

کچھ لوگ رمضان کے گزرنے پر حسرت وافسوس کرتے ہیں اور بعض مساجد میں رمضان کے آخری جمعہ کو جمعۃ الوداع کا اعلان کر کے الوداعی خطبات پڑھے جاتے

ہیں۔ رمضان کے گزرنے پر طبعی طور پر افسوس ہوتا ہے مگر شریعت نے جمعۃ الوداع یا الوداعی خطبات مشروع نہیں کیے ہیں۔ للّٰہ درہ ما قال عارف الرومی ؎

روزہا گر رفت گورو باک نیست تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

(دن گزریں تو کہہ دو کہ گزر جائیں پروا نہیں ہے اے وہ کہ تجھ جیسا کوئی پاک نہیں ہے تو رہے)

برکت والے دن اور رحمت والی راتیں گزر گئیں تو پروا نہیں وہ ذات جس سے برکتوں اور رحمتوں کا ظہور ہوتا ہے قائم اور دائم ہے، الحی والقیوم (زندہ اور قائم رکھنے والا) ہے۔ روزانہ پانچ وقت فضا میں بلند ہونے والی اذانیں، پانچ وقت کھڑی ہونے والی نمازیں، رات کی تنہائیوں میں اٹھ کر پڑھی جانے والی تسبیح، تکبیر و تحلیل، فرض کے علاوہ پڑھی جانے والی نفل نمازیں یہ سب رحمتِ الٰہی کے جھونکوں کو اپنی طرف کھینچنے کی پوری طاقت رکھتے ہیں۔

۱) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا نَادَی الْمُنَادِیْ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَاسْتُجِیْبَ الدُّعَاءُ فَمَنْ نَزَلَ بِہٖ کَرَبٌ اَوْ شِدَّۃٌ فَلْیَتَحَیَّنَ الْمُنَادِیَ

(کنز العمال۔۲۰۹۲۰)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب منادی اذان دیتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں جس پر کوئی مصیبت یا سختی نازل ہو وہ منادی کی ندا کا انتظار

کرے (کہ اس وقت کی گئی دعا قبول ہوتی ہے)۔

۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا اُذِنَ فِیْ قَرْیَةٍ اٰمَنَھَا اللّٰہُ مِنْ عَذَابِہٖ ذٰلِكَ الْیَوْمَ (کنز العمال۔۲۰۸۹۳)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس بستی میں اذان دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس بستی کو اس دن کے لئے عذاب سے امن عطا کردیتے ہیں۔

۳) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ النِّدَاءَ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَحْمُوْدَا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَہٗ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (بخاری)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اذان سن کر اس کا جواب دینے کے بعد یہ دعا پڑھی اَللّٰھُمَّ رَبَّ۔۔۔۔ (اے اللہ مالک اس کامل دعا کے اور پروردگار اس قائم ہونے والی نماز کے ہمارے محمد ﷺ کو وسیلہ (جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ) اور بزرگی عطا فرما اور ان کو مقامِ محمود پر فائز کر جس کا تو نے وعدہ کیا ہے) تو قیامت کے دن مجھ پر اس کی شفاعت لازم ہوگئی۔

۴) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ الْمُؤَذِّنِیْنَ یَفْضُلُوْنَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قُلْ كَمَا یَقُوْلُوْنَ فَاِذَا انْتَھَیْتَ فَسَلْ تُعْطَ (ابوداود)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ

مؤذنین ہم سے فضیلت لے جاتے ہیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جس طرح وہ کہتے ہیں تم اس کا جواب دو اور جب جواب سے فارغ ہو جاؤ تو جو چاہو مانگو دیا جائے گا۔

۵) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یُرَدُّ الدُّعَاءُ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَۃِ (ابوداود، ترمذی)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان کی گئی دعا رد نہیں کی جاتی۔

۶) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَامَ بِلَالٌ یُنَادِیْ فَلَمَّا سَکَتَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَالَ مِثْلَ ھٰذَا یَقِیْنًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ (نسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ تھے حضرت بلالؓ کھڑے ہوئے اور اذان کہنے لگے۔ جب اذان دے کر خاموش ہو گئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اسی طرح یقین (خلوصِ دل) سے کہا تو جنت میں داخل ہوگا۔

۷) عَنْ اَبِیْ اَمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِعَبْدٍ فِیْ شَیْءٍ اَفْضَلُ مِنْ رَکْعَتَیْنِ یُصَلِّیْھِمَا اَوْ اَکْثَرَ مِنْ رَکْعَتَیْنِ وَاِنَّ الْبِرَّ لَیُذَرُّ فَوْقَ رَاسِ الْعَبْدِ مَا دَامَ فِیْ صَلَاتِہٖ وَمَا تَقَرَّبَ الْعِبَادُ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ بِاَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْہُ [یَعْنِیْ قُرْاٰنَ] (کنزالعمال۔ ۲۱۳۳۰)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف کسی اور عمل میں توجہ نہیں کرتے بجز دو رکعت یا اس سے زیادہ کسی نماز میں ٹھہرتا ہے تو خاص توجہ فرماتے ہیں اور جب تک بندہ نماز کی حالت میں ہوتا ہے اس پر نیکی انڈیلی جاتی رہتی ہے۔ بندوں نے اللہ عزوجل کا قرب کسی اور چیز سے حاصل نہیں کیا مگر وہی چیز جو اللہ سے نکلی ہے (یعنی قرآن سے)۔

۸) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ ثَابَرَ عَلَى اثْنَتَىْ عَشَرَةَ رَكْعَةً مِنَ السُّنَّةِ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ اَرْبَعُ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قِبْلَ الْفَجْرِ
(کنز العمال۔۲۱۳۶۰)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بارہ رکعت سنتوں پر ہمیشہ پابندی کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائیں گے، ظہر سے قبل چار رکعت اور ظہر کے بعد کی دو رکعت، مغرب کے بعد دو رکعت اور عشاء کے بعد دو رکعت اور فجر سے پہلے دو رکعت۔

۹) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْـلَةٍ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ يَقُوْلُ مَنْ يَدْعُوْنِىْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ مَنْ يَسْاَلُنِىْ فَاُعْطِيَهٖ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِىْ فَاَغْفِرَ لَهٗ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ہر رات کے آخری تہائی وقت ہمارا رب بزرگ و برتر آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے میں اس کا سوال پورا کروں، کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے میں اس کی مغفرت کروں۔

۱۰) عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ فِی اللَّیْلِ لَسَاعَةً لَا یُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ یَسْاَلُ اللّٰهَ فِیْهَا خَیْرًا مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِیَّاهُ وَذٰلِكَ كُلَّ لَیْلَةٍ (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رات میں ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ جو مسلمان اسے پاتا ہے اور اس میں اللہ جل شانہ سے دنیا اور آخرت کی کسی بھلائی کا سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے (ضرور) پورا فرماتا ہے اور (قبولیت کی) یہ گھڑی ہر رات میں آتی ہے۔

اس گھڑی کو غیر معین رکھا گیا ہے تاکہ ایک ایمان والا بندہ پوری رات کی قدر کرے۔ ع

ہر شب شبِ قدر است اگر قدر می دانی

(ہر رات شبِ قدر ہے اگر تم رات کی قدر جانتے ہوتو)

۱۱) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَیْكُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّهٗ دَاْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَكُمْ اِلٰی رَبِّكُمْ وَمَكْفَرَةٌ لِلسَّیِّئَاتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ

اَلْاِثْمِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم قیام اللیل (رات کے نوافل) کو لازم پکڑو یہ طریقہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا ہے اور تمہارے لئے تمہارے پروردگار کی نزدیکی کا ذریعہ ہے اور تمہاری برائیوں کو دور کرنے اور گناہوں سے باز رکھنے والا ہے۔

۱۲) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّیْلِ الْاٰخِرَ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ کس وقت کی دعا بہت زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخری تہائی رات میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

فرض نمازوں کے بعد پڑھنے کی خاص دعا:

امام بغویؒ اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور آل عمران کی دو آیتیں ایک آیت شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ آخر تک اور دوسری آیت قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ سے بِغَيْرِ حِسَابٍ تک پڑھا کرے تو میں اس کا ٹھکانا جنت میں بنادوں گا اور اس کو اپنے خظیرۃ القدس میں جگہ دوں گا اور ہر روز اس کی طرف ستر مرتبہ نظرِ رحمت کروں گا اور اس کی ستر حاجتیں پوری کروں گا

اور ہر حاسد اور دشمن سے پناہ دوں گا اور اس کو ان پر اس کو غالب رکھوں گا۔

فرض نماز سے سلام پھیرنے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ سے کئی چیزیں پڑھنے کی ثابت ہیں اس میں یہ چیزیں خاص ہیں۔

۱) سورۂ فاتحہ

۲) آیۃ الکرسی

۳) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○ (آل عمران۔۱۸)

ترجمہ: بے شک اللہ نے گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معنبود نہیں ہے اور فرشتوں نے بھی اور اہلِ علم نے بھی اسی بات کی گواہی دی ہے اور وہ انصاف کے ساتھ کائنات کا انتظام سنبھالے ہوئے ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی زبردست ہے اور ساری حکمتوں کا جاننے والا ہے۔

۴) قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ○ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ○ (آل عمران۔۲۷،۲۶)

ترجمہ: آپ کہیئے اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے چھین لے تو جسے چاہے عزت عطا کرے اور جسے چاہے تو ذلیل کر دے تمام

بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے اور بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر ہے تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے تو ہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور تو ہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ رَحِمَ اللّٰہُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰی وَاَیْقَظَ امْرَاَتَہٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْھِھَا الْمَاءَ رَحِمَ اللّٰہُ اِمْرَاَۃً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّتْ وَاَیْقَظَتْ زَوْجَھَا فَصَلّٰی فَاِنْ اَبٰی نَضَحَتْ فِیْ وَجْھِہِ الْمَاءِ (ابوداود، نسائی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو رات میں اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی تہجد کے لئے جگائے اگر وہ نہ جاگے تو اس کی نیند کو ختم کرنے کے لئے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے دے۔ اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات میں اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھے اور اپنے شوہر کو بھی جگائے اگر نہ جاگے تو اس کی نیند ختم کرنے کے لئے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے دے۔

۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اَفْضَلُ الصَّلَاۃِ بَعْدَ الْمَفْرُوْضَۃِ صَلَاۃٌ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ (احمد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز رات میں پڑھی

جانے والی نماز (تہجد) ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ سے کسی نے مرنے کے بعد ان سے خواب میں پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ طاحت العبادات وفنیت الاشارات وما نفعنا الا رکعیات صلیتھا فی جوف اللیل (عبادتیں ساری رائیگاں گئیں تصوف کے سارے اشارات بے فائدہ ہوگئے اور مجھے صرف ان چند رکعات نے فائدہ پہنچایا جو میں نے رات کے بیچ میں پڑھا کرتا تھا)۔

۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَةُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ اللَّیْلِ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے بلند مرتبہ لوگ قرآن کے اٹھانے والے (قاری، حافظ، عالم) اور رات میں اٹھ کر عبادت کرنے والے ہیں۔

الصلوۃ الضحیٰ:

۱) عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ وَاَبِیْ ذَرٍّ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَنَّهٗ قَالَ یَا اِبْنَ اٰدَمَ ارْكَعْ لِیْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَكْفِكَ اٰخِرَهٗ (ترمذی، ابوداود، دارمی، احمد)

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ اور حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ

نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابنِ آدم تو دن کے شروع حصہ میں چار رکعت نماز خالص طور پر میرے لئے (یعنی جذبۂ نمائش وریاء سے پاک ہوکر) پڑھ میں تجھ کو اس دن کے شام تک کی ساری ضرورتوں کی کفایت کروں گا۔

صلوۃ الضحیٰ دو نمازیں ہیں، ایک اشراق جو سورج ایک دو نیزہ بلند ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے اور دوسری چاشت ہے جو دھوپ تیز ہونے پر جب اونٹ کے بچوں کے پیر جلنے پر پڑھی جاتی ہے۔

۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اِبْنِ اٰدَمَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ صَدَقَۃٌ وَیَجْزِیْ مِنْ ذٰلِکَ کُلِّہٖ رَکْعَتَا الضُّحٰی (کنزالعمال۔۲۱۴۹۵)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے ہر جوڑ (۳۶۰ جوڑ ہیں) ہر دن صدقہ کرنا لازم ہے دو رکعت صلوۃ الضحیٰ ان سب کی کفایت کرتی ہے۔

۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ صَلَّی الْفَجْرَ فِیْ جَمَاعَۃٍ ثُمَّ قَعَدَ یَذْکُرُ اللّٰہَ تَعَالٰی حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ کَانَتْ لَہٗ کَاَجْرِ حَجَّۃٍ وَعُمْرَۃٍ تَامَّۃً تَامَّۃً تَامَّۃً (کنزالعمال۔۲۱۵۰۸)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی پھر اپنی جگہ پر بیٹھ کر ذکر کرتا رہا حتیٰ کہ سورج طلوع ہوا پھر دو رکعت نماز (اشراق) ادا کی تو اس کو پورے پورے پورے حج اور عمرہ

کا ثواب ملے گا۔

جماعت سے فجر کی جو فرض نماز ادا کیا گویا یہ حج کی طرح ہے اور ذکر میں بیٹھ کر سورج نکلنے پر دو رکعت نفل پڑھنا گویا عمرہ ہے۔ حدیث میں تین مرتبہ پورے حج اور عمرہ کا لفظ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بے انتہاء ثواب دینے والے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے یقینی اور فوری ربط و تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ذکر اللہ ہے:

فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْلِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (البقرہ۔۱۵۲)

ترجمہ: (نعمتوں کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا) لہٰذا تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

۱) عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِیْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِنْ اَنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرَقِ وَخَيْرٍ لَّكُمْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّلَكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ؟ قَالُوْا بَلٰى قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ (احمد، ابنِ ماجہ، ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم کو وہ عمل نہ بتاؤں جو تمہارے سارے اعمال میں بہتر، تمہارے مالک کی نگاہ میں پاکیزہ تر، تمہارے درجوں کو تمام اعمال سے بلند کرنے والا، راہِ خدا میں سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر، اس جہاد سے بھی بہتر جس میں تم اپنے دشمنوں

کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسا عمل ضرور بتائیے تو آپ ﷺ نے بتایا کہ وہ اللہ کا ذکر ہے۔

۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ اِذْذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرا معاملہ بندہ کے ساتھ اس کے یقین کے مطابق ہے اور میں بالکل اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اگر وہ مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں اگر وہ کسی مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجلس (فرشتوں کی مجلس) میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔

۳) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ وَتَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاہُ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جس وقت بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی توجہ اور التفات تو بندوں کی طرف ہے ہی، ہماری توجہ اور ذکر سے فوراً ہی اللہ تعالیٰ سے ربط (Connection) پیدا ہو جاتا ہے۔ ذکر اللہ

ہی تمام اعمال کی روح ہے۔ جس عمل میں جتنا دل سے اللہ کا ذکر ہوگا وہ اسی قدر قیمتی ہوگا۔ تمام اعمال کی غرض وغایت انسان کے دل میں اللہ کی یاد کو مستقل بسانا ہے۔ اگر اللہ کی یاد دل میں بس جائے تو اس سے بڑا خوش وقت اور خوش بخت انسان کون ہوگا؟ کیا خوب فرمایا ہے کسی شاعر نے۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو اس کی طرف توجہ وانابت عطا فرمائے اور ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شجرۂ منظومہ

حمد ہے سب تیری ذات کبریا کے واسطے — اور درود و نعت ختم الانبیاء کے واسطے
اور سب اصحاب و آل مجتبیٰ کے واسطے — رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے واسطے
سید محمود قادری طبیب وریٰ کے واسطے — شاہ قمر الزماں ضیاء الھدیٰ کے واسطے
شاہ وصی اللہ باقی فالفنا کے واسطے — مولوی اشرف علی شمس الھدیٰ کے واسطے
حاجی امداد اللہ ذُولعطا کے واسطے — حضرت نور محمد پُرضیا کے واسطے
حاجی عبدالرحیم اہل غزا کے واسطے — شیخ عبدالباری شہ بے ریا کے واسطے
شاہ عبدالہادی پیر ہدیٰ کے واسطے — شاہ عضدالدین عزیز دوسرا کے واسطے
شہ محمد اور محمدی اتقیا کے واسطے — شہ محبُ اللہ شیخ باصفا کے واسطے
بوسعید اسعد شہ اہل ورا کے واسطے — شہ نظام الدین بلخی مقتدا کے واسطے
شہ جلال الدین جلیل اصفیا کے واسطے — عبدقدوس شہ صدق وصفا کے واسطے
اے خدا شیخ محمد رہنما کے واسطے — شیخ محمد عارف صاحب عطا کے واسطے
احمد عبدالحق شہ ملک بقا کے واسطے — شہ جلال الدین کبیر اولیا کے واسطے
شیخ شمس الدین ترک باضیا کے واسطے — شیخ علاء الدین صابر بارضا کے واسطے
شہ فرید الدین شکر گنج بقا کے واسطے — خواجہ قطب الدین مقتول دلا کے واسطے
شہ معین الدین حبیب کبریا کے واسطے — خواجہ عثمان باشرم وحیا کے واسطے

شہ شریف زندنی بااتقا کے واسطے خواجہ مودود چشتی پارسا کے واسطے
شاہ بویوسف شہ شاہ وگدا کے واسطے بو محمد محترم شاہ ولا کے واسطے
احمد ابدال چشتی باسخا کے واسطے شیخ ابواسحٰق شامی خوش ادا کے واسطے
خواجہ ممشاد علوی بوالعلا کے واسطے بو ہبیرہ شاہ بصری پیشوا کے واسطے
شیخ حذیفہ مرعشی شاہ صفا کے واسطے شیخ ابراہیم ادھم بادشاہ کے واسطے
شہ فضیل ابن عیاض اہل دعا کے واسطے خواجہ عبدالواحد ابن زید شاہ کے واسطے
شیخ حسن بصری امام اولیا کے واسطے ہادی عالم علی شیر خدا کے واسطے
سرور عالم محمد مصطفیٰ کے واسطے یا الٰہی اپنی ذات کبریا کے واسطے
یاحق اپنے عاشقان باوفا کے واسطے یارب اپنے رحم واحسان وعطا کے واسطے
کر رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے کون ہے تیرے سوا مجھ بینوا کے واسطے
ہے عبادتوں کا سہارا عابدوں کے واسطے ہے عصائے آہ مجھ بے دست وپا کے واسطے
بخش وہ نعمت جو کام آئے سدا کے واسطے اپنے لطف ورحمت بے انتہا کے واسطے

☆☆☆☆☆تمت بالخیر☆☆☆☆☆

قصیدۂ عقیدت مبنی بر حقیقت

درشان معالج ملت الحاج الحافظ الشاہ

دکتور سید محمود قادری صاحب زید مجدہٗ وفضلہٗ وحفظ اللہ صحتہٗ

(از: بندہ محمد کبیر الدین اکبرؔ القاسمی نہرونگر ہبلی۔کرناٹک)

۲۴/ذوالقعدہ ۱۴۴۰ھ

صاحبِ ایثار حضرت قادری مونس وغم خوار حضرت قادری

آپ ہیں سادات کے چشم وچراغ نخبۂ اخیار حضرت قادری

رکھتے ہیں سینے میں جو قلبِ سلیم مسکن اسرار حضرت قادری

علم تفسیر وحدیث وفقہ کا اک بڑا کُہسار حضرت قادری

جہل کی تاریک راتوں کے لئے مشعلِ انوار حضرت قادری

خدمتِ علماء وصلحاء کے لئے ہیں ہمہ تیار حضرت قادری

ماحی بدعات وقاطع سلفیت حق کی ہیں تلوار حضرت قادری

آپ ہیں بے باک، بے خوف وجری دیں کے پہریدار حضرت قادری

قوم کی کشتی کے مخلص ناخدا قیمتی پتوار حضرت قادری

چٹکیوں میں کر دیا کرتے ہیں حل مسئلے دشوار حضرت قادری

سیلِ باطل سے تقابل کے لئے آہنی دیوار حضرت قادری
ڈاکٹر ماہر ہیں جسم وروح کے صحتی دربار حضرت قادری
ہیں نہیں غازی محض گفتار کے اک بڑا کردار حضرت قادری
شہ الہ آباد کے نورِ نظر عاشقِ ابرار حضرت قادری
سارے فرقوں کی خبر رکھتے ہیں جو ہیں دلِ بیدار حضرت قادری
کرتے ہیں کوشش پچاسوں سال سے قوم ہو دیندار حضرت قادری
ہے دعا اکبرؔ خدائے پاک سے ہوں سدا ضوبار حضرت قادری

ڈاکٹر سید محمود قادری کی تالیفات

۱) توفیق ایزدی:

خودنوشت سوانح حیات جس میں انہوں نے پہلے اس بات کا ذکرکیا ہے کہ کن علماء سے دینی تعلیم حاصل کی پھر حق کی یافت اورمردان حق کی شناخت کے بعد یہاں کے گمراہ عقائد کا کس طرح ردکیا ہے، بڑی دلچسپ اورقابلِ مطالعہ داستاں ہے۔

۲) چالیس اصلاحی مقالات:

گذشتہ دس سالوں کے دوران اہم مضامین پر جو پمفلیٹ آپ نے لکھے یہ ان کا مجموعہ ہے۔اختصاراورجامعیت کے ساتھ موضوع کے متعلق معلومات کواس طرح ترتیب دیا ہے گویادریا کوکوزہ میں بند کردیا ہے۔دین کی حقیقت سے واقف ہونے کے لئے ان کا مطالعہ ضروری ہے۔

۳) مجالس معرفت (جلداول ودوّم وسوّم):

''خانقاہِ قادریہ'' میں گذشتہ پندرہ سالوں سے ہر سنیچر بعد نمازِ عشاء جومجالس ہوتی ہیں ان کے بیانات کا مجموعہ ہے۔دین اورسلوک کے متعلق چشم کشا معلومات سے لبریز ہیں۔ مجالسِ معرفت کی پہلی جلد مارچ ۲۰۱۸ء میں اوردوسری جلد جنوری ۲۰۱۹ء میں پیش کی گئی تھی، الحمدللہ کہ اب ''مجالسِ معرفت (جلدسوم)'' پیش کی جارہی ہے۔

۴) ایمان اورکفر:

بمقام خانقاہِ قادریہ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ میں روزانہ بعد نمازِ عصر جو درسِ قرآن ہوئے ان کا موضوع ایمان اورکفر تھا، یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے۔ہرمسلمان کو اپنے ایمان کی حقیقت جاننے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

۵) الاربعینات:

گذشتہ چالیس سال سے آپ کا درسِ حدیث روزانہ بعد نمازِ مغرب جامعہ مسجد میں ہورہا ہے۔اس کتاب میں آپ نے اخلاصِ نیت کی چالیس احادیث، داخلۂ جنت کی چالیس احادیث اور داخلۂ جہنم کی چالیس احادیث جمع کی ہیں۔

۶) خطباتِ قادریہ (جلداول ودوم):

گذشتہ پینتالیس سال سے آپ کے جمعہ کے خطبات مختلف مساجد میں ہورہے ہیں۔خطبۂ جمعہ سے پہلے آپ کے جو بیانات ہوتے ہیں، نہایت جامع، موثر اور چشم کشا ہوتے ہیں۔ چالیس بیانات کا مجموعہ ''خطباتِ قادریہ (جلداول)'' کے نام سے جنوری ۲۰۱۹ء پیش کی گئی تھی، الحمدللہ کہ ''**خطباتِ قادریہ (جلددوم)**'' اب پیش کی جارہی ہے۔ائمۂ مساجد کے لئے جمعہ کے خطبے سے پہلے بیان کرنے کے لئے ایک نادر تحفہ ہے۔

۷) ہدایت اور گمراہی:

رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ میں بعد عصر روزانہ جو مجالس ''**خانقاہِ قادریہ**'' میں ہوئیں ان کا موضوع ہدایت اور گمراہی تھا، اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ کس کو ہدایت دیتے ہیں اور کس کو گمراہ کرتے ہیں۔

۸) مکتوباتِ اکابر:

ڈاکٹر صاحب کی زمانۂ طالبِ علمی سے اب تک اکابر علماء سے مختلف مسائل میں جو مراسلت رہی ہزاروں خطوط پر مشتمل ہے، ان میں سے وہ خطوط جو سب کے لئے نفع مند ہوسکتے ہیں شائع کئے جارہے ہیں۔